برِّ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

نوائے غزوۂ ہند

مارچ ۲۰۲۴ء رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ

بانی مُدیر: حافظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ علیہ

”میں ہرگز بھی القدس کو یہود کے حوالے نہ کروں گا
اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی مسجد کو
ہمیشہ مسلمانوں کے قبضے میں رہنا چاہیے!“

محافظ قدس خلیفۃ المسلمین امیر المومنین
سلطان عبد الحمید ثانی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

کا قیامت کی تیاری سے متعلق خطبہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے، لوگوں میں سب سے بڑا ہوشیار و زیرک وہ ہے جو اپنے نفس کو تابع کر لے، اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے کام کرے، اور قبر کی تاریکیوں کے لیے اللہ کا نور حاصل کرے۔ بندے کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اسے قیامت کے دن اندھا نہ اٹھایا جائے حالاں کہ وہ دنیا میں بینا تھا۔ حکیم شخص کے لیے جامع کلمات کافی ہیں۔ بہرہ دور سے پکارا جاتا ہے۔ جان لو! اللہ جس کے ساتھ ہو وہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور جس کے خلاف اللہ ہو وہ اللہ کے بعد کس سے امیدیں باندھ سکتا ہے؟

(سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۷، شمارہ نمبر: ۳

مارچ ۲۰۲۴ء — رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سترہواں سال!

’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برسرِ منبر یہ فرماتے سنا کہ:

’’قرآنِ کریم کی آیت (وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ) میں جو مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلے کے لیے قوت بہم پہنچانے کا حکم ہے، یہ قوت تیر اندازی ہے!‘‘

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ مکرر فرمائی۔

(صحیح مسلم)

اس شمارے میں

اداریہ

کس کے منتظر ہیں سب، معجزہ کہ زلزلہ؟ 5

تزکیہ واحسان

امیدِ مغفرت ورحمت 12

اسوۂ حسنہ

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں 17

آخرت

موت و مابعد الموت 22

حلقۂ مجاہد

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 24

نشریات

الشیخ المجاہد خالد باطرفی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال 32

ہندوستان میں مساجد کی شہادتوں کی بابت 33

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام 35

دو روزے 39

’عافیہ‘ تو آبروئے امت مرحوم ہے!

کاش ہم میں بھی کوئی ’پینگوئن‘ ہوتا 43

امت کی مظلوم بیٹی عافیہ 44

سن ذرا اے ابن قاسم! 47

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی قید امت مسلمہ کا امتحان 49

مجھے اس جہنم سے باہر نکالو! 51

فکر و منہج

اجنبی ___ کل اور آج 53

کیا مغربی فکر واداروں کی اسلامائزیشن ممکن ہے؟ 55

کفار کا معاشی بائیکاٹ 56

جمہوریت......ایک دجل، ایک فریب!

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر! 60

طوفان الاقصیٰ

طوفان الاقصیٰ کی کاروائیوں کا مختصر جائزہ 66

مسلمان ممالک کی حکومتوں اور افواج کی فلسطین کے ساتھ غداری 69

چھلنی 72

ہینی بل ڈائریکٹو 74

افغان باقی کہسار باقی............الحکم للہ والملک للہ

امارت اسلامیہ افغانستان کے فلاحی وترقیاتی منصوبے 78

پاکستان کا مقدر......شریعتِ اسلامی کا نفاذ!

پاک بھارت تعلقات اور جرنیلوں کے بڑھتے اثاثے 82

معرکۂ میر علی (شمالی وزیرستان) 86

......ہند ہے سارا میرا!

عزت تو جہاد ہی سے ہے! 87

عالمی منظر نامہ

خیالات کا ماہنامچہ 89

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں!

اسلام کا مسافر! 92

افسانہ

کتابِ عظیم 97

وغیرہ وغیرہ

اِک نظر اِدھر بھی 103

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.org

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع ہونے والے ’مستعار‘ مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس سٹیٹس ٹوئیٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار وآراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّین ِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

کس کے منتظر ہیں سب، معجزہ کہ زلزلہ؟

اِس مارچ میں سقوطِ خلافت کو پورے سو سال ہو گئے۔ ان سو سالوں سے قبل، خلافت کی کرسی پر طرح طرح کے روز و شب آتے رہے، لیکن خلافت کی کرسی بہر حال و کیفیت قائم رہی۔ خلافت مسلمانوں کے لیے کس قدر اہم ہے، اس کے لیے حضور سرورِ کونین (علیہ ألف صلاۃ وسلام) کی رحلت کا واقعہ اور حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خیر الخلائق بعد الأنبیاء حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کا واقعہ کافی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ تنصیبِ امام یا تنصیبِ خلیفہ مسلمانوں کے یہاں اس قدر اہم مسئلہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں، غم و اندوہ (جو نہایت چھوٹے الفاظ ہیں) سے صحابؓہ کا برا حال تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی لحدِ مبارک میں بھی اتارنے سے قبل صحابؓہ نے بیعتِ خلافت منعقد کی اور حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 'خلیفۃ الرسول' بن کر منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف فرما ہوئے، وہ منبر جہاں سے دینُ اللہ کے ہر شعبے کی امامت کی جاتی تھی۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ہمیں حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا فہمِ دین بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رحلتِ خیر الخلائقؐ کے بعد، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو روضۂ جنت لحدِ مبارکہ میں بھی اتارنے سے قبل سب سے پہلے کیا کام کیا: بیعتِ خلافت و تنصیبِ امام!

خلافت محض ایک 'سیاسی نظام' نہیں، نہ ہی جدید 'institutes' کی دنیا میں یہ محض ایک 'ادارہ' ہے، نہ ہی یہ مسلمانوں کا محض 'romance' یا 'عشق' ہے، وغیرہ وغیرہ۔ دراصل یہ سات آسمانوں کے اوپر سے نازل کیے گئے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عائد کردہ ایک فریضہ ہے۔ اللہ کا دین محض سیاسی نظام و ادارہ نہیں کہ چند قوانین و آئین وغیرہ کا نفاذ ہو جائے تو اس کو خلافت کہا جانے لگے، البتہ بے شک نفاذِ شریعت و اقامتِ حدود اس خلافت و امامت کا ایک اہم جزو ہیں۔ خلافت زمین پر اس امر کا اظہار ہے کہ اللہ جل جلالہ کی عبادت ہی حیات و ممات کا مقصد ہے، یہ قوت و شوکت کا اظہار ہے، جلال و جمال ہے۔ خلافت ہی وہ چھتری ہے جس کے تحت اللہ جل جلالہ کی عبادت احسن و کامل انداز میں کی جا سکتی ہے۔ خلافت کے بنا کئی عبادات ایسی ہیں جن کی ادائیگی ممکن ہی نہیں!

خلافت کو ختم کرنے کی خاطر کفار خاص کر یہودِ نامسعود نے کتنی کوششیں کیں، آج اس امر کی سب سے بڑی اور واضح مثال 'اسرائیل' ہے۔ خلافت جب سلطنتِ عثمانیہ کی صورت میں قائم تھی، اور انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں اپنے آخری زمانے میں داخل ہو چکی تھی تو اسی زمانے میں جدید صہیونی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کا مقصدِ محض قبلۂ اول، سرزمینِ اسراء و معراج، انبیاء و رسل علیہم السلام کے دار الہجرت و وطن فلسطین اور خصوصاً شہر القدس کو یہودیوں کا مسکن و وطن بنانا، ایک ایسی یہودی اسرائیلی ریاست کا قیام جس کی انتہا عظیم تر اسرائیل اور بعداً پوری دنیا پر یہود کی عالمی حکومت کا قیام تھا۔ اس تحریک کے بانی 'تھیوڈر ہرزل' نے کئی طریقوں اور سازشوں سے ارضِ قدس پر قبضہ کرنے کی کوششیں کیں۔ ان سبھی کوششوں کی راہ میں واحد رکاوٹ 'خلافت' تھی۔ آخری خلیفہ[1] سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی اقوال موجود ہیں جو انہوں نے صہیونی 'ہرزل' کو یا تو بالمشافہ ملاقات میں کہے یا اپنے خطوط میں لکھے یا اس کے ایلچیوں کو کہے۔ سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اقوال اس امر پر شاہد ہیں کہ کس طرح 'خلیفۃ المسلمین' اور 'خلافت' اسلام، مسلمانوں، ارضِ قدس اور تمام مسلم خطّوں کا دفاع کرتی رہی۔

---

[1] آخری بایں معنیٰ کہ سلطان مرحوم ہی آخری بااختیار خلیفہ تھے اس کے بعد جو لوگ بظاہر متمکن ہوتے رہے ان کے پاس فی الحقیقت کوئی اختیار نہ تھا۔

جب ہرزل کا نمائندہ، سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فقط صہیونیوں کے سرزمینِ القدس میں رہائش پذیر ہونے کا چارٹر، اس پیشکش کے ساتھ لے کر گیا، کہ اس رہائش پذیر ہونے کی اجازت کے بدلے، ہرزل سلطنتِ عثمانیہ کے قرض کا ایک ضخیم حصہ پندرہ کروڑ پاؤنڈ بصورتِ طلائی سکے ادا کرے گا (جبکہ سلطنتِ عثمانیہ کی مالی حالت بھی اس وقت بہت خراب تھی) تو سلطان نے ہرزل کے نمائندے 'نیولنسکی' کو یہ پیشکش یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ:

> ''(میں) ہرگز بھی القدس کو (یہود کے) حوالے نہ کروں گا اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی مسجد کو ہمیشہ مسلمانوں کے قبضے میں رہنا چاہیے!''[2]

اور کہا:

> ''میں زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہیں بیچوں گا، کیونکہ یہ ملک میری ذاتی ملکیت نہیں۔ یہ ملک میری ملت کے لوگوں کی ملکیت ہے۔ میری ملت نے اس سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کیا ہے...... میرے سوریہ اور فلسطین کے سبھی سپاہی پلیونا کے محاذ پر شہید ہو گئے ہیں، وہ سبھی، بغیر کسی استثنا کے میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے اور پسپائی اختیار نہ کی۔ میں سلطنتِ عثمانیہ کے کسی چھوٹے سے حصے کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ یہودی اپنے کروڑوں پاؤنڈ اپنے پاس رکھیں...... میں ایک زندہ جسم پر جراحی کی اجازت نہیں دے سکتا۔''[3]

سلطانؒ نے کہا:

> ''جب تک میں زندہ ہوں، ہمارا جسم تقسیم نہیں ہونے دوں گا، (جب میں نہ رہوں تو) تبھی ہماری لاش کے ٹکڑے کیے جا سکتے ہیں۔''[4]

سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا:

> ''صہیونیوں کا لیڈر 'ہرزل' مجھے اپنے خیالات سے قائل نہیں کر سکتا۔ (میں جانتا ہوں کہ) صہیونی فلسطین میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اپنے سیاسی نمائندے منتخب کرنا چاہتے ہیں، اور وہ وہاں زراعت کا فروغ نہیں چاہتے (یہ محض ایک بہانہ ہے)۔ میں ان کے ہوسناک ارادوں سے واقف ہوں اور وہ بہت ہی سادہ ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ میں ان کی بات مان لوں گا۔ میں فلسطین میں ان کی ہر سازش کا مکمل مخالف ہوں۔''[5]

---

[2] A letter between Herzl and Newlinski, published by Institute for Palestine Studies

[3] Palestine: Politics of Poverty and Dependance, Professor S R Sonyel, Impact International, Vol. 15:20, 25 October 1985 (10 Safar 1405), pp. 10-11

[4] Herzl Diaries, Mossad Bialik Publishing House, p. 332

[5] Palestine: Politics of Poverty and Dependance, Professor S R Sonyel, Impact International, Vol. 15:20, 25 October 1985 (10 Safar 1405), pp. 10-11

سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے واشنگٹن میں تعینات سفیر 'علی فرخ بے' نے ۲۴ اپریل ۱۸۹۹ء کو ایک امریکی اخبار میں سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا:

> ''ہماری حکومت کا کوئی ارادہ نہیں کہ اپنے عرب علاقوں میں سے کوئی بھی علاقہ فروخت کریں۔ ہم اپنے اس عزم سے کبھی پیچھے ہٹنے والے نہیں، چاہے وہ ہماری جیبیں کروڑوں طلائی سکوں سے ہی کیوں نہ بھر دیں۔''[۱]

مختلف کوششوں اور سازشوں کی ناکامی کے بعد یہود اس نتیجۂ قطعی پر پہنچے کہ جب تک 'خلافت' موجود ہے ارضِ قدس پر یہودی ریاست کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس مکروہ مقصد کے لیے انہوں نے سلطان عبد الحمید ثانی جو کہ خلافت کے علمبردار و علامت تھے پر کئی قاتلانہ حملے کروائے، ان حملوں کی بھی ناکامی کے بعد یہود اور دنیا بھر کے صہیونیوں نے مل کر ایک ایسی سازش بُنی جس کے نتیجے میں سلطان عبد الحمید ثانیؒ کو تختِ خلافت سے الگ ہونا پڑا اور یوں کچھ ہی سال بعد خلافت کا مکمل سقوط ہو گیا۔ سلطان عبد الحمید ثانی نے تختِ خلافت سے علیحدگی کے بعد اپنے شیخ، ابو شامۃ محمود کو ۲۲ ستمبر ۱۹۱۳ء کو لکھے ایک خط میں لکھا:

> ''میں 'نوجوان ترکوں' کے ظلم و جبر اور دھمکیوں کے سبب تختِ خلافت سے الگ ہو گیا ہوں۔ اس گروہ کا مطالبہ تھا کہ میں فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی اجازت دوں۔ میں نے اس منصوبے کو ٹھکرا دیا۔ پھر انہوں نے مجھے پندرہ کروڑ برطانوی طلائی سکوں کی پیشکش کی۔ میں نے اس کو بھی ٹھکرا دیا اور ان سے کہا 'پندرہ کروڑ برطانوی طلائی سکے کیا؟ اگر تم مجھے پوری دنیا کا سونا بھی لا کر دے دو، تب بھی میں تمہاری بات نہ مانوں گا۔ میں نے امتِ مسلمہ کی تیس سال خدمت کی ہے۔ میں نے اپنے آباؤ اجداد کا نام مٹی میں ملنے نہیں دیا'۔ میرے آخری ردِّ عمل کے بعد انہوں نے میری معزولی کا فیصلہ کر لیا اور مجھے سالونیکا میں ملک بدر کر دیا۔ میں اللہ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ارضِ فلسطین، ارضِ سلطنتِ عثمانیہ اور امتِ مسلمہ کی سرزمین پر ایک نئی یہودی ریاست کے قیام کو منظور نہیں کیا۔''[۲]

ہم بچشمِ سر دیکھتے ہیں کہ خلافت کے سقوط کے بعد، یہود کی دیرینہ آرزو یعنی امتِ مسلمہ کی سرزمین پر، سرزمینِ فلسطین پر ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی۔ پھر یہ یہودی ریاست پچھلے ستر سالوں سے زائد فلسطین و اہلِ فلسطین کے ساتھ کیا روا رکھے ہوئے ہے، یہ سب بھی ہم بچشمِ سر دیکھ رہے ہیں۔ آج امتِ مسلمہ جس سانحے سے غزہ میں گزر رہی ہے، کشمیر و برما جس سانحے کی چند اور تصویریں ہیں، اس ظلم و عدوان کو روکنے کا طریقہ پھر سے وہی خلافت کا دوبارہ قیام ہے، جس کا ایک والی محمد بن قاسم کو سندھ کی ایک بیٹی کی نصرت کی خاطر روانہ کرتا ہے، جس خلافت کا ایک خلیفہ معتصم باللہ ایک مسلمان بہن کی پکار پر عموریہ کو سلطنتِ اسلام میں داخل کر دیتا ہے۔ بے شک اس ظلم و عدوان کو روکنے کا طریقہ خلافت ہے، وہ خلافت جہاں کوئی ظلم نہیں ہوتا، جہاں اللہ کی بندگی آسان اور شیطان کی بندگی مشکل ہوتی ہے، کلمۃ اللہ بلند ہوتا ہے اور سفرِ آخرت کا شعور ہر جگہ عام ہوتا ہے۔

---

[۱] Palestine: Politics of Poverty and Dependance, Professor S R Sonyel, Impact International, Vol. 15:20, 25 October 1985 (10 Safar 1405), pp. 10-11

[۲] The Palestine issue that cost Sultan Abdül Hamid II the Ottoman throne, By Ekrem Buğra Ekinci

صد سال قبل جب خلافت کا سقوط ہوا تو ایک ہندوستانی شاعر نے امتِ مسلمہ کی ماؤں کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک شہرۂ آفاق نظم کہی تھی۔ آج بھی امت میں ایسی ماؤں اور انہی ماؤں کے دلارے جیالے بیٹوں کی ضرورت ہے جو خلافت کے قیام کی خاطر جان دے دیں:

بولیں اماں محمد علیؔ کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہیں شوکتؔ علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
گر ذرا سست دیکھوں گی تم کو
دودھ ہرگز نہ بخشوں گی تم کو
میں دلاور نہ سمجھوں گی تم کو
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
غیب سے میری امداد ہوگی
اب حکومت یہ برباد ہوگی
حشر تک اب نہ آباد ہوگی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
کھانسی آئے اگر تم کو جانی
مانگنا مت حکومت سے پانی
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا
کلمہ پڑھ پڑھ خلافت پہ مرنا
پورے اس امتحاں میں اترنا
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ہوتے میرے اگر سات بیٹے
کرتی سب کو خلافت پہ صدقے
ہیں یہی دین احمدؐ کے رستے
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
حشر میں حشر برپا کروں گی
پیش حق تم کو لے کے چلوں گی
اس حکومت پہ دعویٰ کروں گی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

ہمارا ارادہ ماہِ 'مارچ' کی نسبت سے پہلے خلیفہ، خلیفۃ الرسول حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ عنہ کی بیٹی عافیہ صدیقی پر کچھ لکھنے کا تھا، لیکن غزہ سے ایک بہن بیٹی کے شوہر کا یہ روح فرسا پیغام ہمارے رونگٹے کھڑے کر گیا:

”انہوں (اسرائیلی فوجیوں) نے اسے اپنے کپڑے اتارنے کا حکم دیا اور اسے مارنے لگے۔ اس نے فوجیوں سے کہا کہ ’میں پانچ ماہ کی حاملہ ہوں، مجھے مت مارو‘۔ وہ اسے مارتے رہے اور کئی گھنٹے بعد انہوں نے باقی سب عورتوں کو وہاں سے نکال دیا، سوائے اس حاملہ عورت اور اس کے بچوں کے۔ پھر وہ اس عورت کو اس کے شوہر، اس کے رشتہ داروں اور اس کے بچوں کے سامنے لے آئے اور اس کی عصمت دری کی اور مردوں کو حکم دیا کہ کوئی آنکھیں بند نہ کرے ورنہ وہ انہیں گولی مار دیں گے!“

کس کے منتظر ہیں سب، معجزہ کہ زلزلہ
تا وہ دخترانِ دین بازیاب ہو رہیں

اے کاش کے راقم و قاری کی آنکھیں یہ واقعہ سن پڑھ کر آنسو بہانے لگیں اور پھر ہمیں کوئی آکر کہے ’خون جہاں بہنا ہو وہاں اشکوں کا کیسا بہنا؟‘۔ آج دو ارب امت نے غزہ کی بہن بیٹیوں کو یہودی درندوں کے سامنے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ کاش ہم میں کچھ غیرت ہو، کاش! قرآن کی آیتوں، احادیث و آثار، فقہی عبارتوں اور فتاویٰ کے پوچھنے کا وقت گزر گیا، ایسے وقت میں دلیلیں حمیت والے نہیں بے غیرت منافقین مانگا کرتے ہیں۔

ایک طرف غزہ میں ہر موجود ذریعے (بارود سے جبری قحط تک) سے اہلِ ایمان کا قتلِ عام ہو رہا ہے، عزتیں تار تار ہو رہی ہیں تو دوسری طرف صہیونی یہودیوں نے پانچ عدد سرخ گائیں خرید رکھی ہیں جو سر تا پا سرخ رنگ کی ہیں اور سنہ ۲۰۲۲ء سے مغربی کنارے میں جوارِ بیت المقدس میں ایک یہودی چراگاہ میں چر کر فربہ ہو رہی ہیں۔ یہودیوں کے سامرائی[8]، شیطانی، صہیونی، دجالی، مشرکانہ تحریف شدہ عقائد کے مطابق وہ ان سرخ گائیوں کو ذبح کر کے تین یا ان تین میں سے ایک کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں، وہ تین کام ہر مجدون کی جنگ، مسجدِ اقصیٰ پر یہود کا قبضہ اور ہیکل کی تعمیر ہے (لا قدر اللہ)۔ لیکن یہود اور صہیون کے غلاموں کو ’خوش خبری‘ ہو کہ خدانخواستہ اگر ایسا کوئی واقعہ رونما بھی ہوا تو اس کا انجام یہود کا اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نابود ہو جانا ہو گا کہ آخر الزمان کی جنگوں الملحمة الكبرىٰ یا الملحمة العظمیٰ جسے دیگر ہر مجدون (Armageddon) کہتے ہیں میں فتح و ظفر اہلِ ایمان کا مقدر ہے اور اس فتح و ظفر کی بشارت صادق و مصدوق نبی الملاحم محمد رسول اللہ (علیہ ألف صلاۃ وسلام) کی زبانِ مبارک سے دی گئی ہے، وہی محمد رسول اللہ ﷺ جن کا انکار اور جن سے حسد کرنے کے سبب یہودی کافر اور مغضوب ہیں۔ ان ملاحم یعنی گھمسان کی جنگوں میں جہاں فتح و ظفر کی یہ نوید ہے وہیں ہم کلمہ گوؤں کے لیے وعید کا سامان بھی ہے، اس لیے کہ جنگوں میں شرکت و لڑائی اور قربانی و جواں مردی وہی دکھا سکتا ہے، جو جنگوں کی تیاری کرنے والا ہو، سوال آج راقم و قاری کے سامنے یہ ہے کہ ہم نے ان جنگوں کی کس قدر تیاری کی ہے؟ بطورِ امتِ مسلمہ اقصیٰ و القدس کے دفاع کے لیے کیا سامان ہم نے جمع کیا ہے اور کیا اسباب ہم نے اختیار کیے ہیں؟ اہلِ غزہ تو بے شک یہ جنگ دہائیوں سے جاری رکھے ہوئے ہیں، لیکن القدس و اقصیٰ صرف غزہ و فلسطین کے لوگوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ الشیخ المجاہد محمد صلاح الدین زیدان [(سیف العدل) حفظہ اللہ ونصرہ اللہ] اپنی ایک حالیہ نشر شدہ تحریر ’هذه غزّة‘ میں فرماتے ہیں:

”آج ہم جس صورتِ حال کا غزہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ استعمار کا کمزوروں کے خلاف یہی وطیرہ رہا ہے۔ اہلِ غزہ سنہ اڑتالیس سے قبل بھی یہی جہاد کرتے رہے

---

[8] سامری کی نسبت سے

تھے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ استعمار کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مظاہروں، مذمتی قرار دادوں اور جلسے جلوسوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا واحد راستہ اور منصفانہ حل جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں!"

اسی صورتِ حال میں جب مجاہدینِ غزہ و غزہ کے مجاہد عوام (بشمول عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے) اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہیں، تو مجاہدینِ فلسطین کے ایک مجاہد قائد اور صہیونیوں کو ارضِ قدس میں مطلوب ترین شخص، شیخ محمد الضیف ابو خالد (حفظہ اللہ)، پوری امت کو نفیرِ عام دے رہے ہیں:

"اے اردن و لبنان، مصر و الجزائر، مراکش اور پاکستان، انڈونیشیا و ملائیشیا اور کل عالمِ عرب اور عالمِ اسلام میں بسنے والے ہمارے لوگو!

آج ہی نکلو اور فلسطین کی طرف چلنا شروع کر دو۔ کل نہیں! آج اور ابھی! آج ہی روانہ ہو جاؤ! ان سرحدوں، حکومتوں اور پابندیوں میں سے کوئی بھی تمہیں جہاد میں شرکت اور مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا شرف حاصل کرنے سے محروم نہ کر سکے!

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

"(جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

آج ہی وہ دن ہے (کہ جب جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا جائے)۔ پس جس کسی کے پاس بندوق ہو تو وہ اسے لے کر نکلے، کہ یہی اس کا وقت ہے۔ اور جس کے پاس کوئی بندوق نہیں تو وہ اپنے خنجر اور چاقو، ہتھوڑے اور کلہاڑے لے کر نکلے، یا اپنے دیسی ساختہ بم، یا اپنے ٹرک اور بلڈوزر یا اپنی گاڑی...... کہ آج کا دن ہی وہ دن ہے (کہ جب جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا جائے)!

تاریخ نے اپنے سب سے روشن، ممتاز اور ذی عزت و شرف صفحات پھیلا دیے ہیں، تو کون ہے جو نور و سعادت کے ان صفحات میں اپنا، اپنے خاندان اور اپنے علاقے کا نام لکھوائے؟

اے ہماری ملّت کے بیٹو! اور اے پوری دنیا کے مردانِ حُر!......وہ حکومتیں جنہوں نے غاصب اسرائیل کے ساتھ اپنی حمایت و تعاون جاری رکھ کر اسرائیل کے جرائم کی پردہ پوشی کی اور خود بھی اس کے جرم میں شریک رہے، ان کا راستہ روکو!

آج کا دن عظیم انقلاب کا دن ہے۔ اس دنیا میں قائم آخری قابض اور نسلی تعصب پر مبنی آخری نظام کو ختم کرنے کے لیے اٹھنے کا دن آج ہی کا دن ہے!"

پس جو حمیتِ اسلامی اور غیرتِ انسانی رکھتا ہو اور شعور و بصیرت اور دماغ و بصارت رکھتا ہو تو وہ طاغوتِ اکبر امریکہ اور اس امریکہ کی پروردہ ناجائز ریاستِ اسرائیل، ان کے مفادات اور باشندوں کو جہاں پائے نشانہ بنائے، بے شک اسرائیل کی امریکہ کے بغیر حیثیت اس باؤلے کتے کی سی ہے جو شکار پر جاتے بھیڑیوں کے غول کا حصہ بن جائے اور خود بھی بھیڑیوں کی سی آواز نکالنے لگے۔

اے دنیا بھر کے اہلِ ایمان! اگر فلسطین پہنچنا مشکل ہے تو صومالیہ و مالی اور برِّ صغیر و یمن کے محاذ فرضِ عین جہاد کی ادائیگی کے لیے آج ہر شخص کے سامنے کھلے ہیں! اور جو اہلِ ایمان مغربی ممالک خاص کر امریکہ، فرانس اور برطانیہ میں موجود ہیں وہ وہیں رہتے ہوئے ان صلیبیوں اور صہیونیوں کو نشانہ بنائیں! جو بندوق پائے تو بندوق لے کر نکلے، جو بندوق نہ پائے تو خنجر و چاقو، ہتھوڑے و کلہاڑے، دیسی ساختہ بم لے کر نکلے، ورنہ اپنے ٹرک، بلڈوزر اور گاڑی سے ان غاصبوں کو کچلے!

پس خلافت کے قیام، اپنے مقدسات کی بازیابی خصوصاً اقصیٰ و القدس کی آزادی، مظلومین خصوصاً اہلِ غزہ کی نصرت اور امریکہ، اسرائیل اور ان کے اتحادیوں کے خلاف زبان و قلم اور چاقو و کلاشن کوف سے جہاد فرضِ عین ہے! جو اس جہاد کی ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دعوت اس کا میدان ہے اور جو یہ بھی استطاعت نہ پائے تو دعوت و جہاد میں سرگرم ہونے کے لیے اعداد و تیاری اس پر لازم ہے۔ کیا قتال، جہاد، دعوت اور یہ نہ ہونے کی صورت میں اس کی 'تیاری' کے بعد بھی کوئی درجہ ہے جو ہمیں قیامت کے دن ربّ جَلَّ جَلَالُہٗ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی مظلوم امت کے سامنے سرخروئی دلا سکے؟

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت وتولنا فيمن توليت وبارك لنا فيما أعطيت وقنا شر ما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم اهدنا لما اختلف فيه من الحق بإذنك. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔
editor@nghmag.com

اُمیدِ مغفرت و رحمت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا[1]

وَقَالَ تَعَالٰى اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[2]

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ[3]

تعمیرِ حال اور تعمیرِ مستقبل کا سامان

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے رب سے مسلسل مغفرت مانگتے رہو۔ یہ مسلسل کا لفظ میں نے کیوں استعمال کیا؟ کیونکہ اِسْتَغْفِرُوْا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع کے اندر تجدد و استمراری کی خاصیت ہوتی ہے یعنی بار بار اس کام کو کیا جائے۔ عربی قواعد (گرامر) کی روسے فعل مضارع میں دو زمانے پائے جانا لازم ہے، ایک زمانہ حال اور دوسرا زمانہ مستقبل، تو معنیٰ یہ ہوئے کہ موجودہ حالت میں بھی ہم سے مغفرت مانگو اور آئندہ بھی مانگتے رہنا، لہٰذا یہ آیت دلیل ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی موجودہ حالت میں بھی اور آئندہ حالت میں بھی لیکن اللہ ایسا کریم مالک ہے جس نے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کا حکم دے کر ہمارا حال بھی بنا دیا اور مستقبل بھی بنا دیا۔ واہ! کیا شان ہے مالک کی کہ تعمیرِ حال اور تعمیرِ مستقبل دونوں کا سامان اس آیت میں اپنے کرم سے نازل فرما دیا کہ موجودہ حالت میں تم سے کوئی خطا ہو جائے تو ہم سے معافی مانگ لو اور اگر آئندہ بھی ہو جائے تو نااُمید نہ ہونا ہم سے معافی مانگ لینا۔ اور یہاں 'ربّ' کیوں نازل کیا کہ پالنے کی محبت ہوتی ہے، جیسے اماں ابا سے معافی کی بچوں کو جلد اُمید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ربّ نازل فرما کر بتا دیا کہ اپنے پالنے والے سے نااُمید نہ ہونا، میں تمہارا پالنے والا ہوں اور پالنے والا جلد معاف کرتا ہے لہٰذا مغفرت مانگتے رہو، بخشش مانگتے رہو اور بخشش مانگنے میں مزہ بھی تو ہے، مغفرت مانگنے کا الگ مزہ ہے۔

گناہ کی دو تکلیفیں

گناہ کرنے سے بندے کو، عاشق باوفا کو دو تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ غم ہوتا ہے کہ مجھ سے کیوں نالائقی ہوئی اور میں نے اپنے پالنے والے کو کیوں ناراض کیا۔ دوسرا ہر گناہ سے روح کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ گناہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ ماں باپ سے دوری باعثِ غم ہے یا نہیں؟ تو اصلی پالنے والا تو اللہ ہے۔ اس حقیقی پالنے والے کی دوری سے کس قدر غم ہو گا جبکہ ماں باپ اصلی پالنے والے نہیں، متولی ہیں۔ پالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو متولی بنایا گیا ہے، اگر ماں باپ ہی اصلی پالنے والے ہوتے تو ان کے مرنے کے بعد بچے کو مر جانا چاہیے تھا، ماں باپ کی موت کے بعد بچوں کی موت لازمی ہوتی لیکن جب ماں باپ نہیں ہوتے تو بھی تو بچہ پل جاتا ہے کیونکہ اصلی پالنے والا تو زندہ ہے لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے یتیم بچے اپنے ماں باپ کے زمانۂ پرورش سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی پرورش پا جاتے ہیں۔

گناہ کی تکلیفوں کا مداوا

تو اللہ تعالیٰ نے ربّ نازل فرمایا کہ اگر تم سے نالائقی ہو گئی اور گناہ سے تم کو دو غم ہوئے، ایک تو میری ناراضگی کا غم اور دوسرا تمہاری روح کو تکلیف ہوئی کہ اپنے پالنے والے سے الگ ہو گئے۔ جیسے لائق بیٹا ماں باپ سے جدا ہوتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے تو میں لفظ 'ربّ' نازل کر رہا ہوں کہ دیر نہ کرو، اپنے پالنے والے سے معافی مانگ لو، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری دونوں تکالیف دور کرنے کا اس استغفار میں انتظام فرما دیا کہ معافی مانگ کر تم اپنے پالنے والے سے پھر قریب ہو جاؤ گے۔ گناہ سے جو دوری ہوئی تھی استغفار کی برکت سے تمہاری دوری حضوری سے بدل جائے گی، اور گناہ سے تمہاری روح کو جو پریشانی اور بے قراری تھی جب استغفار کرو گے، اللہ سے مغفرت کی بھیک مانگو گے، اپنی بخشش مانگو گے، تو کیا ہو گا؟ وہ پریشانی سکون سے بدل جائے گی، کیونکہ ہر نیکی اللہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہے اور ہر گناہ اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے۔ نافرمانی کا اللہ تعالیٰ سے دور کرنا یہ کون سی ایسی باریک بات ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ہر بندہ جانتا ہے کہ گناہ سے اللہ تعالیٰ سے دوری ہو جاتی ہے، لہٰذا اِسْتَغْفِرُوْا نازل فرمایا کہ اے میرے بندو! مجھ سے معافی مانگتے رہو فی الحال بھی اور آئندہ بھی یعنی فی الحال بھی اُمید دلا دی اور مستقبل کی بھی اُمید دلا دی کہ اگر آئندہ بھی تم سے کوئی خطا ہو جائے تو معافی مانگ لینا کیونکہ مضارع کے اندر حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں اور ربّ نازل کر کے اور زیادہ اُمید دلا دی کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں، پالنے والا جلد معاف کر دیتا ہے اور گناہ سے جو تکلیف اور جو دوری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسے لذت سے بدل دیا کہ جب کہو گے اے میرے پالنے والے! تو کیا قرب نہیں ہو گا؟

---

[1] سورة نوح: ١٠

[2] سورة الرعد: ٢٨

[3] مشكوٰة المصابيح: ٢٠٦/١، باب الاستغفار والتوبة، المكتبة القديمية

استغفار سے لفظ ربّ کا ربط

بچہ جب کہتا ہے کہ ابّا معاف کر دو تو کیا وہ ابّا سے قریب نہیں ہو جاتا؟ جو صاحب اولاد ہیں ان سے پوچھو کہ اگر اولاد ابّا نہ کہے خالی یہ کہے کہ معاف کر دیجیے تو ابا کو مزہ نہیں آئے گا لیکن جب بچہ یوں کہتا ہے کہ اے ابا! اے میرے ابو! اے میرے بابا! مجھے معاف کر دیجیے تو کیا ابا کے لفظ سے ابا کے دل پر کیفیت طاری نہیں ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دریا میں طوفان اور جوش لانے کے لیے یہاں ربّ نازل کیا اور اپنے بندوں کو سکھایا کہ ہم سے یوں کہو کہ اے میرے پالنے والے! مجھ کو معاف کر دیجیے، مجھ سے نالائقی ہو گئی، اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے پالنے والے سے معافی مانگو۔

مغفرت کا غیر محدود سمندر

اور آگے فرمایا اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا یعنی اللہ تعالیٰ صرف بخشنے والا ہی نہیں ہے، بہت زیادہ بخشنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ غافر نہیں ہے، غَفَّارْ ہے، مغفرت کا بحرِ ذخار ہے کہ اگر سارے عالَم کو بخش دے تو اس کی مغفرت کے غیر محدود سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ کیوں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ اے وہ ذات کہ ہمارے گناہوں سے جس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ جو سورج کی طرف تھوکتا ہے تو اس کا تھوک اس کے ہی منہ پر گرتا ہے۔ اللہ تو بڑی شان والا ہے، اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ گناہوں سے ہم کو ہی نقصان پہنچتا ہے لہٰذا سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو سکھا رہے ہیں کہ یوں کہو یَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ اے وہ ذات کہ ہمارے گناہوں سے جس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا، وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ اور بندوں کو معاف کرنے سے اس کی مغفرت کچھ کم نہیں ہوتی۔ اس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی، فَاغْفِرْلِیْ مَا لَا یَضُرُّکَ تو میرے ان گناہوں کو آپ معاف کر دیجیے جن سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ہم لوگ تو دوسروں کو معاف کرنے میں اس لیے دیر کرتے ہیں کہ ہم کو نقصان پہنچتا ہے، یہ دلیل اس کے اندر پوشیدہ ہے، وَهَبْ لِیْ مَالَا یَنْقُصُکَ[4] جس چیز کے دینے سے آپ کے خزانے میں کمی نہیں آتی وہ مغفرت کا خزانہ ہم کو دے دیجیے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ کی عاشقانہ شرح

اور کیوں دے دیجیے؟ ایک مقام پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ایک اور خوبی اور ایک اور صفت کا واسطہ دے کر سکھایا کہ اس طرح بھی معافی مانگو اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور بہت کریم ہیں یعنی نالائقوں کو بھی معاف کرنے والے ہیں۔ جو اس درجہ نالائق ہو کہ گناہ کرتے کرتے اس قابل ہو گیا ہو کہ معافی کے قابل بھی نہ رہا ہو، ایسوں کو بھی مہربانی سے محروم نہ کرنے کا نام کرم ہے، لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ سکھایا کہ عَفُوٌّ کے بعد کَرِیْمٌ بھی کہو کہ اے اللہ! اگرچہ ہم اپنی مسلسل نالائقیوں سے، مسلسل بے وفائیوں سے اور بے غیرتی کے اعمال سے آپ کے منہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں اور اس قابل نہیں ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمادیں لیکن آپ کریم ہیں اور کریم کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو نالائقوں کو بھی اپنی مہربانی سے محروم نہ کرے، اس لیے آپ ہم پر رحم فرمادیجیے، اپنے کرم سے ہم کو محروم نہ کیجیے کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم نالائقوں کو بھی محروم نہیں کرتا۔

حق تعالیٰ کا محبوب عمل

اور صرف یہی نہیں کہ آپ بہت معافی دینے والے کریم ہیں بلکہ تُحِبُّ الْعَفْوَ اپنے معاف کرنے کے عمل کو آپ بہت محبوب رکھتے ہیں یعنی جب آپ کسی بندے کو معافی دیتے ہیں تو آپ کو یہ عمل بہت پیارا، بہت محبوب ہے۔ سبحان اللہ! یہ کس کا جواب ہے؟ مخلوق کا جواب ہے کہ ہم لوگ اپنے ستانے والے کو جب معاف کرتے ہیں تو ہمیں مزہ نہیں آتا، دل میں دکھن رہتی ہے لیکن پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے مزاج مبارک، مزاجِ عظیم الشان، مزاج عالی شان کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ دیکھیے! کسی شیخ کا مزاج معلوم کرنا ہو تو شیخ کے مقرب سے پوچھتے ہیں کہ شیخ کیا چیز پسند کرتے ہیں؟ بادشاہ کا مزاج معلوم کرنا ہو تو بادشاہ کے مقرب سے پوچھتے ہیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا نہیں۔ پس سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق تعالیٰ کا مزاج شناس دونوں جہانوں میں کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے مزاجِ مبارک، مزاجِ عظیم، مزاجِ عالی شان کو جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں دونوں جہانوں میں کوئی نہیں جانتا لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے مزاج سے اُمت کو باخبر فرما رہے ہیں کہ تمہارے پالنے والے کا یہ مزاج ہے اور ہمیں سکھا رہے ہیں کہ اللہ میاں سے ایسے مانگو کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ[5] اے اللہ! آپ معاف کرنے کو محبوب رکھتے ہیں، اے اللہ! جب آپ کسی کو معاف کرتے ہیں تو معاف کرنے سے آپ کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اپنے بندوں کو معافی دینا آپ کو نہایت محبوب ہے اور محدث عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کتنا پیارا کیا اَیْ اَنْتَ تُحِبُّ

---

[4] شعب الایمان للبیہقی: ۳۶۵/۵، (۷۳۰۵) هذا دعاء ابی بکر الساسی، فصل فی قراءة القرآن بالتفخیم، دارالکتب العلمیة، بیروت

[5] جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰى عِبَادِكَ[6] اپنے بندوں پر جب اپنی مغفرت کی صفت ظاہر کرتے ہیں اور ان کو معافی دیتے ہیں تو یہ عمل آپ کو نہایت محبوب ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی کا صیغہ ارشاد نہیں فرمایا، حال کا صیغہ ارشاد نہیں فرمایا، مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جانا لازم ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ کی یہ خوبی ہے کہ موجودہ حالت میں بھی معاف کرنے کے عمل سے آپ کو محبت ہے اور آئندہ بھی بندوں کو معاف کرنا آپ کو محبوب ہے۔ آپ کی یہ صفت حالیہ بھی ہے، مستقبلہ بھی کیونکہ آپ لازوال ہیں تو آپ کی ہر صفت بھی لازوال ہے جو کبھی آپ سے زائل نہیں ہوگی لہٰذا اس وقت بھی معافی دے دیجیے، آئندہ بھی معاف کر دیجیے۔

آہ! کیا پیارا عنوان ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم سب کی جانیں فدا ہوں کہ معافی کا کیسا پیارا مضمون عطا فرمایا کہ تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ جب کسی کو معافی دیتے ہیں تو اس عمل کو آپ بہت محبوب رکھتے ہیں یعنی اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کرنا آپ کو بہت ہی پیارا، بہت ہی محبوب ہے جیسے کسی کو شکار محبوب ہوتا ہے تو چار بجے رات ہی کو اُٹھ کر کوئی جال لے کر مچھلی کا شکار کرتا ہے، کوئی ہرن کا شکار کرتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ صاحب آپ کو کون سا شکار محبوب ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کو کون سا شکار محبوب ہے؟ ہم گناہ گاروں کو معاف کر دینا۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ کیسا کریم مولیٰ ہم سب کو ملا ہے۔

دوستو! بخاری شریف کی حدیث ہے جس کا ترجمہ اختر کر رہا ہے۔ آہ! کیا پیارا عنوان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ اے اللہ! جب آپ کسی کو معاف کرتے ہیں تو معاف کرنے میں آپ کو کوئی ناگواری نہیں ہوتی بلکہ معافی دینا آپ کا محبوب عمل ہے تو اس کام کو آپ خود محبوب رکھتے ہیں اور محبوب عمل کو جاری کرنے کے لیے کوئی میدان کوئی فیلڈ تو ہونی چاہیے، لہٰذا ہم گناہ گار اپنے گناہوں کا اعتراف، اپنے گناہوں پر ندامت و استغفار و توبہ کی گٹھڑی لے کر خود حاضر ہوئے ہیں کہ فَاعْفُ عَنِّيْ ہم گناہ گاروں کو معاف فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجیے اور ہمارا بیڑا پار کر دیجیے اور فَاعْفُ عَنِّيْ میں فاتعقیبیہ ہے کہ جب گناہ گار بندوں کو معافی دینا آپ کا محبوب شکار ہے، ہم گناہوں کے شکار ہیں، ہمیں معاف کر کے شکار کر لیجیے، معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے تو پھر دیر نہ کیجیے، جلدی سے ہم کو معاف کر کے اپنا محبوب عمل کر لیجیے، ہم تو آپ سے آپ کا محبوب عمل مانگتے ہیں لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتعقیبیہ لگا دی کہ اے اللہ! جلد معاف کر دیجیے، معاف کرنے میں دیر نہ کیجیے کیونکہ معاف کرنا آپ کو خود محبوب ہے، لہٰذا جلد کرم فرمائیے اور ہمیں معاف کر دیجیے۔

فرضیتِ تقویٰ کا عاشقانہ راز

اللہ تعالیٰ نے اپنے مزاجِ الوہیت کی بزبانِ نبوت سارے عالَم کو اطلاع کر دی کہ اے گناہ گارو! کیوں گھبراتے ہو مجھے معاف کرنا محبوب ہے، گناہ پر تم جری تو نہ ہو، گناہ پر بہادری مت دکھاؤ کیونکہ گناہ میری ناراضگی اور غضب کا بھی سبب ہے اور گناہ سے تم مجھ سے دور ہو جاؤ گے اور ہم تم کو دور کرنا نہیں چاہتے، اس لیے تقویٰ فرض کرتے ہیں۔ تقویٰ کے فرض ہونے کا راز اللہ تعالیٰ عطا فرما رہے ہیں کہ جانتے ہو کہ میں تم پر تقویٰ کیوں فرض کر رہا ہوں؟ اس لیے کہ ہر گناہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے اور شیطان سے قریب کرتا ہے، گناہ کر کے تم ہم سے دور ہو جاؤ گے اور ہم تم کو اپنی ذات سے دور نہیں کرنا چاہتے، ہم تمہاری دوری کو پسند نہیں کرتے، جب ماں باپ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد ان سے دور ہو تو میں تو ماں باپ کی رحمت کا خالق ہوں، ساری دنیا کے ماں باپ کو رحمت بھیک میں دیتا ہوں تو میں کیسے پسند کروں گا کہ میرے بندے مجھ سے دور رہیں، میری محبت چاہتی ہے کہ میرے بندے مجھ سے قریب رہیں لہٰذا تقویٰ کا حکم، گناہ چھوڑنے کا حکم اس لیے دیتا ہوں کہ تم ہم سے دور نہ رہو، ہم تمہیں اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔

مغفرت سے طلبِ رحمت کا ربط

پھر بھی اگر خطا ہو جائے اور تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگو، اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کا حکم بتا رہا ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی جب ہی تو معافی مانگنے کا حکم دے رہے ہیں لہٰذا کہو رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اے پالنے والے! مجھے معاف کر دیجیے تو لفظ رَبَّنَا میں بہت عظیم الشان لطف ہے اور معافی مانگنے میں عجیب مزہ ہے، معافی مانگنا بڑا مزیدار عمل ہے، اس کا مزہ کچھ نہ پوچھو لیکن جب مغفرت مانگو تو رحمت بھی مانگو۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ[7] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا کہ قُلْ اے نبی! آپ فرمایئے، پڑھتے رہیے، اس وقت بھی پڑھیے، آئندہ بھی پڑھتے رہیے، تمام زندگی پڑھتے رہیے، یہ قُلْ کا ترجمہ ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ اے ہمارے پالنے والے! ہم کو بخش دیجیے۔ وَارْحَمْ اور رحم بھی کر دیجیے۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور آپ بہترین رحم کرنے والے ہیں۔

تو مغفرت کے بعد رحمت کو کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں دیا کہ مغفرت کے بعد رحمت کا ایک خاص ربط ہے۔ مغفرت کے معنیٰ ہیں

[6] مرقاة المفاتيح: ٣٢١/٤، باب ليلة القدر، المكتبة الامدادية، ملتان

[7] سورة المؤمنون: ١١٨

بِسَتْرِ الْقَبِيْحِ وَاِظْهَارِ الْجَمِيْلِ[8] اللہ تعالیٰ جب معاف فرمادیتے ہیں تو اس کی برائیوں کو چھپا دیتے ہیں اور نیکیوں کو ظاہر فرمادیتے ہیں اور رحمت کے معنیٰ ہیں اَیْ تَفَضَّلْ عَلَیْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ[9] اب ہمارے اوپر اے اللہ! طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجیے کیونکہ آپ نے ہمیں معاف کر دیا، ہم کو بخش دیا، باوجود اس کے کہ ہم اَفَانِیْنِ الْعِقَابِ کے مستحق تھے۔ فَنْ کی جمع فُنُوْنٌ اور فُنُوْنٌ کی جمع اَفَانِیْنٌ جو ہم طرح طرح کے عذابوں کے مستحق تھے تو جب ہم نے معافی مانگ لی اور آپ نے ہم کو بخش دیا تو اب ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازش کیجیے۔ اس نالائق بندے کو جو طرح طرح کے عذاب کا مستحق تھا اب اس پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دیجیے۔ یہ تفسیر روح المعانی پیش کر رہا ہوں جو عربی زبان میں ہے، اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ دیکھیے! جب بچہ ابّا کو راضی کر لیتا ہے کہ ابّا معاف کر دو تو ابّا مسکرا دیتا ہے اور بچہ علامت سے سمجھ جاتا ہے کہ اب ابّا نے معاف کر دیا تو پھر ابّا سے کہتا ہے کہ ابّا پیسہ دیجیے، لڈو دیجیے، ٹافی دیجیے، جس درجے کا بچہ ہوتا ہے اسی درجے کی درخواست کرتا ہے، اگر نادان بچہ ہے تو ٹافی ہی پر رہے گا، اور اگر سمجھ دار ہے تو لڈو مانگے گا، اور سمجھ دار ہے تو موٹر مانگے گا، اور سمجھ دار ہے تو بلڈنگ مانگے گا، اور سمجھ دار ہے تو کارخانہ مانگے گا جس طرح ہر بچے کی مانگ الگ ہوتی ہے اسی طرح ہر بندے کی درخواست الگ ہوتی ہے، بندہ جتنا اللہ کو پہچانتا ہے، جتنا اللہ والا ہوتا ہے اس کی درخواست بھی اتنی ہی بلند ہوتی ہے۔

رحمت کے چار معنیٰ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت کی چار تفسیر کی ہیں کہ اے اللہ! اب جب ہم نے آپ سے معافی مانگ لی تو چار قسم کی رحمت عطا فرمایئے:

۱) توفیقِ طاعت و فرماں برداری دے دیجیے۔ ۲) فراخیٔ معیشت۔ میری روزی بڑھا دیجیے۔ گناہ کی وجہ سے جو روزی میں برکت نہیں تھی، اب روزی میں برکت ڈال دیجیے۔ ۳) بے حساب مغفرت کا فیصلہ فرما دیجیے۔ ۴) دخولِ جنت۔ جنت میں داخلہ دے دیجیے۔ یہ چار معنیٰ ہیں رحمت کے۔

گناہوں کے نقصانات

اس کے بعد جو دوسری آیت میں نے تلاوت کی تھی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[10] اب اگر کوئی گناہوں پر جرأت کرتا ہے، اللہ سے معافی نہیں مانگتا تو اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے گردے بے کار کر سکتا ہے، تمہیں کینسر میں مبتلا کر سکتا ہے، تمہاری روزی سے برکت اُٹھا سکتا ہے، سارے عالَم کو تمہارے لیے عذاب بنا سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو بیوی بچے بھی نافرمان ہو جاتے ہیں، عزیز و اقارب بھی دشمن ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ گھوڑا گدھا بھی اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارا جہان اس کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ ایک اللہ والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہو جاتی ہے، میرے بچے بھی مجھے ستاتے ہیں، میرا گھوڑا بھی خلاف چلتا ہے اور میرا گدھا بھی نافرمان ہو جاتا ہے۔ یہ وہ دنیاوی حکومت نہیں ہے کہ پاکستان میں جرم کر کے برطانیہ یا امریکہ میں جا کر سیاسی پناہ لے لی۔ اللہ کا مجرم کہیں سیاسی پناہ نہیں پا سکتا کیونکہ سارے عالَم میں خدا ہی کی حکومت ہے، اسی کی زمین ہے، اسی کا آسمان ہے، لہٰذا جلدی توبہ کر لو، معافی مانگ لو، تب چین پا جاؤ گے۔

عظیم الشان ذکر

استغفار کرنا، اللہ کو راضی کرنا، معافی مانگنا بہت بڑا ذکر ہے۔ جو اپنے مالک کو راضی کر لے وہ اصلی ذاکر ہے۔ اسی لیے میں نے یہ آیت تلاوت کی کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اگر توبہ کر کے مالک کو خوش کر لو، معافی مانگ لو تو تمہارے قلب کو چین آئے گا کیونکہ ذکر سے دل کے چین کا واسطہ اور رابطہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سینے میں دل ہم نے بنایا ہے لہٰذا اس دل کو چین صرف ہماری یاد ہی سے ملے گا اور نافرمانی اور گناہ سے تم بے چین اور پریشان رہو گے۔ بے چینی کا سبب گناہ ہے لہٰذا اس کا علاج یہی ہے کہ استغفار کر کے تم ہم کو راضی کر لو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے۔ اس سے بڑا ذکر کیا ہو گا کہ تم اپنے مالک کو راضی کر لو لہٰذا اس آیت کی تلاوت کی یہ وجہ تھی کہ استغفار بہت بڑا ذکر ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ جلدی استغفار اور جلدی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر تم اللہ تعالیٰ کو خوش کر دو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے، اس کی برکت سے تم چین و سکون پا جاؤ گے ورنہ کہیں سکون نہیں پاؤ گے۔ ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہو گیا عالَم بیاباں ہو گیا

جب دل تباہ ہوتا ہے تو سارا عالَم اندھیرا لگتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو گے تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے دل باغ و بہار ہو جائے گا، چین آ جائے گا اور جب دل میں چین ہوتا ہے تو سارے عالَم میں چین نظر آتا ہے، جب دل غم زدہ ہوتا ہے تو سارے عالَم میں غم نظر آتا ہے۔ یہ آنکھیں تابع دل ہیں، بصارت تابع بصیرت ہے یعنی قلب کا جو حال ہو گا آنکھ کا وہی

[8] روح المعانی: ۷۱/۳، البقرة(۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

[9] روح المعانی: ۴۲/۱۱، ذُکر تفسیرہ فی سورة التوبة(۱۱۷)، دار احیاء التراث، بیروت

[10] سورة الرعد: ۲۸

حال ہو گا۔ اگر دل خوش ہے تو ہر طرف خوشی نظر آئے گی اور اگر دل میں غم ہے تو ہر طرف غم نظر آئے گا، اور اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ اور ذکر کی برکت سے دل میں چین آئے گا تو سارے عالَم میں آپ کو چین ملے گا، بال بچوں میں بھی سکون سے وہ آدمی رہتا ہے۔ اور جس کا دل گناہوں سے پریشان رہتا ہے وہ اپنی بیوی سے بھی لڑتا ہے، بچوں کی بھی پٹائی کرتا ہے، ہر شخص سے الجھتا ہے کیونکہ اس کا دل معتدل اور نارمل نہیں ہے، مثل پاگل ہو جاتا ہے۔ پاگل آدمی ہر ایک کو ستاتا ہے، پاگل کا کیا بھروسہ۔ یاد رکھو! جو عقل کا خالق ہے، جب اس کو راضی کرو گے تو عقل ٹھیک رہے گی ورنہ جو جتنا گناہ کرتا ہے عقل خراب ہوتی چلی جاتی ہے اور عقل کی خرابی سے آدمی پاگل ہوتا ہے اور پاگل نہ خود چین سے رہتا ہے نہ چین سے رہنے دیتا ہے۔

توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے

بعض گناہ گاروں کو شیطان بہکاتا ہے، مایوس کرتا ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کیسے محبت کرے گا کہ تم نے تو دھندہ بنا رکھا ہے گناہ کا اور دھندہ بھی کیسا جو کبھی مندا نہیں ہوتا، تو کیسا بندہ ہے تُو؟ اس کا جواب سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ[1] اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور آئندہ بھی محبوب رکھے گا اس بندے کو جو مومن ہے اور کیسا مومن ہے اَلْمُفَتَّنْ جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہے، فتنۂ گناہ میں بار بار مبتلا ہوتا ہے مگر ایک خوبی اس میں ایسی ہے جو سبب ہے اس کی محبوبیت کا اور وہ اس کی فائنل رپورٹ ہے، وہ کیا ہے؟ اَلتَّوَّابْ وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا بھی ہے، اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتا ہے، گناہ کر کے خوش نہیں ہوتا، پچھتاتا ہے کہ آہ! میں نے کیوں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا، اس لیے نادم ہو کر دل کی گہرائی سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کی چار شرطوں کے ساتھ توبہ کرتا ہے۔

توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل

گناہ سے فوراً بھاگ جاتا ہے، گناہ سے علیحدہ ہو کر فوراً توبہ کرتا ہے، اگرچہ بار بار فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے لیکن توبہ صادق کی برکت سے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ جب بندے نے توبہ کی کہ اے اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی، معاف کر دیجیے، اس حرام مزے سے میں سخت نادم و شرمندہ ہو کر معافی چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فوراً معاف فرما دیتے ہیں۔

توبہ کی شرطیں یہ ہیں:

اَ۔ گناہ سے الگ ہو گیا۔

ب۔ شرمندہ ہو گیا، دل کو دُکھ پہنچ گیا کہ آہ! میں نے کیوں گناہ کیا؟ قلب میں ندامت پیدا ہو گئی۔

ج۔ آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب آپ کو آئندہ کبھی ناراض نہیں کروں گا، اگرچہ دل کہتا ہے کہ تو پھر کرے گا لیکن دل کی بات نہ ماننے کا عزم رکھتا ہے، اگرچہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ تُو پھر مبتلا ہو گا، شیطان یہ وسوسہ ڈالے تو کہہ دو کہ اگر دوبارہ گناہ کر بیٹھوں گا تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا، ان کے در کے علاوہ اور کوئی در بھی تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق توبہ دے کر اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کر دیتا ہے، اگرچہ جانتا ہے کہ یہ ظالم پھر گناہ کرے گا۔ اس حدیثِ پاک کی شرح کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان بندوں کو جو بار بار گناہ کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر توبہ بھی زبردست کرتے ہیں۔

ندامت کے آنسوؤں کی کرامت

جو بندے تَوَّابْ ہیں، کثیر التوبہ ہیں یعنی بہت زیادہ روتے ہیں، بہت زیادہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں، ان کے یہ آنسو اللہ کے خزانے میں جمع ہو جاتے ہیں، ایسا بندہ کبھی رائیگاں نہیں ہو گا، ان شاء اللہ، چاہے شیطان و نفس اس کو گناہوں کے جنگل میں اللہ سے کتنا ہی دور لے جائیں لیکن وہ جو پہلے اللہ تعالیٰ سے رویا تھا کہ اے اللہ! میری حفاظت کرنا، گناہوں سے مجھے ضائع نہ ہونے دینا اس کے وہ سابقہ آنسو اللہ کی بارگاہ میں محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ ندامت کے ان آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کرتا، پھر ان آنسوؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندے کو تلاش کرتی ہے کہ اے فرشتو! میرا بندہ مجھ سے بہت دور ہو گیا، تم جا کے پھر اس کے دل میں توفیق ڈالو کہ توبہ کر کے پھر میرے پاس آ جائے لہٰذا جو لوگ روتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اپنی حفاظت میں رکھنا، ہمیں ضائع نہ ہونے دینا، خاتمہ ہمارا ایمان پر کرنا اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجیے، ایسے رونے والے بندے ضائع نہیں ہوتے۔ ان شاء اللہ ان کا خاتمہ خراب نہیں ہو گا، جس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے اس کو رونے کی توفیق نہیں ملتی۔ اسی لیے محدثین نے لکھا ہے کہ ابلیس کو کبھی اپنے گناہ پر ندامت نہیں ہوئی، اس ظالم نے ہمیشہ اَنْظِرْنِیْ کہا کہ مجھے مہلت دیجیے، میں آپ کے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ یہ ظالم اگر اُنْظُرْ اِلَیَّ کہہ دیتا کہ مجھ پر ایک نظر ڈال دیجیے تو معاف ہو جاتا، لیکن اُنْظُرْ اِلَیَّ نہیں کہا اَنْظِرْنِیْ کہتا رہا کہ مہلت دیجیے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں، اس کو اُنْظُرْ اِلَیَّ کی توفیق نہیں ہوئی کیونکہ یہ مردود تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ جس کو مقبول رکھتا ہے اس کو نظرِ عنایت مانگنے کی توفیق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلطی ہو گئی، نالائق ہوں مگر آپ کا ہوں، آپ ہی ہمارے واحد خدا ہیں، آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 52 پر)

[1] مشكوٰة المصابيح: ١/٢٠٦، باب الاستغفار والتوبة، المكتبة القديمية

سیرتِ رسول ﷺ کے سائے میں

معاصر جہاد کے لیے سیرتِ رسول ﷺ سے مستفاد فوائد و حِکَم!

شیخ منصور شامی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ و استفادہ: مفتی محمد متین مغل)

زیر نظر تحریر شیخ منصور شامی (محمد آل زیدان) شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ عربی مقالات کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۱۴۳۱ھ میں وزیرستان میں شہید ہوئے۔ یہ مقالات مجلہ 'طلائع خراسان' میں قسط وار چھپے اور بعد ازاں مجلے کی جانب سے محرم ۱۴۳۲ھ میں کتابی شکل میں نشر ہوئے۔ ترجمے میں استفادہ اور ترجمانی کا ملا جلا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مترجم کی طرف سے اضافہ کردہ باتوں کو چوکور قوسین [] میں بند کیا گیا ہے۔ (مترجم)

مسلمان کی عظمت و وقعت

قریش کے دو افراد اس سریے میں گرفتار ہوئے، قریش نے انہیں رہا کروانے کے لیے فدیے کی رقم بھیجی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہم تاوان لے کر انہیں نہیں چھوڑیں گے، جب تک ہمارے دونوں گمشدہ ساتھی (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ) ہم تک نہ پہنچ جائیں؛ کیونکہ ہمیں ڈر ہے تم انہیں نقصان پہنچاؤ گے، سو اگر تم نے انہیں قتل کیا تو ہم بھی تمہارے دونوں قیدی قتل کر دیں گے"۔ چنانچہ جب حضرت سعد و عتبہ رضی اللہ عنہما بعافیت مدینہ پہنچ گئے تب آپ ﷺ نے ان دونوں کا فدیہ قبول فرما کر انہیں چھوڑا۔ (البدایہ والنہایہ)

اس سے پتہ چلا کہ کافر قیدی کو فدیہ لے کر رہا کرنا جائز ہے، خواہ فدیے میں نقد رقم لی جائے یا کوئی اور چیز، اس کے جواز کے دلائل بے شمار ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کی جان بچانا مال و دولت کے حصول پر مقدم ہے، مومن کی جان انمول ہے، دنیا کا مال اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

دو گمشدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے لیے آپ ﷺ نے دو اقدام کیے، ایک تو یہ کہ قیدیوں کا فدیہ نہیں لیا اور انہیں اپنی تحویل میں رکھا اور دوسرا یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچانے کی صورت میں ان دونوں کے قتل کی دھمکی دی۔

لہٰذا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت اور مسلم قیدیوں کی رہائی کے لیے ہر جائز و ممکن قدم اٹھائیں، کسی بھی صورت میں کسی بھی مسلمان کو کفار کا تختۂ مشقِ ستم بننے کے لیے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جا سکتا۔ [بلکہ اگر کسی کافر پر کوئی مسلمان زیادتی کرے تو بھی اسلامی عدالت اس کا فیصلہ کرے گی، کافروں کی عدالت میں مقدمہ نہیں پیش کیا جائے گا، مثلاً: مومن کسی کافر مستامن یا معاہد کو مار دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، البتہ تعزیری سزا دی جا سکتی ہے]۔

کافر کا حق مارنے کی وجہ سے اُس مسلمان کو کفار کے حوالے کر دینا ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس سے بڑی عار و شرم اور کیا ہو گی کہ اب باقاعدہ فتوے دیے جا رہے ہیں: "نائن الیون کے مجرموں کے خلاف کارروائی جائز ہے اور ان مجرموں کو 'عالمی انصاف' کے کٹہرے میں لا کر سزا دینا 'واجب' ہے"۔

بخدا! یہ تو کفار کے ساتھ کھلی دوستی اور موالات ہے۔

مومنوں کی [اللہ سے] اجر کی امید

مشہور سیرت نگار امام ابن اسحٰق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حرمت والے مہینے میں قتال کی وجہ سے مسلمانوں کو لاحق ہونے والی پریشانی جب وحی کے نزول سے زائل ہو گئی تو انہیں یہ امید ہونے لگی کہ اس قتال پر انہیں اجر بھی ملے گا۔ [سبحان اللہ! کیا کہنے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اللہ جل جلالہ کے ساتھ حسنِ ظن کے!] ان کے اس حسنِ ظن پر سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۱۸)

"جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، تو وہ بے شک اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" (البدایہ والنہایہ)

اللہ جل جلالہ نے اس آیت میں اس سریے کے شرکاء کو ان سے صادر ہونے والی خطا کے باوجود ایمان، ہجرت اور جہاد کے اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر مجاہدین اخلاص کے ساتھ جہاد کریں، گناہ سے بچنے کی کوشش بھی کریں، لیکن اس کے باوجود بھی ان سے کوئی غلطی صادر ہو جائے تو ان کی تمام جہادی کوششوں کو کالعدم قرار دے کر انہیں اللہ کی رحمت سے محروم قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اللہ کی رحمت سے امّید رکھنی چاہیے کہ ان کی خطا بخش دی جائے گی، ایک نادانستہ غلطی کی وجہ سے کسی کی تمام اچھائیوں کو نظر انداز کرنا درست طرزِ عمل نہیں۔

بہت ظالم ہیں وہ لوگ جو مجاہدین کی تمام بھلائیوں، قربانیوں اور کارناموں کو بھلا کر ان کی غلطیوں کو اچھالتے ہیں، انہیں برے برے القاب دے کر بدنام کرتے ہیں، اور اسی پر اکتفا

نہیں کرتے بلکہ ان کے پورے جہاد کو ہی غلط، بے نتیجہ اور عذاب کا باعث قرار دیتے ہیں، شہیدی نوجوانوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیتے ان کی زبانوں پر لرزہ نہیں آتا۔ بے شک ایسے لوگ ظالم اور مایوسی پھیلانے والے ہیں، خود بھی جہاد نہیں کرتے، دوسروں کو بھی روک کر مجاہدین کو نقصان پہنچاتے ہیں، یقیناً ان سے آخرت میں اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حکم لگانے میں انصاف کرنا چاہیے

یہ سریہ اور اس کی بابت نازل ہونے والی آیات غلطیوں سے نمٹنے کا طریقہ سکھاتی ہیں، غلطی کرنا انسان کی فطرت ہے، لہٰذا اگر وہ غلطی سے نمٹنا نہ سیکھے تو دوسری مرتبہ پہلے سے بڑی غلطی کرے گا، جیسے غلطی سے کسی کی آنکھ میں کچھ چلا جائے اور وہ اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوئی غلط دوا آنکھ میں ڈال کر آنکھ سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔

لیکن اخطاء سے تعامل کا طریقہ بیان کرنے سے بھی پہلے ہم یہ دیکھنا چاہیں گے کہ اصل غلطی کہاں ہوئی تھی اور اس واقعے کی بابت کن کن لوگوں کی کیا کیا رائے تھی اور اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ فرمایا؟

غلطی حرمت والے مہینے میں کفار کے خلاف قتال کرنے کی تھی، ابتدائے اسلام میں حرمت والے مہینوں میں لڑنے کی ممانعت تھی، لیکن بعد میں یہ ممانعت سورۂ توبہ کے نزول کے وقت منسوخ ہوگئی، جمہور علماء کے نزدیک اب ان مہینوں میں بھی قتال جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس خطا کے بارے میں لوگوں کے مختلف موقف تھے اور اس کی وجہ نقطۂ نظر کا اختلاف تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس فعل کو غلط قرار دیا، ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہیں حرمت والے مہینے میں قتال کا نہیں کہا تھا“۔ لیکن قیدیوں اور مالِ غنیمت کی بابت آپ ﷺ نے وحی کا انتظار کیا اور جب تک وحی نہیں آئی معاملے کو جوں کا توں رہنے دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

مسلمانوں کے دو گروہ ہوگئے، مدینہ والوں نے اہلِ سریہ کے اس فعل پر ناگواری کا اظہار کیا، جبکہ مکہ میں موجود مسلمانوں نے اس خبر کو قریش کا الزام سمجھ کر اس کی تاویل کی کہ یہ واقعہ شعبان میں ہوا ہے [قریش موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہتے تھے]۔ (البدایہ والنہایہ)

کفارِ مکہ نے کہا: محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں نے محترم مہینوں کی حرمت کو پامال کیا، خون بہایا، مال لوٹا اور قیدی بھی بنایا۔ (البدایہ والنہایہ)

اپنے حسد اور دشمنی کی وجہ سے یہودِ مدینہ نے بھی موقع غنیمت جانا، اور ایک فال نکالی۔ عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبد اللہؓ نے قتل کیا تھا، سو انہوں نے دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یہ فال نکالی: عمرو نے جنگ کو آباد کیا (لفظ عمر کا مادہ آبادی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے)، حضرمی جنگ میں حاضر ہوا (حضر کا مطلب ہے حاضر ہونا)، واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی (واقد کا مطلب ہے آگ بھڑکانے والا)، [اس فال سے وہ اپنے بیمار ذہنوں کو یہ تسکین دے رہے تھے کہ اب سارا عرب مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور وہ پھر سے مدینہ کے بادشاہ گر و مختارِ کل بن جائیں گے]۔

اس فعل کو غلط مسلمان بھی کہتے تھے اور کفار بھی، لیکن دونوں کے غلط کہنے میں زمین آسمان کا فرق تھا، مسلمان اسے غلط اس وجہ سے کہہ رہے تھے کہ یہ ان کے دین کے احکام کی خلاف ورزی تھی [کفار کے طے کردہ (اقوام متحدہ کے) اصولوں کی بنیاد پر انہیں غلط نہیں قرار دے رہے تھے]، اور اس کے باوجود ان مسلمانوں سے ان کی ایمانی اخوت و محبت بحال و برقرار تھی، اس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، جبکہ کفار کی تو مسلمانوں سے دیرینہ دشمنی تھی، وہ موقع کی تلاش میں تھے اور اب اس سے فائدہ اٹھا رہے تھے، حالانکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ محترم مہینوں اور حدودِ حرم میں جو جرائم وہ کر چکے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی یہ غلطی کچھ بھی نہیں، ان کا مسلمانوں کی اس غلطی کو اچھالنا ’بی مینڈکی کو بھی زکام ہوا‘ والی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما کر کفارِ مکہ کو آئینہ دکھا دیا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ (البقرۃ: ۲۱۷)

”لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔“

کفار تو اپنی طرف جھوٹے الزامات گھڑ کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے رہتے ہیں، لہٰذا جب انہیں مسلمانوں کی کسی حقیقی برائی کا پتہ چلتا ہے تو ان کی خوشی دیدنی ہوتی ہے، چھوٹی سی غلطی کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، کفار کا یہ طرزِ عمل انوکھا اور قابلِ تعجب نہیں، کیونکہ جب کفر جیسی سب سے بڑی برائی کر سکتے ہیں تو دیگر گناہ تو اس سے چھوٹے ہیں، ان کا ارتکاب بہت معمولی بات ہے۔ تعجب تو ان اہلِ اسلام بلکہ اربابِ دستار پر ہے جو کفار کے اُگلے ہوئے کی جگالی کرتے ہیں، انہی کے الزامات کو نہ صرف دہراتے ہیں، بلکہ شرعی جواز و دلائل سے بھی آراستہ کرتے ہیں، یقیناً ان کا پروپیگنڈا کفار کے پروپیگنڈے سے زیادہ مضر ہے، کیونکہ کفار کی اہلِ اسلام سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔

مسلمان اگر کوئی غلطی بھی کرتا ہے تو اسے وہ سزا دی جائے گی جو شریعت نے مقرر کی ہے، یہ نہیں کہ اس کے خلاف کفار کا ساتھ دیا جائے۔ جب غلطی کے باوجود مسلمانوں کے خلاف کافر کا ساتھ نہیں دیا جا سکتا، تو اگر مسلمان حق پر ہو تو کافر کا ساتھ دینا کس شرعی دلیل کی رو سے درست ہو سکتا ہے؟

یہ 'اربابِ فضیلت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس بنیادی قاعدے سے بھی ناواقف ہیں کہ "جب انکار کے نتیجے میں بڑا منکر پیدا ہو رہا ہو تو انکارِ منکر ناجائز ہے"۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ پہلے آداب اور طریقہ سیکھیں پھر انکارِ منکر کریں، اور اگر وہ واقف ہیں تو پھر کس دلیل کی رو سے مجاہدین کی غلطیوں کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، جس سے عامۃ المسلمین جہاد سے ہی بدکنے اور خوف کھانے لگے ہیں؟

الغرض! درج بالا واقعے سے مندرجہ ذیل دروس حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ مجاہدین بھی دیگر عام مسلمانوں جیسے انسان ہیں، ان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں، وہ معصوم نہیں ہوتے، مجاہد یا متقی ہونے کے لیے 'غلطیوں سے پاک ہونا' ضروری بھی نہیں، اللہ رب العزت قرآنِ کریم میں متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۵)

"اور یہ (متقی) وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کیے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔"

اس آیت نے صاف بتا دیا کہ متقی بننے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان سے غلطی ہی نہ ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ جب بھی ہو تو انسان توبہ کر لے، اس پر ڈٹا نہ رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر انسان خطاکار ہے (یعنی ہر انسان گناہ کرتا ہے علاوہ انبیائے کرام کے کیونکہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں) اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔" (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) [مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر ۸۷۳ متفق علیہ]

۲۔ کسی صورتحال کے بارے میں حکمِ شرعی معلوم نہ ہو تو توقف کر کے پہلے حکم معلوم کرنا چاہیے، جب تک حکم معلوم نہ ہو کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کے سامان اور قیدیوں میں کوئی تصرف نہیں کیا، جب وحی نازل ہوئی اور شرکائے سریہ کا خوف دور ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور سامان کو لے لیا۔ (البدایہ والنہایہ)

۳۔ مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان کو انکارِ منکر کرتا ہے تو اس کا سبب دینی حمیت ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے مابین ایمانی اخوت باقی رہتی ہے، جبکہ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر کی جانے والی تنقید کا سبب بغض و کینہ ہوتا ہے۔

[لیکن اس کے باوجود کفار کے الزامات پر ایک مرتبہ ٹھنڈے دل سے غور کر لینا چاہیے، اگر وہ درست ہوں اور شریعت بھی انہیں غلط کہتی ہو تو پھر اپنی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے، صرف اس وجہ سے کہ کافر نے غلطی پر تنبیہ کی ہے اصلاح کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

مسندِ احمد میں صحابیہ حضرت قُتَیلہؓ کی روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کا ایک عالم آیا اور اس نے کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم بہت اچھے لوگ ہو، اگر تم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "سبحان اللہ! وہ کیا (شرک) ہے؟" اس نے کہا: "جب تم لوگ (یعنی مسلمان، نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) قسم کھاتے ہو تو 'کعبہ کی قسم' کہتے ہو"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ٹھہرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "اس شخص نے بات (ٹھیک) کی ہے، لہٰذا جو بھی قسم کھائے کعبہ کے رب کی قسم کھائے"۔ پھر اس یہودی عالم نے کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اچھے لوگ ہو، اگر تم اللہ کا ہمسر نہ بناؤ"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "سبحان اللہ! وہ (ہمسر بنانا) کیا ہے؟" اس نے کہا: "تم (مسلمان لوگ) کہتے ہو 'ماشاء اللہ وشئت' (جو اللہ چاہے اور آپ [یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم] چاہیں)"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ٹھہرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "اس شخص نے (ٹھیک) بات کی ہے، لہٰذا جو 'ماشاء اللہ' کہے وہ (مراتب میں) فاصلہ لا کر یوں کہے: 'ثم شئت' (جو اللہ چاہے، اس کے بعد جو آپ چاہیں)"]

۴۔ مکہ میں مقیم مسلمانوں نے جس طرح اپنے بھائیوں کے حق میں تاویل کی کہ "انہوں نے رجب میں حملہ نہیں کیا، بلکہ شعبان کا چاند نظر آنے کے بعد جب حرمت والا مہینہ باقی نہ رہا تو حملہ کیا"، اس سے سبق ملتا ہے کہ مسلمان بھائی سے جب غلطی ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو اسے معذور سمجھنا چاہیے، بعض بزرگوں سے منقول ہے: "اپنے مسلمان بھائی کے لیے سو عذر تلاش کرو، پھر بھی کوئی عذر نہ پاؤ تو یہ کہو کہ شاید اس کا کوئی ایسا عذر ہو جس کا مجھے علم نہیں"۔

یہ حکم اس وقت اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے جب ناقد اپنی دوری کی وجہ سے براہِ راست معاملات سے واقف نہ ہو اور جس ذریعے سے اس تک خبر پہنچی ہو وہ بھی معتبر نہ ہو، اللہ جل جلالہ نے تو ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اسے خوب تحقیق اور چھان بین کے بعد قبول کرنا چاہیے، ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ (الحجرات: ۶)

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔“

پھر اگر خبر لانے والا کافر ہو جس کے دل میں اسلام واہلِ اسلام سے نفرت کا آتش فشاں کھول رہا ہو تو اس کی خبر کیونکر قبول کی جاسکتی ہے!

افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اسلام اور بالخصوص جہاد کے بارے میں کافروں اور نام نہاد مسلمان ملکوں کے ذرائع ابلاغ کی طرف سے نشر کی جانے والی منفی خبروں کو حقیقت جان کر من وعن قبول کر لیتی ہے، انہی خبروں کو بنیاد بنا کر مجاہدین کے بارے میں غیر منصفانہ رائے قائم کرتی ہے۔

۵۔ یہود کے طرزِ عمل سے پتہ چلا کہ کفار کا اگرچہ کسی معاملے سے تعلق نہ بھی ہو تب بھی وہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے موقع کی تاک میں رہتے ہیں، اس کی وجہ ان کا مسلمانوں کے ساتھ حسد اور کینہ ہے۔

۶۔ سب سے قیمتی سبق جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ ربانی تفریق ہے جو دو خطار کے گروہوں کے درمیان کی گئی، ایک گروہ (مسلمان) کی نیکیاں سمندر کے برابر تھیں اور خطاؤں کے چند قطرے تھے، سو انہیں معاف کر دیا گیا۔ دوسرا گروہ (کافر) گناہوں کے سمندر میں غرق تھا، سو انہیں معافی نہیں ملی۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْۗءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ (غافر: ۵۸)

”اور اندھا اور بینائی رکھنے والا دونوں برابر نہیں ہوتے، اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، وہ اور بدکار برابر ہیں، (لیکن) تم لوگ بہت کم دھیان دیتے ہو۔“

اللہ جل جلالہ نے اپنے دوستوں اور دشمنوں کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا، حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے گناہ سے انہیں بری قرار نہیں دیا، بلکہ کہا کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے، لیکن اس کے مقابلے میں جو کچھ کفار کر رہے ہیں (خود بھی اللہ کے ساتھ کفر کرنا، دوسروں کو بھی اسلام سے روکنا، مسجدِ حرام سے روکنا، حرم کے باسی مسلمانوں کو وہاں سے نکالنا، مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا) وہ بڑے گناہ ہیں کہ ان کا آپس میں کوئی موازنہ نہیں۔ علاوہ ازیں مسلمانوں نے قصداً حرمت والے مہینے میں قتال نہیں کیا، بلکہ وہ سمجھے کہ رجب کا مہینہ ختم ہو گیا ہے، اور قصداً بھی کیا ہو تب بھی اللہ نے انہیں معاف کر دیا، کیونکہ اس کے ساتھ انہوں نے توحید، اطاعت، ہجرت اور آخرت کو ترجیح دینے جیسی بڑی بڑی نیکیاں کی ہیں۔ تو ان کو ان کافروں پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے جو سراپا بدی و برائی ہیں، ان میں خیر کا ذرہ بھی نہیں ہے۔ (زاد المعاد)

اشعار کی اہمیت

ابنِ اسحاق کہتے ہیں: ”مشرکین نے جب مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈا کیا کہ انہوں نے حرمت والے مہینے کی حرمت پامال کی ہے، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اشعار میں اس کا جواب دیا“۔ جبکہ دوسرے سیرت نگار ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ جوابی اشعار خود امیر سریہ حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کے ہیں۔

تعدون قتلا في الحرام عظيمة
واعظم منه لويرىٰ الرشد راشد
ماہِ حرام میں قتل کو جرم تم جانتے ہو
اس سے بھی بڑھ کر ہے، اگر عقل کی بات مانتے ہو
صدودكم عما يقول محمد
وكفر به والله راء وشاہد
تمہارا انکار وروکنا محمد ﷺ کے دیں سے
اللہ بھی دیکھ رہا ہے عرشِ بریں سے
واخراجكم من مسجد الله اہله
لئلا يرىٰ لله في البيت ساجد
اور نکالا تم نے مسجد سے اللہ کے ولیوں کو
ترس گئی ہیں آنکھیں اب مصلیوں کو
فاناوان عير تمونا بقتله
وارجف بالاسلام باغ وحاسد
ابن حضرمی کے قتل کی تم ہمیں لاکھ عار دلاؤ
بغض، حسد اور افواہوں کے جھکڑ چلاؤ
سقينا من ابن الحضرمي رماحنا
بنخلة لما اوقد الحرب واقد
ہاں! لہو اس کا اپنے نیزوں کو ہم نے پلایا
واقدؓ نے 'نخلہ' میں آتشِ جنگ کو بھڑکایا
دما وابن عبد الله عثمان بيننا
ينازعه غل من القيد عاند
عبد اللہ کا بیٹا: عثمان بنا ہمارا قیدی
پہنا دی ہم نے اسے ایک بوجھل بیڑی

جہاد باللسان بھی واجب ہے، ارشادِ نبوی ہے:

جاهدوا المشركين بأموالكم و أنفسكم و ألسنتكم

”مشرکین سے مال، جان اور زبان کے ذریعے جہاد کرو۔“

(مستدرک حاکم، کتاب الجہاد)

اشعار کہنا بھی جہاد باللسان میں داخل ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت حسانؓ بن ثابت سے ارشاد فرمایا:

اهج المشركين.

”مشرکین کی برائی بیان کرو۔“ (صحیح بخاری)

امام بخاری، مسلم اور احمد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت کعبؓ نے عرض کیا:

اللہ نے شاعروں کے بارے میں (ان کے خلاف) قرآن کی آیات نازل کی ہیں۔ (یعنی سورۂ شعراء کی آیات:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ○ (الشعراء: ۲۲۴-۲۲۶)

”رہے شاعر لوگ، تو ان کے پیچھے تو بے راہ لوگ چلتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں؟ اور یہ کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں)۔

تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

”مومن اپنی تلوار اور زبان (دونوں) سے جہاد کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان (اشعار) کے ذریعے بھی گویا ان پر تیر پھینک رہے ہوتے ہو۔“

حضرت عمارؓ کہتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ مشرکین ہمیں برا بھلا کہتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اهجوهم كما يهجونكم

”تم بھی اسی طرح ان کی برائیاں بیان کردو۔“

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس زمانے میں شاعری کس کام کی، لوگ اس میں دلچسپی نہیں رکھتے، ہمارے دشمنوں کی بھی سمجھ میں نہیں آتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شاعری کے بہت سے مقاصد ہیں۔

۱. ان میں سے ایک مقصد وہ ہے جو اوپر گزرا، یعنی اپنے اوپر عائد جہاد باللسان کے فریضہ کی ادائیگی۔

۲. ہمارے دشمنوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، یہ بات درست نہیں کہ دشمن شاعری کا معنی نہیں سمجھتے، ہم ان کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اور جن وسائل کو ان کے خلاف استعمال کرتے ہیں وہ ان کے بارے میں بعض مسلمانوں سے زیادہ جانتے ہیں، ہمیں یہ تک پتہ چلا ہے کہ جہادی مناظر کی عکس بندی کے ساتھ نشر ہونے والے جہادی ترانے جب ہمارے دشمن سنتے ہیں تو ان کی لے اور گھن گرج سے ان کے پتے پانی ہوجاتے ہیں، الفاظ بندوق کی گولی کی طرح انہیں لگتے ہیں۔ اگر ہم ان کی زبان میں ترانوں کا ترجمہ بھی کردیں تو وہ اور زیادہ مرعوب و خوفزدہ ہوں گے۔

۳. اس سے کم از کم اتنا تو ہوگا کہ دشمن یہ سوچنے پر مجبور ہوجائے گا کہ مجاہدین کے علاوہ امت کے دیگر طبقے [شاعر و ادیب] بھی اس کے خلاف ہیں، اس سے اس کی پریشانی میں اضافہ ہوگا۔

۴. جہادی شاعری کا ایک مقصد اسلام و اہلِ اسلام کے دفاع پر مسلمانوں کو ابھارنا ہے، اور یہ حکمِ الٰہی [حرض المؤمنين على القتال] (مومنوں کو جنگ پر ابھاریں) پر عمل کے ضمن میں آتا ہے۔ محاذوں پر برسرِ پیکار مجاہد نوجوانوں پر ہم نے ان ترانوں کا مفید و مثبت اثر دیکھا ہے۔

۵. تاریخ کا ایک حصہ شاعری بھی ہے، اس کے ذریعے سنہری کارنامے اور ان کے ابطال تاریخ کے اوراق میں امر ہوجاتے ہیں۔ ہر دور میں شاعر حضرات دفاعِ امت کے معرکے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں، شاعر پوری امت کے جذبات کا ترجمان ہوتا ہے، اس کے الفاظ دشمن کے غیظ و غضب میں اضافہ کرتے ہیں [جو خود یہ باور کرا کے تسلی دے رہا ہوتا ہے کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں جو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے] جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا تھا:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ○ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ○ (الشعراء: ۵۴-۵۶)

”(اور فرعون نے یہ کہلا بھیجا کہ) یہ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سی ٹولی کے تھوڑے سے لوگ ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے دل جلائے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب احتیاطی تدبیریں کیے ہوئے ہیں۔“

(بقیہ صفحہ نمبر 52 پر)

THE HEREAFTER

آخرت

شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ

۱۵

موت ومابعد الموت

قیامت کے دن پیش آنے والے بعض واقعات

قبل قبض الارض و طئ السماء:

اس روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیں گے اور پھر اللہ رب العزت آسمان کو کاغذی یا چرمی طومار (رول کیا ہوا کاغذ یا چمڑا) کی مانند لپیٹ دیں گے؛ اللہ رب العزت کے لیے اس کائنات کا اختتام اس کا انجام اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ کاغذ کا گولا بنا کر پھینکنا۔

جب ہم آسمانوں کی بات کرتے ہیں تو ہم محض اس ماحول کی بات نہیں کر رہے ہوتے کہ جس میں ہم رہتے بستے ہیں...... بلکہ یہ اس سے بہت بڑی ایک دنیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سات آسمان ہیں اور ہم سب سے نیچے والے آسمان یعنی آسمان دنیا کے نیچے بستے ہیں۔ جتنے ستارے ہمیں اس آسمان پر دکھائی دیتے ہیں اور جن کے بارے میں ماہرین فلکیات ہمیں بتاتے ہیں...... وہ سب کے سب ہماری اس دنیا سے کھربوں نوری سال کے فاصلے پر ہیں...... اور یہ سب کے سب محض اس ایک آسمان دنیا کے ستارے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ زمین سے ستاروں کا فاصلہ کلومیٹروں اور میلوں سے نہیں ماپا جاتا...... یہ فاصلہ اس قدر طویل ہے کہ اس کی پیمائش روشنی کی رفتار کے ذریعے کی جاتی ہے۔ روشنی تین لاکھ کلومیٹر یا تقریباً اٹھارہ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے...... یہ فی سیکنڈ رفتار ہے...... لہٰذا کسی ستارے سے زمین تک روشنی کو پہنچنے میں چند نوری سال کا عرصہ درکار ہے۔ ہماری اس زمین سے نزدیک ترین ستارہ سورج ہے...... اس کے بعد جو نزدیک ترین ہے اس کے اور زمین کے مابین سوا چار نوری سال کا فاصلہ ہے۔ بعض ستارے ہماری اس زمین سے ہزاروں نوری سال کے فاصلے پر ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے اور اس دنیا کے مابین کھربوں نوری سال کا فاصلہ ہے...... جی ہاں! یہ تب جب کہ روشنی کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے...... اس صورت میں اس ستارے سے روشنی زمین تک پہنچنے میں ایک کھرب نوری سال لگیں گے...... اور یہ تمام کے تمام ستارے محض اس ایک آسمان دنیا کے ہیں؛ کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ (سورۃ الملک: ۵)

”اور ہم نے قریب والے آسمان کو روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے“۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے یہ محض زینت ہے...... وہ وسیع کائنات کہ جس کو سمجھنے کی ابھی تک کوشش ہی کی جا رہی ہے...... اس کی حیثیت اللہ رب العزت کے نزدیک محض زینت کی سی ہے، سجاوٹ...... آرائش...... جو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے ہاتھوں لپیٹ دی جائے گی...... یہ تو آسمان دنیا ہوا جب کہ علما فرماتے ہیں کہ اس سے اوپر والے آسمان کے سامنے آسمان دنیا کی وسعت وحیثیت کا تناسب ایسے ہے جیسے ایک صحرا میں پڑا ہوا ایک چھلّا۔ اور یہ تمام آسمان قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے ہاتھوں میں لپیٹ لیں گے...... ہم اللہ رب العزت کی قدرت کا درست اندازہ لگا ہی نہیں سکتے۔ اس موضوع پر سوچیں...... اتنا سوچیں جتنا سوچ سکتے ہیں مگر پھر بھی نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہم اللہ رب العزت کی ذات بابرکات کا درست اندازہ نہیں لگا سکتے...... یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت قرآن عظیم الشان میں فرماتے ہیں:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (سورۃ الزمر: ۶۷)

”اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا، حالانکہ پوری کی پوری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی، اور سارے کے سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے“۔

اللہ رب العزت انہیں طومار کی مانند لپیٹ لیں گے۔

﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۴)

”اس دن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں“۔

زمین کے ساتھ کیا ہو گا؟

ہم نے ذکر کیا تھا کہ اللہ رب العزت زمین کو پھیلا دیں گے؛ مدّت الارض، نیز

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ○وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً○فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ○﴾(سورۃ الحاقۃ: ۱۳ تا ۱۵)

''پھر جب ایک ہی دفعہ صور میں پھونک مار دی جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ تو اس دن وہ واقعہ پیش آ جائے گا جسے پیش آنا ہے''۔

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾(سورۃ القارعۃ: ۵)

''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے''۔

پہاڑوں کو اس شدت سے ریزہ ریزہ کیا جائے گا کہ وہ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ، نرم دھنکی ہوئی روئی یا اون کی طرح ہو جائیں گے اور گرد بن جائیں گے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾(سورۃ المرسلت: ۱۰)

''اور جب پہاڑ (ریت بنا کر) اُڑا دیے جائیں گے''۔

سمندروں کے ساتھ کیا ہو گا؟

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾(سورۃ الانفطار: ۳))

''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے''۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾(سورۃ التکویر: ۶)

''اور جب سمندروں کو بھڑکایا جائے گا''۔

فُجِّرَتْ ہے پھاڑنا اور پھٹنا اور سُجِّرَتْ ہے جلنا یعنی اس میں آگ لگی ہو گی۔ لہٰذا دنیا کے سمندر پھٹ بھی رہے ہوں گے اور جل بھی رہے ہوں گے۔ پانی کے ساتھ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اب اس دور میں ہم اس بات کو کسی قدر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ہو گا...... اور تمام علم تو محض اللہ رب العزت ہی کے پاس ہے اور وہی ہر معاملے کی حقیقت سے واقف ہیں۔

ہائیڈروجن، ہیلیئم اور یورانیم جیسے ایٹم ٹوٹ اور پھٹ سکتے ہیں اور ان کے پھٹنے کے نتیجے میں جوہری رد عمل ہوتا ہے جس سے دھماکہ ہوتا ہے اور آگ لگتی ہے۔ یہ ایٹم اپنے اندر بہت قوت رکھتے ہیں۔ ہائیڈروجن یا یورانیم کی بہت تھوڑی سی مقدار ایک طاقتور بم بنانے کے لیے کافی ہے۔ اور اس کے محض چند ٹن ایک پورے شہر کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اب تصور کریں کہ دریاؤں اور سمندروں میں ہائیڈروجن کے ایک ایک ایٹم میں یہ جوہری رد عمل بیک وقت ہونے لگے تو کیا ہو گا؟ یہ ایٹم جوہری رد عمل میں ٹوٹنا شروع ہو جائیں گے اور ان کی وجہ پھٹاؤ اور آگ لگنی شروع ہو جائے گی۔ لہٰذا اس پورے کرہ ارض پر ہر سمندر اور دریا بھڑک رہا ہو گا قیامت کے دن۔

آسمان کے ساتھ کیا ہو گا؟

سب سے پہلی چیز جو واقع ہو گی وہ یہ کہ آسمان حرکت کرنا اور کانپنا شروع ہو جائے گا۔

﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾(سورۃ الطور: ۹)

''جس دن آسمان تھر تھرا کر لرز اٹھے گا''۔

جب زلزلہ آتا ہے تو بڑی عمارتیں لرزنے لگتی ہیں اور لرزنے کے نتیجے میں چٹخنے لگتی ہیں اور ٹوٹنے لگتی ہیں۔ پس اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾(سورۃ الانفطار: ۱)

''جب آسمان چِر جائے گا''۔

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾(سورۃ الانشقاق: ۱)

''جب آسمان پھٹ پڑے گا''۔

آسمان لرزتا اور تھرتھراتا رہے گا، يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا، اور انسان اسے آگے پیچھے ہلتے ہوئے دیکھ سکے گا، اور پھر ایک بڑی عمارت کی طرح وہ ادھر ادھر سے چٹخنے لگے گا، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، آسمان میں سوراخ نمودار ہونے شروع ہو جائیں گے، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور وہ پھٹ جائے گا، چِر جائے گا اور بالآخر یہ ہو گا کہ

﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾(سورۃ الحاقۃ: ۱۶)

''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بہت بودا سا ہو جائے گا''۔

یعنی وہ پھٹتا اور چِرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ بہت کمزور پڑ جائے گا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

سورج چاند اور ستاروں کا کیا ہو گا؟

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ. وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ.﴾(سورۃ التکویر: ۱،۲))

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔''

﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾(سورۃ الانفطار: ۲)

''اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے''۔

سورج لپیٹ دیا جائے گا اور اپنی روشنی کھو دے گا۔ چاند گہنا جائے گا اور اپنے مدار سے گر جائے گا اور ستارے اپنے مدار کھو دیں گے اور ہمارے ارد گرد گرنا شروع ہو جائیں گے۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى صحبه وسلم

مُجاهد جهاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبّي

وجہ نمبر: چھبیس (26)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد في جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابوالبراء الإبی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

چھبیسویں وجہ: پروگرام اور پلان نہ ہونے کا بہانا

یہ بہانا بنانا کہ مجاہدین کے پاس کوئی پروگرام اور پلان نہیں ہے۔ اور اس حوالے سے بزرگوں اور امراء کو ملامت کرنا۔ اور ان کی طرف سے تیار چیز آنے کا انتظار کرتے رہنا۔ اس شخص نے خود کسی دن یہ نہیں سوچا کہ وہ اپنے چھوٹے ماحول میں کوئی پروگرام یا پلان بنائے۔ بلکہ انتظار میں ہی بیٹھا رہ جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا کہ خاص اپنے لیے کوئی کام انجام دے تو اس کے لیے دسیوں منصوبے بنا ڈالتا، اور اس کام کے حوالے سے ماہرین سے رجوع کرتا۔

جالسن نے کہا: ”کاہلوں سے طریق کار اور ذرائع کی ترقی کے لیے نئی سوچ کا انتظار نہ کرو۔ جو ایسا سوچے تو اس نے وہم اور خوابوں پر بھروسہ کیا“۔ جو دعوت اور جہاد کے غم کو اپنا غم نہ بنائے اور اسی غم میں نہ سوئے اور نہ جاگے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ دعوت و جہاد کی ترقی کے لیے کوئی نئی سوچ سوچ سکے اور اس میں پیش رفت کر سکے۔

اللہ تعالیٰ سید قطب پر رحم فرمائے جب انہوں نے فی ظلال القرآن میں لکھا:

”وہ مسلم جماعت جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہی اس کے موقف پر قرآنی تبصرہ سے ہمیں ایک اور حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ وہ مسلم جماعت جس میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والے مرد شامل تھے۔ یہ حقیقت دوبارہ سے اسلامی زندگی کے احیاء میں ہمارے لیے بہت مفید ہے۔ اللہ کی مدد سے۔ اللہ تعالیٰ کا منہج اٹل ہے۔ اس کی اقدار اور پیمانے بھی اٹل ہیں۔ لوگ اس منہج سے کبھی دور ہو جاتے ہیں اور کبھی قریب۔ لوگ تصور کے اصول اور سلوک کے اصول میں غلطی بھی کرتے ہیں اور درست بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی بھی غلطی منہج کی غلطی نہیں گردانی جاتی۔ اور نہ ہی اس سے منہج کی اٹل اقدار اور پیمانوں میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جب انسان تصور اور سلوک میں غلطی کرتا ہے تو قرآن انہیں غلط قرار دیتا ہے۔ جب وہ انحراف کرتا ہے تو اسے انحراف شدہ قرار دیتا ہے۔ لیکن ان کی غلطی اور انحراف سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ چاہے ان کی منزلت اور مرتبہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو۔ وہ خود ان کے انحراف کے سبب منحرف نہیں ہوتا۔

ہمارے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ شخصیات کو بری کرنے کا مطلب منہج کو مسخ کرنا نہیں ہے! امت مسلمہ کے لیے خیر یہ ہے کہ اس کے منہج کے مبادی سالم، روشن اور فیصلہ کن ہوں/اٹل/قطعی۔ جبکہ ان مبادی میں غلطی کرنے والوں یا انحراف کرنے والوں کو وہی لقب دینا چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں چاہے وہ جو بھی ہوں۔ ان کی غلطیوں اور انحراف کا جواز پیش کرنے کے لیے منہج کو ہرگز نہ منحرف کیا جائے اور نہ ہی اس کے اقدار اور پیمانوں کو تبدیل کیا جائے۔ کیونکہ یہ تحریف اور تبدیلی اسلام کے لیے زیادہ خطرناک ہے بنسبت بڑی سے بڑی مسلم ہستیوں کو غلط یا منحرف قرار دینے سے۔ منہج شخصیات سے بڑھ کر ہے۔ اسلام کی تاریخی واقع حال مسلمانوں کی طرف سے ہونے والا ہر قسم کا فعل اور ہر قسم کی صورت حال نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر فعل اور ہر وہ صورت حال ہے جو سو فیصد منہج، اور اس کے اٹل مبادی، اقدار کے موافق تھا۔ اور جو ایسا نہ تھا وہ غلطی اور انحراف ہے جس کا اسلام سے تعلق نہیں اور نہ ہی اسے اسلامی تاریخ قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کا تعلق ان افراد سے ہے جن سے وہ صادر ہوا۔ اور ایسے افراد کی وہی صفت بیان کرنی چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں۔ غلط، منحرف یا اسلام سے خارج۔

اسلام کی تاریخ ان مسلمانوں کی تاریخ نہیں جو محض نام یا زبان کی وجہ سے مسلمان ٹھہرے۔ اسلامی کی تاریخ لوگوں کے تصورات اور سلوک اور ان کے روزمرہ زندگی اور معاشروں کے نظام میں اسلام کے حقیقی مطابقت کی تاریخ ہے۔ اسلام ایک اٹل محور/مرکز ہے جس کے گرد لوگوں کی

زندگی ایک لگے بندھے دائرے میں گھومتی ہے۔ اگر وہ اس دائرے سے نکل جائیں یا اس محور کو یکسر ترک کر دیں تو اس دن اسلام اور ان کا کیا لینا دینا؟ اور کیوں ان کے اعمال اور کرتوتوں کو اسلام گردانا جائے یا ان کے ذریعے اسلام کی تشریح کی جائے۔ بلکہ خود انہیں کیوں مسلمان گردانا جائے جب وہ اسلام کے منہج سے نکل چکے ہوں، اور اپنی زندگی میں اسے نافذ کرنے سے انکار کیا ہو۔ وہ تو مسلمان تب تھے جب وہ اس منہج کو اپنی زندگی میں نافذ کرتے تھے۔ نہ یہ کہ ان کے نام مسلمانوں کے تھے، اور نہ اس لیے کہ وہ اپنے منہ سے کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ وہ چیز تھی جسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا کہ مسلم امت سیکھ لے۔ جب وہ مسلم جماعت کی غلطی واضح کر رہے تھے اور اس میں نقص اور ضعف کی نشاندہی کر رہے تھے۔ پھر اس کے بعد اس پر رحم بھی فرما رہے تھے اور معاف بھی کر رہے تھے۔ اور آزمائش کے میدان میں اس نقص اور ضعف سے پیدا ہونے والی صورتحال سے بھی اسے بری کر دیا۔"

ابو سعد عاملی فرماتے ہیں:

"جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ ہے وہ ہر پیشکش میں عیب نکالتے ہیں۔ اور ہمت باندھنے / اٹھ کھڑے ہونے کی ہر کوشش کا انکار کرتے ہیں۔ اور تمام ذمہ داریوں سے دامن چھڑاتے ہیں۔ اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ قیادت اہل ہی نہیں ہے کہ وہ ذمہ داریاں سونپے۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (البقرۃ: ۲۴۷)

"اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے اور بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔"

اللہ کی قسم یہ طور طریقے ہیں۔

لتتبعن سنن الذين من قبلكم حذو القذة بالقذة

"اللہ کی قسم تم سابقہ اقوام کے طور طریقوں کی پیروی کرو گے۔ جیسے ایک جوتا دوسرے کے برابر ہوتا ہے۔"

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کہ اس سے پہلے وہ مطالبہ کر رہے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے کہ کسی کو بھیجیں جو ان کی قیادت کرے تاکہ وہ اس ذلت اور خواری سے خلاصی حاصل کر لیں۔

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۴۶)

"آپ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں۔"

یا آج کل کی زبان میں: برحق جماعتیں کب بنیں گی تاکہ ہم ان میں شامل ہوں، ان کا ساتھ دیں اور ان کے مخلص سپاہی بنیں۔ لیکن جب یہ جماعتیں سامنے آتی ہیں، اور آگے بڑھتی ہیں اور لوگوں کو شامل ہونے کے لیے پکارتی ہیں، تو یہی لوگ نکلتے ہیں تاکہ ان جماعتوں کو اپنی تیز زبانوں سے کاٹیں: انہیں کس نے حق دیا ہے کہ ہماری نمائندگی کریں؟ انہیں کیا اختیار کہ وہ آگے بڑھیں؟ کیا ان کے پاس اتنے قابل افراد ہیں کہ وہ قیادت سنبھالیں؟ کیا ان کے پاس مطلوب علم شرعی ہے کہ وہ فتاویٰ جاری کریں اور اس طرح کے کام انجام دیں؟ اور اس قسم کی بے تکے بہانے اور شیطانی دلیلیں پیش کریں۔ بالکل جیسے بنی اسرائیل نے اس سے قبل کہا تھا: اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے، بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں۔ لیکن دوسری زبان اور دوسرے زاویے سے۔

جب قربانی اور عمل کے میدانوں میں ان قیادتوں کی سچائی ظاہر ہوتی ہے، اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے مواقف درست تھے، اور وہ اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہے، شبہات اور طاغوت کے ورغلانے سے بچے رہے، تو ایسے لوگوں کے پاس لیت و لعل کے طریقوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (النساء: ۷۷)

"تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی۔"

یہ ڈرپوکوں کے طور طریقے ہیں۔ مزاحمت سے بھاگنے کے ذرائع ہیں۔ ذلت، پستی اور ہر قسم کی ادنیٰ زندگی میں پڑے رہنے کی خواہش ہے۔"

☆☆☆☆☆

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد و على آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه وتعالىٰ فی كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمان الرحيم

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ○ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ○﴾ (سورۃ الانفال: ۱۷، ۱۸)

صدق الله مولانا العظيم، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ، پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا، وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ، بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا، وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ اور جب تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا، وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ بلکہ اللہ نے پھینکا۔

مومن، مجاہد کی کامیابی اللہ کا فضل و احسان ہے

یہ سورۃ انفال چل رہی ہے اور غزوہ بدر کے پس منظر میں، ہم نے جیسا کہ پہلے کہا، یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فتح کے بعد مسلمانوں کو عاجزی اور تواضع اختیار کرنا سکھلائی ان آیات مبارکہ میں اور یہ ادب سکھایا کہ فتح کو اپنی طرف منسوب نہ کریں۔ یہ نہ کہیں یا یہ بلند و بانگ دعوے نہ کریں کہ انہوں نے اپنی قوت سے یا اپنی طاقت سے دشمن کو توڑا اور اس کو شکست دی بلکہ اس کو اللہ کی طرف پھیریں اور اللہ کے سامنے سر جھکائیں اور شکر ادا کرنے والے بنیں۔ تو عاجزی ویسے تو ہر مومن کے لیے مطلوب ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی محبوب صفات میں سے ہے اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ من تواضع لله رفعه الله، جو اللہ کی خاطر عاجزی اختیار کرے اللہ اس کو بلند فرما دیتے ہیں۔ اور اس کے برعکس تکبر کبریا اپنی بڑائی اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض صفت ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر موجود ہو، تکبر موجود ہو۔ تو ہر مسلمان کے لیے تکبر سے بچنا اور عاجزی اختیار کرنا یہ صفت مطلوب ہے لیکن مجاہدین کو اس کی تلقین بطور خاص کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے یا ہر اس شخص کو کہ جس کے پاس قوت ہو، وہ صاحب اقتدار و اختیار ہو یا وہ مسلح قوت رکھتا ہو، اس کے لیے اس تاکید کی بطور خاص ضرورت پیش آتی ہے اس لیے کہ اس کے پاس وہ اسباب اور ذرائع ہیں جن کی وجہ سے وہ خود کو بڑا تصور کر سکتا ہے یا جن کے ذریعے، اگر وہ اصلاح کے راستے سے ہٹ جائے تو، وہ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی بجائے اپنے آپ کو بلند کرنے یا اپنا آپ بلند کرنے میں مگن ہو سکتا ہے۔ تو اس لیے اس کو بطور خاص عاجزی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور واضح طور پہ اس کے ہاتھ سے چھین لی گئی یہ چیز کہ تم نے نہیں قتل کیا...... حالانکہ انہوں نے جنگ لڑی، شہادتیں دیں، زخمی ہوئے صحابہ، اپنا سب کچھ کھپایا...... اس کے بعد بھی...... اور اتنی سخت جنگ کے اندر کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کوئی معمول کی کارروائی تھی کہ جس کے اندر تھکنا نہیں پڑا یا محنت نہیں کرنی پڑی۔ نفسیاتی طور پہ بھی سخت آزمائش تھی۔ اسلام کی پہلی بڑی جنگ تھی جو یوں آمنے سامنے ہو رہی تھی۔ تو اتنی سخت جنگ کے بعد، قربانیوں کے بعد، اتنی زبردست آزمائش سے گزرنے کے بعد اللہ سبحانہ تعالیٰ پھر بھی کہتے ہیں کہ تم نے نہیں قتل کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا؛ جو ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو اس پہ خوشی مناتے مناتے اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو اس کے اوپر اور اسی طرح جو ریت پھینکی جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ عریش میں، یعنی جو چھپر آپ کے لیے بنایا گیا تھا، اس میں بیٹھ کر اللہ کے حضور دعائیں کر رہے تھے، سجدے میں گرتے، کبھی اٹھتے، اٹھ کے ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے اور پھر دعائیں کر کے اٹھے اور زمین سے ریت کی ایک مٹھی بھری اور شاہت الوجوہ کہہ کر اس کو مشرکین کی طرف پھینکا، احادیث میں آتا ہے، جیسا کہ مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ مشرکین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا کہ جس کی آنکھ اور منہ میں اس ریت کے ذرات، فقط اس ایک مٹھی ریت کے ذرات نہ پہنچے ہوں۔ تو یہ معجزہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے وہاں ظاہر فرمایا۔ یہ نصرت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرما دی کہ یہ جو معجزہ آپ کے ہاتھ پہ ظاہر ہوا اور یہ جو اللہ کی طرف سے نصرت ہوئی یہ بھی آپ کی اپنی قوت و طاقت سے نہیں بلکہ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے، اللہ کی مدد و نصرت سے ہوئی۔ اصل میں یہ ریت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پھینکی؛ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہنچایا اس کو اس جگہ تک جس جگہ تک آپ پہنچانا چاہتے تھے۔ اور اس کے بعد یہ ریت جب ان کی آنکھوں اور منہ میں داخل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا، ان کو لڑنے میں بھی دشواری پیش آئی اور پوری جنگ کی فضا اس ایک مٹھی کے بعد الٹ گئی اللہ کے فضل اور اللہ کے احسان سے۔

انسان کس کی خاطر لڑتا ہے؟

تو پیارے بھائیو! جنگ میں یہی دو چیزیں ہو سکتی ہیں جن کی خاطر انسان لڑے۔ ایک یہ راستہ ہے کہ انسان اپنی بڑائی کے لیے یا جس تنظیم کے ساتھ وہ لڑ رہا ہے اس کی بڑائی کے لیے یا جس امیر کے تحت وہ لڑ رہا ہے اس کی بڑائی کے لیے یا جس قوم کے ساتھ مل کے وہ لڑ رہا ہے، جس قوم کا خود وہ جزو ہے اس کی بڑائی کے لیے یا ان دنیاوی چیزوں کی بڑائی کی خاطر اور ان کو اونچا کرنے کے لیے انسان لڑتا ہے، ان کے اعلاء کے لیے انسان لڑتا ہے اور یا انسان اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نام کو اونچا کرنے کے لیے، لا الہ الا اللہ کو غالب کرنے کے لیے لڑتا ہے۔

نیت درست نہ ہو تو جہاد فساد میں تبدیل ہو سکتا ہے

تو جو پہلی چیز کی خاطر لڑا، دنیا کے کسی بھی مفاد کی خاطر لڑا اور اللہ کے سوا کسی اور کا نام بلند کرنے کی خاطر لڑا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں بات واضح فرما دی ہے کہ

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (سورۃ القصص۔ آیت ۸۳)

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ یعنی وہ آخرت کا گھر ہے جو ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے، ان لوگوں کو دیں گے اس گھر کے اندر مقام، ابدی گھر کی نعمتوں سے ان لوگوں کو لطف اندوز ہونے کا موقع دیں گے جو لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ زمین میں بلندی نہیں چاہتے، اپنی بلندی کے لیے، اپنے آپ کو اونچا کرنے کے لیے، اپنا نام عالی کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے، وَلَا فَسَادًا اور نہ زمین میں فساد مچانے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ تو جو اس خاطر لڑے گا اس کے لیے آخرت میں کچھ بھی نہیں اور جو اس خاطر لڑے گا کہ اس نے اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے، اللہ کے دین کو بلند کرنا ہے، چاہے اس کی خاطر وہ مٹ جائے، اس کی تنظیم مٹ جائے، اس کا سب کچھ اس راستے کے اندر کھپ جائے...... اس کو اس کی فکر نہ ہو تو یہ وہ جہاد ہے جس کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله

''جس نے اس خاطر جنگ کی کہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو جائے تو وہ ہی اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہے''۔

تو جہاد میں اس تاکید کی ضرورت پیارے بھائیو اس لیے ہے کہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں شہرت کا آنا جس میں انسان کا مشہور ہونا جس میں اس کی تنظیم کا پھیلنا، پھلنا پھولنا، یہ سب چیزیں فطرتاً ہو رہی ہوتی ہیں۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جن سے انسان، ایک مجاہد بچ سکتا ہے۔ جو بھی جہاد کے راستے میں نکلتا ہے؛ ایک عام مجاہد بھی ہو، ایک دائرے میں وہ بھی اپنے گھر والوں کی نگاہ میں، اپنے دوستوں کی نگاہ میں، جاننے والوں کی نگاہ میں، وہ ایک عام سا مجاہد بھی ہو تو بہت بڑی شخصیت بن جاتا ہے۔ وہ گھر کو واپس لوٹتا ہے تو وہ اس کو سر پہ بٹھاتے ہیں، اس کو غیر مرئی سی مخلوق سمجھتے ہیں اور جس معاشرے میں وہ گھومتا پھرتا ہے اسلحہ لے کے وہاں پہ بھی، یعنی محاذ کے علاقے میں، وہاں پہ بھی اس کو عزت حاصل ہوتی ہے، وہاں بھی اس کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسے جیسے جہاد کے سفر میں اس کا وقت گزرتا چلا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے کوئی کام لیں، کارنامہ اس کے ہاتھ سے کوئی سر انجام پائے، کفر کو کوئی ضرب اس کے ہاتھ سے لگے، اس کی کوئی بات یا کوئی کارروائی کفر پہ کوئی اثر چھوڑے تو خود بخود اس کا نام بلند ہوتا جاتا ہے۔ تو یہ شہرت کا چلے آنا جہاد کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کو نہیں انسان روک سکتا۔ اسی طرح اگر کچھ مجاہدین کسی تنظیم یا تحریک یا کسی جماعت کی صورت میں لڑ رہے ہیں تو جیسے جیسے ان کا سفر آگے بڑھے گا اور ان کو فتوحات ملیں گی وہ جماعت بھی خود بخود مشہور ہو گی، بلند بھی ہو گی اس کا نام بھی پھیلے گا لیکن یہیں پہ ایک نازک سی لائن ہے اس چیز میں کہ یہ خود بخود چیزیں آپ کی طرف آ رہی ہوں اور آپ کا قصد یا ارادہ یہ نہ ہو آپ کا مقصد یہ نہ ہو کہ میں ان چیزوں کی خاطر لڑوں بلکہ اللہ کی طرف سے آ رہی ہوں، آپ کی نیت اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اس چیز میں اور اس چیز میں کہ انسان اس کو مقصود بنا لے، ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اسی طرح کہ جیسے ایک بہت عبادت گزار شخص ہو نمازوں کا اہتمام کرتا ہو، اپنی عبادات کو چھپانے کی بھی کوشش کرتا رہے اور وہ اللہ اور بس اللہ کی طرف متوجہ ہو لیکن لوگوں میں اس کی شہرت آہستہ آہستہ پھر بھی پھیل جائے کہ بڑا عبادت گزار آدمی ہے، تو اس شہرت پھیل جانے میں تو اس بے چارے کا قصور نہیں ہے۔ اس پہ کوئی پکڑ اور مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ پکڑ اس بات پہ ہو گی کہ تمہاری نیت کیا تھی؟ تم اس شہرت کے لیے یہ عبادت کر رہے تھے یا تم اللہ کے لیے عبادت کر رہے تھے؟ تو جہاد میں یہ چیز، شہرت کا جو پہلو ہے، لوگوں کے ہاں چرچا ہونے کا جو پہلو ہے، لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہونے کا جو پہلو ہے اور حتیٰ کہ اس سے آگے بڑھ کے مال آنے کا جو پہلو ہے، غنیمت کی صورت میں آتا ہے، فے کی صورت میں آتا ہے، یہ سارے پہلو باقی عبادات کی نسبت شاید کئی گنا زیادہ ہیں۔ یہاں پہ اس لیے جتنا زیادہ اہتمام ایک مجاہد کو کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو اللہ کی طرف پھیرے رکھے اور نام بلند بھی ہو تو اس کو اس سے کوئی غرض نہ ہو، وہ اپنی بلندی کے لیے نہ لڑے۔ اس کی تنظیم کا نام اونچا، اس کی تحریک کا نام اونچا، اس کے امیر کا نام اونچا ہو، خود اس کا نام اونچا ہو، یہ وہ حقیر اغراض نہ ہوں جن کی خاطر وہ اپنی جان ہتھیلی پہ لیے پھر رہا ہو...... کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں بربادی کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ وہ ہر دم اپنی توجہ کو اللہ کی طرف مبذول رکھے۔ تو یہ ایک مستقل محنت ہے۔ جو شخص بھی اس راستے میں آئے گا، جب تک اللہ اس کو شہادت نصیب نہیں فرماتے، جب تک یہ فریضہ جاری ہے، تب تک ہر دن اس کو اس پر محنت کرنی ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہونے کی خاطر یا اللہ کے نام کے سوا کسی اور نام کو بلند کرنے کی خاطر کہیں میرا جہاد نہ ہو جائے۔ تو یہ باریک سی اس کے اندر ایک لائن ہے جس کو اگر ملحوظ نہ رکھا گیا تو جہاد فساد میں تبدیل ہو جاتا ہے، عبادت جو ہے وہ بعض اوقات کفر و شرک میں

تبدیل ہو سکتی ہے جب غیر اللہ اس کا مقصود بن جائے۔ تو اتنا خطرناک معاملہ ہے جس کے اوپر مستقل محنت اور ایک مجاہد کو ہر وقت توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مجاہد متواضع ہو

ایک یہ کہ مقصد درست ہو اور دوسرا جس طرح ہم نے کہا مجاہد تواضع اختیار کرنے والا ہو۔ جب اس کو فتوحات ملیں جب اس کو کامیابیاں ملیں تو وہ انبیاء علیہم السلام کا اسوہ اپنے سامنے رکھے کہ ہمارے سامنے امام الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ فتح کے دن، فتح مکہ کے دن جب تقریباً بائیس سال کی مستقل محنت کے بعد زبردست آزمائشوں کے بعد تیرہ سال مکہ میں ظلم و ستم سہنے کے بعد اور اس کے بعد مدینہ آنے کے بعد بھی مشرکین مکہ کے مستقل حملے ہوتے ہیں، ان سب کو سہنے کے بعد جب بالآخر اللہ تعالیٰ مکہ کے اندر فتح نصیب فرماتے ہیں، ایک ایسا دن کہ جس کا بہت سے لوگ شاید تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک دن ایسا بھی آنا ہے کہ وہی لوگ جن کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا تھا، پتھر سینے پر رکھ کے جن کو اذیت دی جاتی تھی، جہاں اللہ کے نبی ﷺ پہ تھوکا جاتا تھا، آپ کے اوپر اوجھڑیاں پھینکی جاتی تھیں اور کوئی بچانے والا نہیں ہوتا تھا...... کوئی حمایت کرنے والا نہیں ہوتا تھا......ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کے وہاں پہ داخل ہوں گے اور کسی کے اندر جرأت نہیں ہو گی کہ مقابلے کے لیے سامنے آئے۔ تو اس دن ہونا کیا چاہیے تھا؟ اگر دنیاوی پیمانوں سے دیکھیں تو پتا نہیں کتنی بڑی بڑی پریس ریلیز جاری ہوتیں، بڑے بڑے اشتہارات لگتے، بل بورڈز اور سائن بورڈ لگتے...... کیا فتوحات ہوئیں، کیا قصیدے پڑھے جاتے،...... لیکن اللہ کے نبی ﷺ اس حالت میں مکہ کے اندر داخل ہوتے ہیں کہ آپ کا سر مبارک عاجزی کے مارے جھکا ہوا ہے؛ اس حد تک جھکا ہوا ہے کہ گھوڑے کی زین سے آپ کی داڑھی مبارک چھو رہی ہے، آنکھوں سے مستقل آنسو جاری ہیں اور زبان پہ یہ کلمات ہیں: الحمد لله الذی نصر عبده و عز جنده و هزم الاحزاب وحده او کما قال علیه الصلوة والسلام، تمام تعریف اس رب کے لیے ہے کہ جس نے اپنے اس غلام کی، اپنے اس بندے کی نصرت کی اور جس نے اپنی جند کی اپنے لشکر کی مدد فرمائی، جس نے تمام لشکروں کو تنہا شکست دی؛ ہم نے نہیں شکست دی! تو یہ وہ اسوہ ہے جو ایک مجاہد سے مطلوب ہے۔ جتنی بڑی اللہ سبحانہ تعالیٰ رفعت عطا فرمائیں، جتنی بڑی کامیابی اللہ عطا کریں، اتنا وہ اللہ کے سامنے جھکے، اتنا وہ اللہ کے احسانات کے بوجھ تلے دبا چلا جا رہا ہو۔ تو یہ کہ کوئی بڑے دعوے نہیں ہوئے۔ کوئی اعلانات نہیں ہوئے۔ کوئی نعرے نہیں لگے بلکہ ایک عاجزانہ انداز ہے جس کے ساتھ فتح مکہ کے دن مسلمان مکہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔

تو پیارے بھائیو!

یہ وہ عاجزی ہے جو رسول اکرم ﷺ نے سکھائی۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ البقرہ میں جس طرح آتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعمیر کا کام لیا۔ کعبہ کی تعمیر کا کام لیا۔ وہ عبادت گاہ جہاں پہ ہماری ایک نماز اجر میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتی ہے۔ جو پوری امت کا دل ہے۔ جس نے آنے والی صدیوں تک تا قیامت امت کا دل رہنا تھا۔ عبادت کا مرکز رہنا تھا۔ توحید کا مرکز رہنا تھا۔ اتنا بڑا کام ان سے لیا گیا۔ اللہ فرماتے ہیں: وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ اور جب حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اللہ کے گھر کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے، اس کو تعمیر کر رہے تھے، تو تعمیر سے فارغ ہو کے زبان پہ کیا دعا تھی؟ دعا یہ نہیں تھی کہ ہم نے بہت بڑا کام کیا، ہم نے بڑا کارنامہ سر انجام دیا، بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، اے ہمارے رب! تو ہم سے یہ (خدمت) قبول کر لے، بے شک تو سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔ تو عاجزی کا درس تھا جو دیا کہ اتنا بڑا کام ہونے کے بعد بھی اللہ کے سامنے جھکے ہوئے، اللہ سے یہی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بس قبول کر لے۔ یہی خدشہ لگا ہوا ہے کہ پتا نہیں اللہ کے ہاں قبول ہوا یا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں سبق دلایا، وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ، تم پہلے نہیں ہو جو جہاد کر رہے ہو۔ تم سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزرے، یہ انبیا کی سنت ہے؛ انبیاء کی سنت ہے جہاد کرنا؛ کتنے ہی نبی ایسے گزرے جن کے ساتھ مل کے ربانیوں نے، رب والوں نے جہاد کیا۔ ہر دور میں انبیاء نے، اللہ والوں نے اور ان کے پیروکاروں نے جہاد کیا؛ نہ صرف جہاد کیا بلکہ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا، اللہ کے راستے میں جو آزمائشیں یا تکلیفیں سختیاں آئیں ان کے سامنے نہ ہمت ہاری، نہ کمزور پڑے، نہ سست ہوئے۔ اس راستے میں قربانیاں دینے کے بعد، جہاد کرنے کے بعد، ان کی زبان پہ کیا تھا؟ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا، ان کا قول بس اتنا سا ہی تھا، منہ پہ یہی بات آتی تھی، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ، اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، اس عبادت کے دوران ہم سے جو تجاوز ہو گیا، جو ہم زیادتی کر گئے، اے اللہ! اس سے درگزر فرما دے، اے اللہ! ہمارے قدموں کو جما دے اور کافروں پہ تو ہمیں نصرت عطا فرما دے۔

تو پیارے بھائیو!

ایک عاجز شخصیت ہے جو ایک مجاہد سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کو مطلوب ہے ورنہ قوت اگر بے قید ہو گئی، قوت رکھنے والا شخص اللہ سے بے خوف ہو گیا تو پھر وہ فرعون بنتا ہے، پھر وہ نمرود بنتا ہے، پھر وہ زمین میں فساد مچاتا ہے۔ ہم تو نکلے اس لیے ہیں کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کریں۔ خود بھی اللہ کے غلام بنیں، انسانیت کو بھی اللہ کی غلامی میں داخل کریں۔ لیکن جب انسان تکبر میں آتا ہے، جب انسان رب سے غافل ہوتا ہے، اللہ کے سوا کسی اور چیز کو بلند کرنے لگتا ہے، تو پھر معاملہ وہ ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے جس طرح ذکر

کیا کہ وہ لوگ جن کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا، تم ان کو غلام بنانے چلے ہو۔ انسان پھر ایک فساد کو دور کر کے دوسرا فساد کھڑا کر دیتا ہے اور ایک کی غلامی سے نکال کہ انسانوں کو دوسرں کی غلامی میں، اپنی غلامی میں داخل کر دیتا ہے۔ لوگوں کو اپنے احکامات پہ چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ شریعت کا مقصود نہیں ہے۔ شریعت کو ایسی دنیا نہیں مطلوب ہے۔ اسلام کو دنیا کا ایسا نقشہ نہیں مطلوب ہے جہاں ایک فرعون کی جگہ دوسرا فرعون، جہاں ایک قیصر کی جگہ دوسرا قیصر آجائے اور وہ لوگوں کو اپنا غلام بناتے ہوں، اپنے احکامات کے سامنے جھکاتے ہوں۔ سب ایک رب کے سامنے جھکتے ہوں۔ خلیفہ سے لے کے ایک عام آدمی تک سب اللہ کے احکامات کے سامنے جوابدہ ہوں اور سب اس کے احکامات کے آگے اپنی زندگیاں گزارتے ہوں۔ تو یہ وہ تواضع ہے اور وہ عاجزی ہے جو ایک مسلمان اور ایک مجاہد کے اندر ہونی چاہیئے؛ مسلمانوں کے سامنے کندھے جھکے ہونے چاہئیں۔ اپنے بڑوں کے سامنے، اپنے گھر والوں کے سامنے، اپنے والدین کے سامنے، علماء کرام کے سامنے، ان سب کے سامنے کندھے جھکے ہونے چاہئیں اور ان کا مقام اور مرتبہ پہچاننا چاہیئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم جو کچھ ہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت کی وجہ سے ہیں اور جب اللہ سے منہ پھیرا جب اللہ کی یاد میں کمی کی، پیروں تلے زمین کھینچ لی جائے گی، نہ دنیا ہاتھ آئے گی اور نہ آخرت۔

مجاہد کو جہاد میں اتارنے کا مقصد کیا ہے؟

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پھینکا؛ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا تو سوال پھر یہاں پہ یہ پیدا ہوتا ہے اگر قتل بھی اللہ نے کیا، اگر ریت بھی اللہ نے پھینکی، آج تک اس کے بعد جو کچھ بھی پھینکا جا رہا ہے، وہ تیر پھینکا جا رہا ہے، وہ میزائل پھینکا جا رہا ہے، وہ گولی پھینکی جا رہی ہے،......جو چیز بھی کفار کی طرف رمی کی جا رہی ہے وہ ہم نہیں کر رہے وہ تو اصل میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے انجام پا رہا ہے تو پھر ہمیں جہاد میں اتارنے کا کیا مقصد ہے؟ اس کا مطلب ہے اللہ تنہا ہی کافروں کو شکست دے سکتے ہیں هزم الاحزاب وحده، اس نے سارے لشکروں کو تنہا شکست دی؛ اس کو نہ میری حاجت ہے نہ آپ کی حاجت ہے۔ پھر مسلمانوں کو جہاد کا مکلف ٹھہرانے، ان کو جہاد کا حکم دینے کا مقصد کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں: وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا یہ اس لیے تاکہ مؤمنوں کو آزمائش سے اچھی طرح گزارا جائے۔ تو یہ وہ مقصود ہے جس کی خاطر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد میں اتارا کہ ہماری آزمائش ہو، امتحان ہو، امتحان بھی تکلیف دینے کی غرض سے نہیں ہے؛ امتحان اس غرض سے ہے کہ اللہ کے عدل کا یہ تقاضا ہے کہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں انسان کو امتحان سے گزارا جائے، اس کی قابلیت سامنے آئے۔ جس میں خیر ہے، اس کی خیر سامنے آئے۔ جس میں شر ہے اس کا شر سامنے آئے۔ تاکہ جب وہ اندر کی چھپی ہوئی خیر سامنے آئے گی تو اس کے اوپر قیامت کے دن ثواب مرتب ہو گا اس کی روشنی میں یا اس کے مطابق اللہ سبحانہ تعالیٰ جزا عطا کریں گے۔ جس شخص کے اندر خیر ہو وہ خیر نکلے ہی نہ کبھی، تو عدل کے خلاف ہے کہ اس کو عمل خیر کیے بغیر ہی اس کی جزا دے دی جائے۔ تو یہ امتحان ہے اور صرف امتحان نہیں، اللہ کہتے ہیں، بَلَاءً حَسَنًا، اللہ تعالیٰ اچھی طرح گزاریں گے بھی تمہیں اس سے۔ تمہیں وہ اسباب دیں گے، تمہاری مدد کریں گے، قدم جمائیں گے، جس کے ذریعے سے تم اس آزمائش سے اچھی طرح گزرو، لیکن آزمائش ضروری ہے۔

دیکھیں! بہت بڑا فرق ہے ایک مومن کی نگاہ سے جنگوں کو جس طرح دیکھا جا رہا ہے اور ایک کافر کی نگاہ میں؛ ظاہری نگاہ سے دیکھیں تو جنگ شاید انسانی زندگی کا یا انسانی معاشروں کا سب سے زیادہ کھینچنے والا اور پرکشش پہلو ہوتا ہے۔ پرکشش اس اعتبار سے کہ وہ اپنے اندر مگن کر لیتا ہے۔ کسی نے صرف پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم کے قصے پڑھے ہوں، کسی نے پرانی اسلامی جنگیں، اسلامی تاریخ کی جنگوں کے قصے پڑھے ہوں، وہ انسان کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں، کھینچ لیتی ہیں بالکل انسان کی توجہ۔ کروڑوں انسان جو ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا رہے ہوتے ہیں۔ کروڑوں کی زندگیوں پر اثرات ہوتے ہیں۔ علاقے فتح ہو رہے ہوتے ہیں۔ اموال کے ڈھیر ہیں جو ہاتھوں میں آ رہے ہوتے ہیں۔ ریاستیں اٹھ اور گر رہی ہوتی ہیں۔ یعنی وہ ایک صحیح معنوں میں، جس کو انسانی زندگی کے ڈرامے کا عروج کہا جا سکتا ہے، وہ جنگ کے موقع پہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ تو بڑی بڑی قوتیں ٹکراتی ہیں۔ سالوں کی تیاریوں، دہائیوں کی تیاریوں کے بعد بالآخر ایک دوسرے کے اوپر وار کرتے ہیں، چالیں چلتے ہیں۔ ایک صرف دوسری جنگ عظیم کو اٹھا کے دیکھ لیں، کس طرح یورپ، کہ ملک کے ملک، جن کا آج تصور ہی نہیں ہے کہ جن کے ساتھ کوئی جنگ چھیڑ سکتا ہے، دنوں میں فتح ہوتے جاتے ہیں۔ دنوں کے اندر جرمنی نے پوری صفائی کر دی۔ عجیب کہانی ہوتی ہے۔ خود مسلمانوں کی فتوحات کے قصے پڑھیں تو اسی طرح ڈھیر لگ جاتا ہے؛ جو بڑے بڑے نامور دشمن ہوتے ہیں اس وقت کی سپر طاقتیں ہوتی ہیں، ریت کی دیوار کی طرح گرنا شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس سارے شور، ہنگامے میں جو کہ چالیس ملک ادھر سے آئے اپنی پلاننگ کی، نیٹو کانفرنس ہوئی، بون کانفرنس ہوئی، لندن کانفرنس ہوئی، شکاگو کانفرنس ہوئی، ان کے تھنک ٹینکس نے بیٹھ کر بڑے منصوبے بنائے، نئی اسٹریٹیجی لائے اور نئی چال چلی...... تو یہ لگتا ہے جو اس کے اندر اترا ہے وہ خود ایک پوری دنیا ہے۔ جو اس کام میں مشغول ہے ساری دنیا سے غافل ہو جاتا ہے۔ اللہ کہتے ہیں جو تم جس کھیل تماشے کو تم سب کچھ سمجھ رہے ہو نا اللہ کے نزدیک کچھ اور ہی مقصود ہے۔ اللہ کو اس اکھاڑ پچھاڑ سے کیا چیز مطلوب ہے؟ تم میں سے آزمائش کرنا؛ جیسا سورہ آل عمران میں اللہ فرماتے ہیں ويتخذ منكم شهداء یہ جو پورا اسٹیج سجتا ہے اس میں اللہ کو کچھ اور چیز مطلوب ہے۔ اللہ تم میں سے شہداء چن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے محبوب بندوں کا چناؤ کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ اہل خیر کی خیر واضح کر رہے ہوتے ہیں۔ ایمان والے کتنے بھائی ایسے ہیں جو اگر جہاد میں نہ آتے

تو کبھی بھی وہ اس مقام اور رفعت تک نہ پہنچ پاتے۔ کبھی خود ان کو بھی نہیں پتا تھا کہ اللہ نے ان کے سینے میں کیسی قوتیں اور طاقتیں رکھی ہیں؟ اللہ نے ان کو کیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے ؟ جہاد کا میدان جو رجال کا میدان ہے، جہاں مردانگی کا پتا چلتا ہے ، وہاں ان کی چھپی ہوئی صلاحیتیں سامنے آتی ہیں۔ تو اہل خیر کی خیر سامنے آتی ہے اور سرکشوں، کافروں، طواغیت کا کفر سامنے آتا ہے۔ امریکہ کی گندگی تب ہی پوری طرح کھلی جب جنگ میں اترا؛ تبھی گوانتاناموبے بنا۔ جب جنگ میں اترا تو اس کے بعد ابو غریب سامنے آیا، اس کے بعد لوگوں کے سامنے ان کی غلاظت آنا شروع ہوئی۔ آپ ستمبر ۲۰۰۱ سے پیچھے لوٹ جائیں۔ ہمارے معاشروں میں ،ہمارے کالجوں، یونیورسٹیوں میں ہمارے عام معاشروں میں کتنے لوگ ایسے تھے جو امریکہ سے محبت کرنے والے تھے۔اس کی اقدار سے واقعتاً مرعوب تھے اور جو اس کے چہرے کو واقعتاً بڑا خوشنما سمجھتے تھے لیکن اللہ نے اس جنگ کے ذریعے ان کی سرکشی، ان کا طغیان ان کا کفر، ان کی غلاظت کھول کے، اللہ واضح کرکے لے آیا، تو یہ اللہ کی طرف سے یہ ابتلا ہوتی ہے تو یہ جہاد ہے اس میں دونوں جانب کی ابتلا ہو رہی ہوتی ہے۔ دونوں کی آزمائش ہو رہی ہوتی ہے۔

مجاہدین کی مثال لیں؛ بعض چھوٹے چھوٹے ساتھی ہوتے ہیں، ایک ساتھی ایوب رحمہ اللہ کی مثال لیں جب وہ آیا پہلی مرتبہ تو اسلام آباد کا ایک نرم ونازک سا نوجوان تھا جو سردیوں کے موسم میں پہنچا۔ دیکھ کے ہی میں نے دل ہی دل میں کہا کہ بھائی! پتا نہیں یہ آکیسے گیا ہے ؟ آنے کے بعد یہ کیسے سفر کرے گا؟ اس موسم میں اس نے پہاڑوں میں جانا ہے، وہاں جاکے اس نے تدریب بھی کرنی ہے اور آگے بھی برف پڑنے کا موسم قریب ہے...... دیکھنے میں یہی لگتا تھا کہ اس بے چارے کا گزارہ مشکل ہے اور وہی بھائی اگلی گرمیوں کے اندر آتا ہے تو جہاں باقی ساتھی کوئی چار کارروائیاں کرکے آرہا ہے، کوئی پانچ کارروائیاں کرکے آرہا ہے، اور اس کو آئے ابھی آدھا موسم ہوا تو مجھے کہتا ہے کہ سینتیس کارروائیاں میں اب تک کر چکا ہوں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو اس سے کام لینا مطلوب تھا، تو اللہ اس کے اندر چھپی ہوئی شجاعت (سامنے) لے کے آئے۔ یہاں تک کہ انصار بھی اسے پسند کرتے تھے اور مقامی مجاہدین بھی اسی کو اپنے ساتھ کارروائیوں میں لے کے آئیں۔ گولے گر رہے ہوں، گولیاں برس رہیں ہوں، وہ ڈرتا نہیں تھا ،خوف نہیں کھاتا تھا۔ اس کے اندر کیا چیز چھپی ہوئی تھی؟ اللہ نے اس جنگ کے میدان میں ، اس آزمائش کی بھٹی سے گزار کے، اس خیر کو سامنے لے کے آئے۔ تو یہ ایک اللہ کا اپنا نظام ہے ۔ اللہ کی کچھ اپنی حکمتیں ہیں۔ اللہ کے کچھ اپنے منصوبے ہیں جن کی تکمیل ہو رہی ہوتی ہے۔ ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں فلاں تنظیم یا فلاں قوم اس ملک سے سے ٹکرا رہی ہے ، اس میں ظاہری جو کھیل تماشا ہے ، یہ صرف کھیل ہے اور اس سے اللہ کو کچھ اور چیزیں مطلوب ہیں۔ اللہ حالات کو مخصوص سمت میں، جو اللہ کے قضاء وقدر میں، جو اللہ کے تکوینی ارادوں میں لکھے ہیں، اللہ اس سمت لے کر جارہے ہوتے ہیں۔

تو پیارے بھائیو!

یہ سارا کچھ اس لیے ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ تنہا کافروں کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہیں، میری اور آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یہ ہمارے لیے شرف ہے۔ ہمارے اوپر اللہ کا حسان ہے کہ اللہ تعالیٰ امریکہ جیسے مفسد، اللہ کے سرکش طاغوت کو تڑوانے میں ہمارا کہیں اس قافلے میں نام لکھ لیں جس کے ہاتھ سے کام لیا گیا، یہ ہمارے اوپر اللہ کا احسان ہو گا۔ ورنہ اللہ کو میری اور آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا احسان تھا ان سب مسلمانوں پہ جن سے اللہ نے روس کو تڑوانے کا کام لیا اور جن سے آئندہ جو طاغوت ابھی باقی ہیں ان کو تڑوانے کا کام لیں گے۔ یہ اللہ کا ان لوگوں پر احسان ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف دیا، فضل ان کے اوپر کیا، ان سے اتنی بڑی عبادت لے لی اور اللہ سے ڈرنا بھی چاہیے کہ اگر ہم اللہ کو ناراض کریں تو جس رب نے یہ احسان کیا وہ واپس بھی چھین سکتے ہیں اپنا تحفہ، یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی۔ تو اللہ تعالیٰ اس سارے سے گزارتے ہیں کہ ہماری آزمائش ہو۔ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والے اور علم رکھنے والے ہیں۔

اللہ رب العزت غنیٌ عن العالمین ہیں

تو پیارو! یہی بات یہاں ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سے غنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ عنکبوت میں فرماتے ہیں:

وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ جو جہاد کر رہا ہے بس اپنے لیے کر رہا ہے، إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے غنی ہیں۔ اللہ کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کو نہ تنظیم القاعدہ کی ضرورت ہے نہ اللہ تعالیٰ کو تحریک طالبان کی ضرورت ہے، نہ اللہ تعالیٰ کو امارت اسلامیہ افغانستان کی ضرورت ہے...... اللہ تعالیٰ کے ہاں ان چیزوں پہ کچھ بھی نہیں کھڑا ہوا۔ بڑی بڑی تحریکیں اسلامی تاریخ میں آئیں اور مٹ گئیں۔ بڑے بڑے نام آئے، بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے جرنیل آئے، اور مٹ گئے؛ اللہ کا نام باقی ہے، وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ایک اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ جس نے، اللہ کا چہرہ ہے جس نے، باقی رہنا ہے۔ تو یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ جہاد میں ہم بعض اوقات یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اگر فلاں چلا گیا تو یہ چیز گر جائے گی، اگر ہم نہ رہے تو پتا نہیں کیا ہو گا...... کچھ نہیں ہو گا! اللہ تعالیٰ ابابیلوں سے اپنا کام لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہاتھیوں کو تباہ کرنے کے لئے چھوٹے پرندے بھیج دیتے ہیں۔ اللہ مکڑیوں سے، ہواؤں سے، سمندروں سے اپنا کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے بھی محتاج نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو ہیں رب الاسباب ہیں ان کا ایک حرف کُن کافی ہے ان فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے۔

تو میرے پیارے بھائیو!

یہ بات ذہن میں رہے کہ جو جہاد کر رہا ہے وہ اپنے لیے کر رہا ہے۔ بالاصل وہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے اور اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے کر رہا ہے اور یہی بات کافروں کو پتا ہونی چاہیے کہ وہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ شاید شیخ اسامہ ؒشہید ہو گئے تو بات ختم ہو جائے گی۔ شیخ زرقاوی ؒشہید ہو گئے تو بات ختم ہو جائے گی۔ فلاں شخصیت کو مار دیا تو بات ختم ہو جائے گی۔ اس سے یہ دین نہیں رکتا ہے، يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ یہ چاہتے ہیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورۃ التوبہ: ۳۲) اور اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اللہ ضرور اپنے دین کو غالب کر کے رہیں گے، اس نور کو پورا کر کے رہیں گے، چاہے کافروں کو ناگوار گزرے۔ تو یہ ان کی پھونکوں سے نہیں رکے گا۔ بڑے بڑے ہتھیار لا لا کے، بڑی بڑی کمپنیز، ان کی نت نئی مشینریاں، future weapons اور کیا کیا چیزیں تیار کر کر کے میدان میں اتار رہے ہوتے ہیں اور ہالی ووڈ کی فلمیں دیکھنے والوں اور مختلف چینل پہ ان کی نئی نئی ایجادات دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہوتی ہیں...... اور اللہ کہتے ہیں کہ پھونکیں ہیں بس...... اور اللہ کے نور کو بجھانے کے لیے ان پھونکوں سے کچھ بھی نہیں ہونے لگا۔ تو یہ ذہن میں ہمارے بھی ہونا چاہیے اور اگر ہمارا دشمن عقل و فہم رکھتا تو اس کے بھی ذہن میں ہونا چاہیے تھا۔

شیطان کی چال کمزور ہے

ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے مدد تو تمہارے لیے ہی ہے؛ جس کا ہم نے پچھلی آیتوں میں بیان پڑھا، وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ اور اللہ تعالیٰ کافروں کی چال کو کمزور کرنے والے ہیں؛ تو یہ ایک ذہن میں رکھنے والی بات ہے۔ شیطان کی چال کمزور ہے إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (سورۃ النساء: ۷۶) شیطان، جو ان سب کا باپ ہے، جو ان سب کا بڑا اور گورو اور سربراہ ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی چال بھی کمزور ہے اور کافروں کی بھی؛ گو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ (سورۃ ابراہیم: ۴۶) کہ وہ ایسے ایسے مکر کرتے ہیں کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں۔ لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ ان کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ یعنی پورے شیاطین ہیں جو ذہنی سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ذہنوں کو انہوں نے اپنے فارغ کیا ہوا ہے، ان کو لاکھوں ڈالر تنخواہ ملتی اس لیے ہے ماہانہ بنیادوں پہ کہ وہ کسی تھنک ٹینک میں بیٹھ کر سوچیں، اور شیطانی ایجنڈے کو آگے لے کے جائیں، دین کو مٹانے کے لیے نئی سازشیں نئی چالیں، نئے انداز، نئے روپ جو ہیں وہ اختیار کر کے وار کریں اور حملے کریں لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چالیں جو ہیں ان کی وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کمزور کرنے والے ہیں۔ بظاہر پہاڑوں کو گرا دینے والی جو چالیں ان کی نظر آتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ایسے علاج کرتے ہیں کہ انہی کی چال انہی پر واپس لوٹ جاتی ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد و نصرت فرماتے ہیں؛ ورنہ جس طرح ہم نے پچھلے درس میں بات کی کہ مادی اعتبار سے کوئی مقابلہ ہی نہیں بنتا ہمارا اور ان کا۔ اللہ تعالیٰ ان کی چالوں کو ان پر نہ الٹائیں تو ہمارے پاس وہ تناسب ہے ہی نہیں ان کے ساتھ مقابلے کے لیے...... یعنی ہمارے پاس اتنے بندے شاید لڑنے کے لئے نہیں موجود ہیں جتنے ان کے بندے بیٹھ کے سوچ و فکر کے کام پہ لگے ہوئے ہیں۔ تو منصوبہ بندیاں جس سطح پہ ان کی ہو رہی ہیں ہم کہاں کر سکتے ہیں اس سطح کی منصوبہ بندی! وسائل میسر ہی نہیں ہیں ہمارے پاس۔ تو وہی بندہ جس نے سوچنا ہے اسی نے عملی ترتیبیں بھی بنانی ہیں، اسی نے آپریشنل اور تنظیمی کام بھی کرنے ہیں، اسی نے اپنے روز مرہ کے مسائل بھی بھگتانے ہیں، اسی نے اپنی جان کی بھی حفاظت کرنی ہے، اسی نے اپنے لیے خندق بھی کھودنی ہے، اپنے گھر کو بھی سیدھا کرنا ہے...... یہ سارے کام اسی ایک بندے نے کرنے ہوتے ہیں تو وہ کیسے کرے گا؟ کون سی منصوبہ بندی اس کے لیے ممکن ہے؟ اس کی نسبت وہ ایک بندہ ہے جو کسی ایئر کنڈیشنڈ دفتر میں بیٹھا ہے، گاڑی اس کو گھر سے لے جاتی ہے، وہاں ڈراپ کرتی ہے، اس کو سارے وسائل میسر ہیں، پرنٹرز ہیں اسکینرز ہیں، پاور پوائنٹ پریزنٹیشن چل رہی ہے، ٹیبل سجے ہوئے ہیں اور بہترین براڈ بینڈ انٹرنیٹ کنکشن اس کو میسر ہے...... سارے وسائل اسے میسر ہیں، لہٰذا وہ سوچ بھی سکتا ہے، ریسرچ بھی کر سکتا ہے، غور بھی کر سکتا ہے...... سکون بھی میسر ہے...... تو اللہ تعالیٰ ہیں جو ان کی چالوں کو واپس پلٹاتے ہیں۔ آپ ان کی صرف رینڈ کارپوریشن کی رپوٹیں پڑھنا شروع کریں تو ویسے ہمت ہار جائیں گے آپ کہ ہم کیا کریں اس سب کا؟ کہ تہذیبی طور پہ بھی آپ پہ حملہ، علمی طور پر آپ کی بنیادیں گرانے کے لیے پورے منصوبے، اور ایک نہیں ہر چوتھے دن آٹھویں دن کوئی نئی رپورٹ آئی ہوتی ہے کہ اس کا یہ کرو، اس کا وہ کرو، ادھر سے حملہ کرو، ادھر سے حملہ کرو، عسکری طور پہ آپ پہ ضربیں لگانے کے لیے اور معاشی طور پہ...، وہ جو قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ ان کے اوپر خرچ کرتے ہیں ان کو بکھیر دو، ان کو پیسے جمع کرنے کا موقع ہی نہ ملے؛ تو ہمارے مالی وسائل خشک کرنے کے کیا کیا منصوبے...... وہ یہ سارے منصوبے بتا رہے ہوتے ہیں جن کو پڑھنے کی ہمارے پاس فرصت نہیں ہے...... مقابلہ تو اس سے آگے کی بات ہے۔ تو یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہیں جو ان کی چالوں کو واپس ان پہ دفع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی چالیں انہی پہ الٹاتے ہیں اور اللہ ہی ہیں جو ہمارا دفاع کرتے ہیں اور اللہ ہی ہیں جو ہماری مدد و نصرت کرتے ہیں۔

تو پیارے بھائیو!

اس کا احساس ہو۔ اس احسان کا احساس ہو۔ اللہ کے سامنے جس طرح اللہ کے نبی ﷺ مکہ میں جھکتے ہوئے داخل ہوئے، (ایسے ہی) ہماری گردن اٹھنی نہیں چاہیئے احسانات کا شکر ادا کرتے کرتے کہ کیسے اس نے سکینت دی ہے، کیسے دلوں کو ثبات دیا ہے، کیسے کافروں کی چالوں کو ان پر الٹایا ہے۔ امریکہ کی ناک رگڑوائی ہے عراق کے اندر؛ پریشر کوکر جتنی مائنوں نے ان کا کباڑہ کر دیا ہے کہ جس کا وہ علاج نہیں کر سکے تو یہ اللہ کا فضل ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 52 پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلقاعدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برِّ صغیر

PR_120_AQS

تاریخ: 2 رمضان المبارک 1445ھ بمطابق 12 مارچ 2024ء

الشیخ المجاہد خالد باطرفی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت دکھ کے ساتھ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ، امتِ مسلمہ کے ایک مجاہد بطل، شجاع قائد، عالم وداعی، مہاجر ومرابط، تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب کے امیر، شیخ 'ابو مقداد الکندی خالد بن عمر باطرفی' مالکِ حقیقی سے جا ملے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون! بے شک موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس نے زندگی دیکھی سو موت اس کا مقدر رہے، لیکن جو موت اللہ جلّ جلالہ کے راستے میں آئے تو اس سے بہتر اور کیا ہے؟

وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (سورۃ النساء: ۱۰۰)

"اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے،

پھر اسے موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہو چکا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

شیخ خالد باطرفی رحمہ اللہ نے اوائلِ جوانی میں افغانستان کی طرف ہجرت کی اور وہاں برسرِ جہاد رہے، بعداً ایران میں روافض کی قید میں رہے، یمن میں جیل کاٹی، یمن میں تنظیم القاعدہ کی طرف سے مختلف ذمہ داریاں نبھائیں، طاغوتِ اکبر امریکہ کے خلاف جہاد میں صفِ اول میں رہ کر قیادت کرتے رہے، جزیرۃ العرب میں امریکی غلاموں کے خلاف صف آرا رہے اور مختلف فتنوں اور آزمائشوں میں مجاہدین کی قیادت اور ترشید کرتے رہے، اللہ تعالیٰ اعلیٰ جنت الفردوس کو آپ کا مسکن بنائے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ آپ کا معاملہ فرمائے، آمین!

ہم شیخ خالد باطرفی کی رحلت پر ان کے اہلِ خانہ، عزیز و اقارب، رفقاء، تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب کی قیادت اور مجاہد ساتھیوں، پوری دنیا میں جماعت القاعدہ کی قیادت اور جماعت سے وابستہ مجاہد ساتھیوں، اہلِ جزیرۃ العرب اور مجموعاً تمام امتِ مسلمہ سے تعزیت کرتے ہیں، اللهم أجرنا في مصيبتنا وأخلف لنا خيرا منها! ہم تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب کے نئے امیر شیخ ابو لیث سعد بن عاطف العولقی سے بھی شیخ خالد باطرفی کی وفات پر تعزیت کرتے ہیں اور شیخ ابو لیث سعد بن عاطف العولقی کے لیے دعا گو ہیں، اللہ پاک ان کی حفاظت فرمائیں اور قافلۂ جہاد کو صبر و استقامت عطا فرمائیں، یہاں تک کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی، فتح یا شہادت ان کا مقدر بن جائے، آمین یا ربّ العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

PR_119_AQS

تاریخ: 7 شعبان المعظم 1445ھ بمطابق 17 فروری 2024ء

ہندوستان میں مساجد کی شہادتوں کی بابت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

پچھلے چند ہفتوں سے ہندوستان کے مختلف علاقوں، دہلی، بنارس، ہلدوانی وغیرہ میں قدیم مساجد کو عملاً گرانے یا ان کو گرانے کے لیے قانونی چارہ جوئی کا سلسلہ جاری ہے۔ مساجد، اللہ جَلَّ جَلالَهُ کے گھر ہیں اور اسلامی معاشرے کے مراکز ہیں، ان کی تقدیس سے امتِ مسلمہ کا بچہ بچہ واقف ہے اور ان کی تقدیس اور مسلمانوں کے مساجد سے فی اللہ لگاؤ کو کفار بھی بخوبی جانتے ہیں۔ مساجد میں ناپاک انداز سے گھسنے اور ان پر حملہ کرنے سے قبل کفار سو بار سوچا کرتے تھے، اور مساجد کا انہدام...... تو ایسا تو سوچنا بھی اہلِ کفر کے لیے محال ہوتا تھا۔ ماضی و حال میں، خصوصاً ہندوستان کے اندر مساجد و مدارس کی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ اور انہدام و شہادتیں، دراصل ہم اہلِ ایمان کی اپنی کمزوری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

”عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنْ تَكُونُونَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ يَنْتَزِعُ الْمَهَابَةَ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمْ الْوَهْنَ قَالَ قُلْنَا وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.“ (مسند أحمد)

”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں دنیا کے ہر کونے سے مختلف قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جیسے دستر خوان کی طرف بلایا جاتا ہے'، ہم نے عرض کیا 'یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس زمانے میں ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گا؟' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اس زمانے میں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہو گی لیکن تم لوگ سمندر کے خس و خاشاک کی طرح ہو گے، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال لیا جائے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دیا جائے گا'، ہم نے پوچھا کہ '”وہن“ سے کیا مراد ہے؟'، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'زندگی کی محبت اور موت سے نفرت'۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت میں 'وَہَن' کا معنٰی یہ بیان ہوا ہے:

قَالُوا: وَمَا الْوَهَنُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ”حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ“ (مسند أحمد)

”پوچھا گیا کہ 'یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ”وہن“ سے کیا مراد ہے؟'، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'دنیا سے تمہاری محبت اور قتال فی سبیل اللہ (جہاد فی سبیل اللہ) سے نفرت'۔“

آج ہندوستان میں ’ہنومان‘ و ’گنیش‘ کے پجاری جو اس قدر ’شیر‘ ہو گئے کہ مساجد کو مسمار کر کے ان پر رام مندر تو کہیں کسی اور نامِ بد سے منسوب مندر اور مساجد کے احاطے کو تقسیم کر کے دراصل ’مساجدُ اللہ‘ ہی میں پوجا پاٹ کر رہے ہیں، تو اس کا سبب یہی ہے کہ کل تک مسلمانوں کو جھک جھک کر نمسکار کرنے اور جزیہ دینے والوں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب نکل چکا ہے۔ یہ رعب کیوں نکلا اور ہنومان و گنیش کے پجاری کیسے اس قدر شیر ہو گئے تو اس کا سبب ہمارے دلوں میں ’وَہن‘ کی بیماری کا دخول ہے۔ دنیا اور اس دنیوی زندگی سے محبت اور موت سے نفرت پیدا ہو گئی ہے حالانکہ موت کے بعد ہی لقاءُ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں جامِ کوثر اور جنت عطا ہو گی۔ پھر کراہیت صرف موت سے نہیں بلکہ جہاد و قتال سے بھی اور یہی بیماریٔ وہن ہے!

اپنے دین، مقدسات، مساجد و مدارس، اپنی ناموس و عزت، چادر و چار دیواری کا دفاع مقدور بھر اسباب سے کرنا، عقلاً و شرعاً فرض ہے۔ یہ کہاں ممکن ہے کہ ہندوستان، ہندو راشٹر، آمُو سے برہماپتر اتک اکھنڈ بھارت بنایا جا رہا ہو اور اس کا مقابلہ سیکولر نعروں اور سیکولر طریقوں سے کیا جا سکے؟ یہ کہاں ممکن ہے کہ بھگوا دہشت گرد تلواریں، نیزے اور بھالے لے کر نکلیں، دیو ہیکل ہتھوڑوں اور بلڈوزروں سے ہمارے گھر اور مساجد مسمار کریں اور اس کا مقابلہ چند مظاہروں یا اسی نظام کے تخلیق کردہ طریقوں سے کیا جا سکے؟

گھر واپسی سے مساجد کی شہادت تک۔ کلمہ گو اہالیانِ ہندوستان کے پاس حل صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی شریعت سے تمسک ہے۔ دلوں سے وَہن کو نکال کر حُبِ آخرت اور حُبِ شہادت کے راستے کا انتخاب حل ہے۔ جہاد کے لیے قوت تیار کرنا، مقامی سطحوں پر منظم ہونا اور جوانوں کی منظم ٹولیوں کی صورت اپنی مساجد اور علاقوں کا دفاع حل ہے۔ اس دفاع کی خاطر جو پستول و کلاشن کوف تک رسائی پائے تو وہ اس کو اپنے دفاع میں استعمال کرے، جو زنجیروں اور ہتھوڑوں، چاقوؤں اور خنجروں کو جمع کر سکے، یہی اس کے ہتھیار ہیں!

ہندوستان میں اہالیانِ دین کے لیے راستہ، مدِ مقابل سے دوستی، مفاہمت، سول سوسائٹی سے وابستہ امیدیں اور حکمران ہندو کی چاپلوسی نہیں۔ بس دو راستے ہیں، ایک وہی اول الذکر جس پر ہندوستان کے اہالیانِ دین مجموعاً اس وقت چل رہے ہیں اور دوسرا راستہ مزاحمت و مقاومت کا راستہ ہے۔ موت نے تو بہر صورت آنا ہے، فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ہم مظلومانہ شہادتیں دیں گے یا کچھ کر کے، اپنے دین و ناموس اور مقدسات و مساجد کی حفاظت کرتے ہوئے شجاعت و بہادری سے جان دیں گے۔ بغیر مزاحمت کیے اپنا خون پیش کرنا کچھ بھی سود مند نہیں، نہ یہ عقل کی بات ہے نہ شریعت کا طریقہ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نظام میں موجود اصل ظالموں اور جابروں کو نشانہ بنایا جائے اور عوام کو کچھ نہ کہا جائے۔ جو چھیڑے اس کو چھوڑیں نہ اور جو آپ کے خلاف صف آرا نہیں ہے اس کو اس کے حال پر رہنے دیں۔

امید ہے کہ اگر مزاحمت و مقاومت کا راستہ اختیار کر لیا جائے تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی مدد و نصرت شاملِ حال ہو جائے اور زمینی حقائق اہلِ اسلام کے حق میں ہو جائیں، ورنہ کم از کم شرعی مکلفیت تو ادا ہو ہی جائے گی۔ طریقِ شریعت پر چل کر دنیا میں نہ سہی آخرت میں تو سرخروئی حاصل ہو ہی جائے گی۔ ہم آخرت میں تو یہ جواب دینے کے قابل ہو سکیں گے کہ ہم مساجد کے گرائے جانے پر خاموش نہ بیٹھے تھے اور نہ ہی ہم نے بے سود و غیر مؤثر راستوں کا انتخاب کیا تھا!

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ (سورۃ محمد: ۷)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔“

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’لوگو تم پر عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل ہے، جس نے بھی اس مہینے میں نیکی کی وہ ایسے ہے جس طرح عام دنوں میں فرض ادا کیا جائے، اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا گویا کہ اس نے رمضان کے علاوہ ستر فرض ادا کیے، یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت اور درمیان مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔‘‘(الترغیب والترہیب)

رمضان المبارک ہم مجاہدین لیے اپنی انفرادی اصلاح کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ چنانچہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

تجدید نیت

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عہد باندھیں کہ صرف رمضان ہی نہیں بلکہ بقیہ سال بھر بھی اللہ کی اطاعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے نیت نہیں کر سکے تب بھی کوئی بات نہیں۔ اس وقت ’ایمان اور احتساب‘ کے ساتھ بقیہ دن گزارنے کی نیت کر لینی چاہیے۔

تزکیۂ نفس کا درست اسلوب

تزکیۂ نفس کا صحیح اسلوب تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ کیونکہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تمام فلاح پوشیدہ ہے اور اس کا اچھا ذریعہ اہلُ اللہ کی صحبت ہے۔

اپنا محاسبہ کیجیے

اللہ تعالیٰ تو علیم وبصیر ہے۔ وہ ہر کھلے اور چھپے راز سے واقف ہے، تاہم دنیا میں انسان کا سب سے بڑا محرم خود اس کی اپنی ذات ہی ہے۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ...... لہٰذا اپنی خامیوں کی فہرست تیار کریں اور عزمِ مصمم کریں کہ ان شاء اللہ اسی رمضان کے اندر ان سے چھٹکارا پانا ہے۔ کیونکہ انسان کو گناہ پر مائل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک اس کا نفس امارہ اور دوسرا شیطان الرجیم۔ اور احادیث میں تصریح ہے کہ رمضان میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں لہٰذا اب صرف نفس کی تحریض ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اسے بھی روزہ اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر قوت نہیں رہتی۔

لہٰذا اگر آپ رمضان میں اپنی خامیوں سے جان نہیں چھڑا سکے تو پھر کبھی بھی نہیں چھڑا سکیں گے، الا ان یشاء اللہ۔ چنانچہ ابھی سے عزم کریں کہ اپنی خامیوں کو دور کرنا اور خوبیوں کو مزید بڑھانا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص غیبت جیسی قبیح عادت میں مبتلا ہے تو اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو کر سکے۔ یاد رہے کہ غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز اسے زنا سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا غیبت کرنے والا فرد اس گناہ کے گھناؤنے پن کا تصور کر کے اس کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟ بالعموم محض اپنی زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے۔ یا یوں سمجھ لیں کہ غیبت دراصل زبان کی شہوت ہے۔ بسا اوقات غیر ضروری اور لایعنی گفتگو کرتے رہنے کی عادت بھی غیبت میں ڈھل جاتی ہے۔ کیونکہ موضوعِ گفتگو تو بہر حال چلتے ہی رہنا چاہیے نا......! بہتر یہ ہے کہ ہم رمضان میں اپنی یہ عادت بنائیں کہ کوئی لایعنی بات زبان سے نہیں نکالنی، دوسرے لفظوں میں ہمیں تقلیلِ کلام کو اپنانا ہو گا۔ غیبت دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کا ایسا ذکر ہے جو اس کے سامنے کیا جائے تو اسے برا لگے۔ غیبت سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر کیا ہی نہ جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری...... آزمائش شرط ہے۔

غیبت تو خیر بہت بڑا گناہ ہے، ہمیں تو بحیثیت مسلمان آفات اللسان کی ہر شکل سے خود کو بچانا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ کم از کم رمضان کی حد تک تو یہ طے کر ہی لیں کہ کم سے کم گفتگو کرنی ہے اور ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی جو آخرت کی میزان میں حسنات کے پلڑے میں نہ ڈالی جا سکے۔

غیبت ہی کی طرح ایک دوسری خطرناک بیماری جس کی طرف آج کل کے معاشرے میں بہت کم دھیان دیا جاتا ہے، وہ ہے بد نظری۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بری بلا سے بچائے۔ بد نظری چاہے دانستہ ہو رہی ہو یا نادانستہ طور پر، بہر حال بعض اوقات نیک لوگ بھی یا یوں کہہ لیں کہ بظاہر متشرع وضع رکھنے والے بھی اس روگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سے بچنے کا حقیقی نسخہ تو یہی ہے کہ آدمی محض اتنا تصور کرلے کہ جب میں بد نظری کے گناہ سے اپنی آنکھیں گندی کر رہا ہوں، تو کیا آخرت میں انہی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو سکوں گا۔ سبحان اللہ! کہاں یہ فانی حسن اور کہاں جمالِ الٰہی!

یہ بات تو شاید آپ نے کہیں پڑھی ہو گی کہ محرمات کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنے والے کو عبادات میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ کاش لوگ نگاہوں کی چوری کرتے ہوئے اتنا سوچ لیں کہ کیا وہ اپنے والدین کے سامنے ایسی حرکت کر سکتے ہیں؟ اور یقیناً کوئی حیادار آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس رب کریم سے حیا کیوں نہیں آتی؟ بہر حال بد نظری سے بچا جا سکتا ہے، بازاروں میں اپنی آمد و رفت کم سے کم کر کے اور (ہر قسم کے) غیر محرموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اجتناب کر کے۔ کوشش کریں کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد میں گزاریں یا پھر اہلُ اللہ، بزرگ صالحین کی صحبت میں۔ اور چونکہ رمضان، شہرِ قرآن ہے، لہٰذا اسے قرآن مجید ہی کی معیت میں گزارا جائے۔

یاد رکھیں! اس وقت دنیا میں دینِ حق پر حقیقتاً عمل کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور حقیقی اہلِ ایمان 'غرباء' ہو چکے ہیں، ان میں سے بھی اَغْرَبُ الْغُرَبَاء وہ ہیں جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر راہ جہاد میں گامزن ہیں۔ اور ہم یہی چاہ رہے ہیں کہ ہمارا شمار بھی اسی طائفہ منصورہ میں سے ہو جائے۔ بنابریں ہمارے لیے اشد ضروری ہے کہ اپنے شب و روز قرآن کے سائے میں گزاریں۔ مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں ہم اپنے معمولات کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایک ایسا مہینہ جب نوافل، فرض کے درجے میں اور فرائض کا اجر ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے تو پھر کون بد نصیب ہے جو رحمت باری سے محروم ہونا چاہے گا۔

؏ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

چنانچہ دن بھر کے معمولات کی ترتیب بنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تفصیلی منصوبہ بندی تو ہر بھائی اور بہن اپنے حالات کی مناسبت سے کر سکتے ہیں لیکن ایک سر سری خاکہ پیش خدمت ہے:

قیام اللیل

رمضان میں قیام اللیل عام دنوں سے زیادہ آسان بھی ہے اور زیادہ فضیلت والا بھی۔ اگر کوئی ہمت پاتا ہو تو رات کا تیسرا پہر افضل وقت ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سحری سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر آٹھ نوافل ادا کر لیے جائیں۔ قیام اللیل میں قرآن کی تلاوت کا لطف تو وہی جانتا ہے جسے اس کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جتنی سورتیں زبانی یاد ہیں پڑھ ڈالیے۔ جتنا پڑھیں، تدبر کے ساتھ اور اس احساس کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو رہا ہے۔ کیا خبر کہ اس عمل کی برکت سے ہم بھی 'وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ' والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

لیکن قیام اللیل پر عامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تراویح سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر سو جائیں۔ اگر عام دنوں میں ہم عشاء کے بعد بھی تادیر جاگنے کے عادی ہیں، لیکن خدارا! کم از کم رمضان میں ہی اس 'خلافِ سنت' عادت کو ترک کر دیا جائے۔ اور اس طرح فجر کے بعد سونے کی عادت کو بھی جبراً چھوڑ دیا جائے۔ اور آرام کرنا ضروری ہو بھی تو اشراق کے نوافل پڑھنے کے بعد کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔

اذکار مسنونہ

نمازِ فجر کے فوراً بعد اٹھ جانے کی بجائے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے صبح کے مسنون اذکار کا ورد کر لیا جائے۔ اس حوالے سے 'حِصنُ المسلم' اور 'علیکم بِسُنَّتِی' میں موجود اذکار کی ترتیب مفید پائی گئی ہے۔ نیز اگر 'مناجات مقبول' کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو سونے پہ سہاگہ ہو گا۔

صبح کے اذکار کا وقت سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے اذکار عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک مسنون ہیں۔ اذکار مسنونہ کا ورد اپنی عادت بنا لیں۔ نیز رمضان چونکہ شہرِ قرآن ہے لہٰذا کم از کم ایک پارے کی تلاوت ضرور کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آغاز میں طبیعت کو آمادہ کرنے میں دشواری پیش آئے لیکن یاد رکھیں کہ 'اب نہیں تو کبھی نہیں'۔ ہمارے اکابر اور اسلاف رمضان میں بہت زیادہ تلاوت فرماتے تھے۔ اگر ممکن ہو تو کیسٹ وغیرہ سے اچھے قراء کی تلاوت اور اللہ والوں کے بیانات سننے کا بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

سنن رواتب

سورج طلوع ہونے کے بعد کم از کم دو رکعت اشراق کے نوافل ادا کریں۔ اسی طرح کوشش کریں کہ وہ سنتیں جنہیں چھوٹے ایک مدت گزر گئی ہے، انہیں از سر نو زندہ کیا جائے، مثلاً تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور نمازِ عصر کی چار سنتیں۔

(نوٹ: نمازِ عصر کی چار سنتوں کے حوالے سے ایک فضلیت والی حدیث نظر سے گزری ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ اس پر رحم فرمائے جو نمازِ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ اسی روایت کو ابو داود اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے رحم کی دعا کی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتا ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد کے لیے دعا کر رہے ہیں تو وہ رد کیسے ہو سکتی ہے۔)

ذکر الٰہی

ہماری سابقہ زندگی کی تعلیم وتربیت میں چونکہ ایک فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنے پر بہت زور دیا جاتا رہا ہے لہٰذا اس کے اثرات یہ ہوئے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے موضوعات پر بے تکان بولے چلے جاتے ہیں۔ تقلیل کلام کے ذریعے اس چیز پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ لیکن تقلیل کلام سے مقصود یہ نہیں کہ زبان پر تالا لگا کر بیٹھ جائیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہماری زبان ہمہ وقت، ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ جتنی مسنون دعائیں منقول ہیں ان کا ورد اٹھتے بیٹھتے جاری رکھیں۔ ممکن ہے شروع میں تصنع کا خیال آئے لیکن اس وسوسۂ شیطانی کو دل سے جھٹک کر اپنا معمول جاری رکھیں۔ اگر کچھ تصنع ہوا بھی تو ان شاء اللہ خود بخود ڈھل جائے گا۔ البتہ یہ دھیان میں رہے کہ جہراً ذکر کی بجائے سراً ذکر بہتر ہے۔

سورہ کہف کی تلاوت

جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں اور جمعے کے دن عصر کے بعد کی گھڑیاں قبولیتِ دعا کے لیے بہت اہم ہیں، حدیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کے حضور خوب دعائیں کریں۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ

تزکیۂ نفس کے حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے انفرادی اوراجتماعی اعمال سیرت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائیں لہٰذا اس غرض کے لیے کتب سیرت، مثلاً زاد المعاد، سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ شروع کر دیں۔

حیاۃ الصحابہؓ سے استفادہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مبارک اور خوش قسمت ہستیاں ہیں جن کی تربیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اُن کی زندگیوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کی نیت سے ’حیاۃ الصحابہؓ‘ کی تعلیم اگر گھروں اور مراکز میں ہو سکے تو اُس کے بہت مفید اثرات عملی زندگی میں سامنے آتے ہیں۔

محاسبۂ نفس

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا...... روزانہ سونے سے پہلے کچھ دیر کے لیے اپنے دن بھر کے معمولات کا محاسبہ کریں۔

کثرت دعا

ان سارے معمولات کے باوجود، قبولیت اخلاص سے مشروط ہے، لہٰذا اخلاص کی دعا ضرور کریں۔ ہم اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔ ان مبارک ساعتوں میں بار بار اس کا در کھٹکھٹائیں۔ بالخصوص رات کے پچھلے پہر اور بوقت افطار کی جانے والی دعائیں مقبول ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ سے اپنی، اپنے والدین، عزیز واقارب اور امت مسلمہ کے لیے عفو وعافیت کا سوال کریں۔ سعادت مندی کی زندگی اور شہادت کی موت طلب کریں۔ مجاہدین اسلام کی نصرت اور کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں کریں، یہ بھی ان کی مدد ہے۔ قنوت نازلہ پڑھیں اور بالخصوص اپنے قیدی بھائیوں اور بہنوں کی قید سے رہائی کے لیے نہایت الحاح وزاری سے دعائیں مانگیں۔ قیدیوں کو چھڑوانے میں تساہل کر کے ہم بحیثیت مجموعی جس گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس پہ رو رو کر اللہ کے حضور معذرت پیش کریں۔ مجاہدین کی قیادت کے حق میں صبر واستقامت کی دعا کریں۔ امت مسلمہ کے سروں پر مسلط غاصب کفار اور طواغیت کی ہلاکت اور بربادی کی دعا کریں۔

انفاق فی سبیل اللہ

مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے اپنی ذاتی جیب سے ’نصرت فنڈ‘ قائم کریں۔ اس سلسلے میں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے گھروں میں ایک ڈبہ رکھ لیں اور روزانہ اس میں کچھ نہ کچھ ڈالتے رہیں۔ اسی طرح دیگر ساتھیوں اور اہل خیر کو بھی ’انفاق فی سبیل اللہ‘ پر ابھاریں۔ محاذوں پر موجود مجاہدین بھائیوں تک ضروری سامان پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

ترک تعیش

راہِ جہاد اور تعیش میں باہم ضد واقع ہوئی ہے۔ عیش کوشی اور سہولیات کے عادی افراد راہِ جہاد کے مسافر نہیں بن سکتے۔ وہاں تو ایسے رجال کی ضرورت ہے جو رھبان باللیل اور فرسان بالنھار ہوں۔ چنانچہ رمضان کو غنیمت جان کر اپنی زندگی میں سے ان چیزوں کو آہستہ آہستہ خارج

کرتے جائیں جو اگرچہ مباح ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان سے آرام طلبی اور عیش پسندی کی بو آتی ہو۔ اس حوالے سے دو حدیثیں یاد رکھیں۔

كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل

"دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا مسافر۔"

اور

الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔"

آخری عشرے کا اعتکاف

آخری عشرے میں اعتکاف کی کوشش کریں۔ وگرنہ کم از کم طاق راتیں ضرور قیام اللیل میں گزاریں۔

نصاب برائے حفظ

قرآن مجید کی بعض سورتیں جو بھول چکی ہوں از سرِ نو یاد کرنے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرما دیا، چنانچہ اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جان کر عبادت الٰہی میں وقف ہو جائیں۔

افطاری کے وقت بہت زیادہ کھانے سے پرہیز کریں۔ نفس تو یہ چاہے گا کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہنے کے بدلے چٹخارے دار کھانے ملیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں یا قابو کر لیتے ہیں۔ افطار کے وقت انواع واقسام کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے وقت گوانتاناموکے پنجروں میں قید اپنے بھائیوں کو ضرور یاد رکھیے گا اور اگر ان کی یاد سے آپ کی آنکھیں بھر آئیں تو امید رکھیں کہ ان شاء اللہ ہمارے لیے راہِ جہاد میں چلنا آسان ہو جائے گا۔

سبحانک اللهم و بحمدک نشهد ان لا اله الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی الله علی النبی

ماہِ شعبان میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- شعبان ۲ھ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مسلمانوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔
- شعبان ۳ھ میں نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کی پیدائش ہوئی۔
- ۵ شعبان ۴ھ کو نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین بن علیؓ کی پیدائش ہوئی۔
- شعبان ۵ یا ۶ھ میں نبی کریم ﷺ کی قیادت میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مشرکین کو شکست ہوئی۔
- شعبان ۹۴ھ میں امام اللیث بن سعد الفقہی المصری کی پیدائش ہوئی۔

دو روزے

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدۃ: ۳)

میرے بھائیو!

سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لئے توفیق الٰہی پر مبارک باد دیتا ہوں، یہ معمولی نعمت نہیں ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

> من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه
>
> جس نے رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی لالچ میں، تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔

اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے جمعۃ الوداع ہے اس کے بعد جو روزے باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت و نعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں لیکن وہ نئی بات نہیں ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم سے ماخوذ ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لئے نئی ہو گی، اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ روزے دو طرح کے ہیں، ایک چھوٹا روزہ ایک بڑا روزہ، چھوٹے روزے کی تحقیر نہیں صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو، ۱۳ گھنٹے، ۱۴ گھنٹے کا روزہ ہو گا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ، یہ وہ روزہ ہے جو بالغ مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے، وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک قائم رہتا ہے اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اس روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات و معاملات کا لطف نہیں حاصل کر سکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے یہ روزہ چاہے ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا ہو، اس میں محدود پابندیاں ہیں، رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین و احکام پر عامل ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کون سا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے، گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کون سا بڑا روزہ ہو گا کیا شش عید (عید کے بعد چھ دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور حدیث سے ثابت ہے) کا روزہ بتانے والا ہوں، یا پندرہویں شعبان کا؟ کون سا روزہ بتانے والا ہوں۔

بڑا روزہ ہے اسلام کا روزہ، اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی بلکہ روزہ، نماز یہاں تک کہ جنت بھی جو اللہ تعالی عطا فرمائے گا وہ سب اس کے طفیل ہی ہے، اصل بڑا روزہ اسلام کا روزہ ہے وہ کب ختم ہوتا ہے، کب شروع ہوتا ہے یہ بھی سن لیجیے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا، اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے، اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل اور مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور جو اسلام لائے، کلمہ پڑھے یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اور یہ روزہ کب ختم ہو گا، یہ بھی سن لیجئے۔ رمضان کا روزہ اور نفلی روزہ تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے، مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتابِ عمر کے غروب ہونے پر ختم ہو گا۔

رمضان کے روزے و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے؟ آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کر سکتے ہیں، زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آجائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا، اس لئے میں ان کا نام نہیں لیتا، وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے، وہ روزہ ٹھنڈے پانی سے کھلتا ہے، یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کے دستِ مبارک سے جامِ طہور، جامِ کوثر سے کھلے گا، اگر وہ روزہ پکا ہے اور اس روزے کے آپ نے شرائط پورے کر دیئے ہیں اور محض اللہ تعالی کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے گئے، ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ رہے تھے اور ہمارے دل میں نور ایمان تھا، ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا، تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے، اس کا افطار کیا ہے، اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دیدے اور اللہ کے بندوں نے جان دی ہے اللہ کے سینکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار نصیب ہو، اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں، جہاد کے

واقعات، غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھیے، لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں، بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا، ابھی تم چھوٹے ہو، اس نے کہا نہیں چھوٹا نہیں، میں لڑ سکتا ہوں، اس نے بڑی خوشامد کی، کسی نے سفارش بھی کی، تو آپ نے اجازت دیدی، دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے، کہنے لگے آپ نے انھیں اجازت دی تھی مجھے بھی اجازت دید یجیے، آپ نے فرمایا تم ابھی بچے ہو، اس نے عرض کیا کہ آپ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجیے اگر میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دید یجیے۔ یہ بچوں کا شوق تھا، کشتی ہوئی، اس نے واقعی پچھاڑ دیا، اور آپ ﷺ نے ان کو بھی اجازت دیدی، اور وہ شہید بھی ہوئے، اور ابوجہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں ابوجہل کو دکھایئے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، میں شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، ابوجہل کا بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں، سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہی، لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے، اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے، یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی، نہ روزہ ہوتا، اور دیکھ لیجئے جہاں اسلام نہیں وہاں نماز ہے نہ روزہ، نہ کلمہ ہے نہ اللہ پر یقین ہے، نہ اس کے واحد ہونے کا یقین، نہ حشر کا، نہ روزِ قیامت، نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا، یہ سب دولتِ ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے، ہم گن بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو ملی ہیں، یہ سب اسلام کے طفیل ملی ہیں، اسلام کے طفیل میں آدمیت ملی ہے، انسانیت ملی ہے، عزت ملی ہے، طاقت ملی ہے، روحانیت ملی ہے، اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالی کی طرف سے جنت ملے گی، اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔

وما لا عين رات ولا ازن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں، معلوم نہیں پھر کبھی ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے، بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں، تب ان کی قضا ہو گی لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے، ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں، اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں، اس میں شرک منع ہے، سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء)

قرآن مجید میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالی شرک کو معاف نہیں فرمائے گا، باقی جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

شرک کیا ہے آپ سن لیجئے، اس کو سب برا سمجھتے ہیں آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے، عقیدہ یہ جو ہے کہ یہ خیال کرے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے، الا له الخلق والامر، اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے جلانا، اسی کو مانتے ہیں کہ خالق ارض و سموت اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالی ہی ہے لیکن چلانے کے بارے میں بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں اور کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے، اس نے اپنی جگہ نہیں بنائی ہے، وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا۔ کن فیکون کہہ دیا بس بن گئی، لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں: جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کردے، کوئی بات کسی کے ذمہ کر دے، بھائی تم خیرات بانٹا کرو، تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا، غلہ پہنچا دو، کچھ پہنچا دو، جس کی ضرورت ہو، کوئی بیمار ہو اس کو شفاء دے دو، کسی کی اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو، کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے، اس کی خلاصی کر دو، کسی کا مقدمہ جتا دو وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ تعالی نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانے کر دیئے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہو گی، ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا لے لے گا۔ لیکن ایسا نہیں اللہ تعالی فرماتا ہے، میرا ہی کام ہے پیدا کرنا، اور میرا ہی کام ہے جلانا اور حکم دینا، الا له الخلق والامر

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہاں بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں، اور شاہجہاں کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمراں ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، وہی خالقِ کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے، اور وہی حکمراں، سیاہ سپید کرنے والا، جِلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یس: ۸۲)

اولاد دینا، روزی دینا قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا جتانا، اور کسی کو عزت دینا، کسی کی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ ڈور عنانِ حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے، اولاد وہی دے سکتا ہے، روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے، نہ کسی قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے، ایک بات یہاں سے یہ کر جائیے اور یہ وہ جگہ ہے (دائرہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ کی مسجد جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ کی دعوت، توحید وجہاد کا سب سے پہلے مرکز بنی اور وہیں سے سارے ہندوستان میں دعوت پھیلی) جہاں خاص طور پر اس چیز کی دعوت دی گئی اور پورے ہندوستان میں پہنچی، پہلے عقیدہ توحید کو جانچئے کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ اور اس کے بعد دوسری بات قیامت کا یقین وآخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین کو محبوب رب العالمین ماننا اور یہ ماننا کہ شریعت انھیں کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی، اور آخرت میں کام آئے گی، قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے، اور واجب القتل ہے، شریعت، شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چلے گی، اور ہر جگہ چلے گی، اور اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہوگا، اور سرخرو ہوگا۔

آپ ﷺ حبیب خدا ہیں، جو آپ ﷺ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

لا يؤمن احد كم حتى اكون احب اليه من والده وولده الناس اجمعين۔

یہ مرتبہ کسی بزرگ ولی کیا چیز، کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا، یہ مرتبہ خدا نے آپ ﷺ کے لئے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو۔ عقیدہ بھی ہو، محبت بھی ہو، اور شفاعت کا شوق بھی ہو اور اہتمام اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو، کہ آپ پوچھیں، آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتائیے اور اہل علم وفضل کے پاس جائیے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے، شادی بیاہ کس طریقہ پر ہو، حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا طریقہ کار تھا۔ خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، ماتم کرنا، گانا بجانا، یہ تزک و احتشام، دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو، ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک، کہ گردن شرم سے جھک جائے، کیسی بری بات ہے یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو ناپسند ہے۔ سب میں ہم پابند ہیں شریعت کے، صرف نماز روزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں، ہر چیز میں ہمارے لئے نمونہ اسوہ رسول ﷺ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بس نماز روزہ شریعت کے مطابق ہوں، اس کے لئے مسئلہ پوچھیں، اور نکاح وطلاق تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں، لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے، ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے (جو لہو الحدیث کی بہترین تشریح ہے)، اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود ونمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے، اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے تو آپ یہ سمجھ کر جائیں کہ یہ روزہ تو انشاء اللہ اب جو ۵،۶ دن باقی ہیں اگلے جمعہ کو شاید عید ہو جائے یا اس کے بعد ہو، اگر ۳۰ کا رمضان ہوا، اس کے بعد ہم آزاد ہیں؟ ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ اب بھی ہے، بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے جو آپ رکھ رہے ہیں، وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے، بلکہ جس کے لئے جان کی بازی لگا دینا اور جس کے لئے جان فدا کر دینا جسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہے، ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گذر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے، اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی، ان کے حالات پڑھئے، جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، ان کو یہ فکر ہوتی تھی بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے کہ خاتمہ بخیر ہو۔ سب کے دل سے یہ لگی ہوئی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں سے رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہو گئی، اب ہم آزاد ہیں، جو چاہیں کریں، ہرگز ایسا نہیں، آپ آزاد بالکل نہیں ہیں، آپ کے گلے میں

اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے۔ آپ کی تختی، آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، اللہ تعالی کے یہاں اس روزہ کا حساب ہو گا اور اس روزہ کا بھی حساب و کتاب ہو گا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی، اللہ تعالی فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:۳)

میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے، کہ ایسا کرو، اور وہ کرنا چاہے، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعوی کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں، جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام رہے گی، دنیا میں کسی کو یہ اجازت نہیں اور نہ اس کے لئے مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے، شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، وہ چیزیں جو حرام ہیں حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جایئے کہ اگر کسی کی جائداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائداد کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالی اس پر بڑا خوش ہو گا۔ آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائداد، اپنا ترکہ یہ تمہیں مبارک ہو۔ اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، دل آزاری کرنا، گالی بکنا، ناجائز، حرام ذرائع آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں حرام ہی ہیں، اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گے اسی طرح سود ہے، کہ بعض لوگ اس دور پر فتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں کس قدر افسوسناک بات ہے جس چیز کو شریعت و دین نے حرام قرار دے دیا قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجئے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر افطار ہو، شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کبار مشائخ میں تھے، نواب میر خاں نے جو ان کے مرید تھے ارادہ کیا جب انھوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں، کوئی آمدنی نہیں کوئی جائداد نہیں تو انھوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنی چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں۔ فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا۔ اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے۔ اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو، میں روزہ نہیں کھولوں گا، کہ تمام دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، جو چیزیں حرام ہیں، غلط ہیں غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہیے، سمجھ لیجئے نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے، نہ اولاد دے سکتا ہے، نہ نوکری دلا سکتا ہے، کہ آپ کسی اور سے مانگیں، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگیں جو سمیع و مجیب ہے، وہ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرۃ:۱۸۶)

خدا تعالی فرماتا ہے اپنے رسول ﷺ سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔

بس آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جایئے، خوش ہویئے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے، اللہ تبارک و تعالی اور رمضان نصیب کرے، مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں، ہاں وہ مسلسل و طویل روزہ رہے گا۔ وہ روزہ مبارک ہو، اس روزہ کا خیال رکھیئے، وہ روزہ نہ توڑیئے گا، وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا، سب کچھ بگڑ گیا۔

بس یہی دو روزے ہیں ایک روزہ ہے قریب المیعاد، وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا۔ اور مسلمان کے لئے جب سے وہ بالغ ہوا، اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں، اس روزے کی حفاظت کریں اور قدر کریں، اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔

رب توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین، واخر دعو انا ان الحمد للہ رب العالمین

نومبر ۱۹۲۰ء، بستر مرگ پر ہیں شیخ الہند، پاس کون بیٹھا ہے؟ انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد کفایت اللہ، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، احمد سعید دہلوی، قریب قریب اور بھی جید علماء، حضرت کے آخری الفاظ یہ سب حضرات نقل فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں حضرت نے فرمایا: ”میں بستر پر مر رہا ہوں، مجھے مرنے کا افسوس نہیں ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ میں بستر پر مر رہا ہوں، میری تمنا اور خواہش یہ تھی کہ میں کافر کے اس ساتھ...... اس ظالم کے ساتھ...... انگریز کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے میدانِ جہاد میں مارا جاتا“، یہ لفظ ہے، ”اور میرے جسم کے ٹکڑے کر دیے جاتے“۔ شیخ الہند اس زمانے کے کسی محل میں نہیں رہ سکتا تھا؟ انگریز سے مفاہمت نہیں کر سکتا تھا؟ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میں اس کے ساتھ مل کر ملک کے آئین کے اندر اسلامی دفعات کو کہیں سے شامل کروالوں گا، کہیں سے جڑ لو مڑ لو کر کے۔ آ گیا اسلام؟ اگر ایسے آنا ہوتا تو آ چکا ہوتا!

حضرت مولانا عطاالمؤمن شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ

کاش ہم میں بھی کوئی ’پینگوئن‘ ہوتا

معین الدین شامی

کچھ مہینوں پہلے سنا تھا کہ عافیہ صدیقی کا خط آیا ہے، ان کی بہن کی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔

نامعلوم کتنے ہی خط اور کتنے ہی پیغام پہلے بھی آ چکے ہیں۔

کتنے ہی خط، کتنی خبریں اور رپورٹیں ہم پڑھ چکے ہیں، عافیہ صدیقی سے متعلق کتنی کہانیاں اور قصے ہم سن چکے ہیں۔ عافیہ صدیقی کی قید کی کہانیاں اور ما قبلِ قید کی زندگی کے بارے میں شاذ ہی کوئی ہوگا جو اَب نہ جانتا ہو۔

اس بار عافیہ کی بہن اور وکیل کے ذریعے جو پیغامات ملے اور جو رپورٹیں بین الاقوامی و قومی اخبارات و ویب صفحات پر چھپیں وہ ہماری عزت کا نوحہ تھیں۔ عافیہ صدیقی ہم میں سے کتنوں کی بہنوں سی ہیں، کتنوں کے لیے ان کا رتبہ ماں جیسا ہے اور من حیث المجموع امت کی بیٹی تو وہ ہیں ہی۔ عافیہ کی عمر، صحت، ذہنی حالت وغیرہ آج اس سب سے بہت مختلف ہے جو آج سے اکیس سال پہلے تھی۔ عافیہ کے دشمنوں کا رویہ لیکن عافیہ کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا دمِ اغوا تھا۔

ذرا سوچیے آپ کی ایک بچپن-ستاون سال کی بہن ہو، یا آپ کی ماں کی عمر کی یا کچھ زیادہ یا کم کی ’عافیہ‘ ہو اور اب بھی وہی چیخ و پکار ان کے پنجرے سے بلند ہوتی ہو جو قریباً دو عشرے قبل تھی۔ ذہن ایسی بات سوچنے پر آمادہ نہیں ہوتا، زبان سے اس بات کو بیان کرنا مشکل ہے اور نوکِ قلم پر یہ بات نہیں آ پا رہی کہ عافیہ کے ساتھ اس عمر میں بھی کیا سلوک ہو رہا ہے؟

میرے پاس بھی کہنے کو کچھ نیا نہیں ہے۔ بس میں تو ایک ’عذر نامہ‘ لکھ رہا ہوں کہ اس رسوائی سے بچ سکوں کہ جب عافیہ صدیقی زندہ یا مردہ حالت میں ہمارے سامنے ہوں گی اور اس رسوائی سے بچ سکوں جو اصل رسوائی ہے کہ جب اولادِ آدمؑ روزِ قیامت جواب طلبی کے کٹہرے میں کھڑی ہو گی۔ آپ کی ماں کی، آپ کی بہن کی، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی آبرو تار تار ہو رہی تھی اور ہر کوئی وہ کرب ناک اور سننے والے کے لیے ذلت آمیز چیخ و پکار سن رہا تھا، لیکن، کیا عجیب بے غیرتی کا عالَم تھا کہ زندگی کا پہیہ ہر ہر صورت میں ہر ہر طرح رواں تھا، کہیں کوئی فکر، کوئی دل میں پھانس یا ماتھے پر شکن نہ تھی۔

غزوۂ بنو قینقاع کے قصے، محمد بن قاسم کی غیرت، معتصم باللہ کی لشکر کشی یہ سب باتیں ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہم نے صرف سننے اور پڑھنے کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔ میں کہوں یا نہ کہوں، میں ادب سے کہوں یا انداز جری ہو، کچھ بھی ہو، ہمارا عمل اجتماعی حیثیت میں ظاہر کر رہا ہے کہ ہم بے غیرتی کی بڑی سی گولی کو بغیر پانی کے نگل چکے ہیں۔

دنیا کے ہر چوراہے پر یہ خبر مشہور ہے کہ عافیہ کو فلاں فلاں زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، چھیاسی سال کی قید ان کے مقدر میں طاغوتِ زمانہ نے لکھ دی ہے، عافیہ کے دماغ کے کچھ گوشے مستقل بجھ چکے ہیں، وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہیں۔ عافیہ کو برہنہ کیا جاتا ہے، جی، میری ماں کو، میری بہن کو، میری بیٹی کو برہنہ کیا جاتا ہے، قرآنِ پاک پھر اس حافظۂ قرآن اور عالمۂ دین کے آگے، فرش پر بچھا جاتا ہے اور پھر عافیہ کو کہتے ہیں کہ تم اس پر قدم رکھو اور آگے بڑھو تب تمہیں تمہارے کپڑے لوٹائے جائیں گے۔

ہم زندہ ہیں؟ ہم غیرت مند ہیں؟ ہم انسان ہیں؟ ہم مسلمان ہیں؟

سنہ ۲۰۱۶ء میں، Discovery چینل کا ایک کلپ کسی نے واٹس ایپ پر بھیجا تھا۔ ایک نَر پینگوئن (Penguin) جو کہ ایک آبی پرندہ ہے، شکار کے بعد، ساحلِ سمندر پر واقع اپنے گھونسلے کو لوٹتا ہے۔ وہاں دیکھتا ہے کہ اس کے گھر پر ایک دوسرے نَر پینگوئن نے قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کی مادہ کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ یہ پینگوئن، جسمانی طور پر کمزور ہے، لیکن ہم سے زیادہ غیرت مند ہے، بس برداشت کر کے، ’صبر شکر‘ نہیں کرتا، باہر کھڑا چیخ و پکار نہیں سنتا رہتا۔ یہ آگے بڑھتا ہے اور بے غیرت و غاصب پینگوئن پر حملہ کر دیتا ہے۔ لڑائی بہت شدید ہوتی ہے۔ حق کی خاطر لڑنے والا پینگوئن لہو لہان ہو جاتا ہے اور زمین پر گر جاتا ہے۔ غاصب اپنی فتح کا اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فاتح ہوں، میں غالب ہوں، ہمت ہے تو اٹھ۔ اس میں ہمت کہاں ہے، خون بہہ رہا ہے، یہ کراہ رہا ہے، قوت جواب دے چکی ہے، لیکن دِل میں غیرت اب بھی موجود ہے، بلکہ صرف ’موجود‘ نہیں ہے ’موجزن‘ ہے۔ یہ اپنے جسم کی کل قوت جمع کرتا ہے اور پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ ہماری طرح خود سے اپنی بے غیرتی کی لاش پر فاتحہ نہیں پڑھتا۔ قدم ڈگمگا رہے ہیں، آنکھوں کے سامنے شاید اندھیرا ہو گا، لیکن دل میں غیرت کی روشنی ہے، اسی سے دیکھتا ہے۔ رگوں سے خون نچڑ چکا ہے، لیکن حمیت کی بجلی ابھی دوڑ رہی ہے۔ ایک بار پھر ’سپر پاور‘ پر حملہ آور ہوتا ہے اور ’سپر پاور‘ پینگوئن، اس جان کھوتے پینگوئن کا حملہ روکتے ہوئے اسے ایک ہی ہاتھ جڑتا ہے، اس پینگوئن کا کام تمام ہو جاتا ہے اور اب یہ کبھی نہ اٹھنے کے لیے گر جاتا ہے۔

یہ جانور ہے، حیوان ہے، اس کی کیا اوقات کہ اس کو یاد رکھا جائے، لیکن بڑی چیزوں سے نسبت ’بڑا‘ بناتی ہے، ہے تو وہ کتا ہی لیکن اصحابِ کہف کا ہے تو اس کا ذکر قرآن میں آ گیا۔ ہے تو یہ بھی ایک حقیر حیوان ہی لیکن ’غیرت‘ سے متصف ہوا تو عام لاکھوں پینگوئن کے غول سے جدا ہو کر خاص ہو گیا۔

کاش ہم میں بھی کوئی ’پینگوئن‘ ہوتا کہ اگر عافیہ کو بچا نہ سکتا تو کم از کم جان ہار کر ایمان و غیرت کا ثبوت دیتا......کاش......

☆☆☆☆☆

امت کی مظلوم بیٹی عافیہ

شاہین صدیقی

We are talking about a very unique figure. What we know is that this is a very intelligent terrorist.

(Executive Director of International Institute of Counter Terrorism, Israel)

’’ہم ایک بہت ہی انوکھی شخصیت کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ ہم اس کے بارے میں اتنا جانتے ہیں کہ وہ ایک انتہائی ذہین دہشت گرد ہے۔‘‘

(ایگزیکیٹو ڈایریکٹر، انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کاؤنٹر ٹیررازم، اسرائیل)

امت کی مظلوم بیٹی عافیہ صدیقی کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے اکیس سال گزر گئے لیکن ملک کی مقتدر قوتیں، حکمران و اشرافیہ بے غیرتی کی چادر تانے اپنی عیاشیوں میں مگن ہیں۔ ڈالروں کے عوض اپنی ہی بیٹی کو کفار کے ہاتھوں فروخت کر دینے کی ایسی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

بلاشبہ عافیہ صدیقی بہت ذہین تھی، ایم آئی ٹی سے گریجویٹ، نیورو سائنس میں پی ایچ ڈی، خدا ترس اور دین سے محبت رکھنے والی......

۲۰۰۳ء میں جب انہیں اغوا کیا گیا تو ساتھ ہی ’لیڈی القاعدہ‘ کہہ کر دنیا کے مطلوب افراد کی فہرست میں ڈال دیا گیا، بچوں سے دور کیا گیا اور چار سال تک بگرام میں ظلم و تشدد کے تمام حربے اپنائے گئے، پھر جب صحافی یووان ریڈلے نے پاکستان میں عافیہ صدیقی کے حق میں تحریک شروع کی کہ بدنام زمانہ بگرام جیل میں قیدی ۶۵۰ کے نام سے عافیہ صدیقی قید ہیں تو ایک ڈرامہ رچا کر عافیہ صدیقی کو صوبہ غزنی میں ان کے بیٹے کے ہمراہ میڈیا پر پیش کیا گیا۔ (غزنی میں کیا ہوا اور کیسے ہوا؟ اس حقیقت سے پردہ اب تک نہ اٹھ سکا اور اسی سلسلے میں عافیہ صدیقی کے وکیل کلائیو سٹیفرڈ سمتھ (Clive Stafford Smith) نے گزشتہ دنوں تحقیق کی غرض سے غزنی کا دورہ کیا تاکہ عافیہ کے حق میں مضبوط دلائل اکٹھے کر سکیں۔)

پھر پس پردہ ایک اور ڈرامہ بھی رچایا گیا جس میں عافیہ پر الزام لگایا گیا کہ دوران تفتیش نحیف و نزار عافیہ نے امریکی فوجی سے اس کی گن چھین کر امریکیوں پر فائر کیا، جس سے کسی کو تو کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ جوابی فائر میں عافیہ صدیقی زخمی ہو گئیں۔ یہ الزام انتہائی احمقانہ اور بے بنیاد ہے۔ کوئی بھی شخص جو کبھی تفتیشی مرحلے سے گزرا ہو یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ دوران تفتیش کمرہ تفتیش میں اسلحہ نہیں رکھا جاتا بلکہ کمرے کے باہر سکیورٹی پر مامور عملے کے پاس اسلحہ ہوتا ہے۔ لیکن اسی بنیاد پر عافیہ صدیقی کو امریکہ لے جایا گیا اور وہاں عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔

عافیہ صدیقی پر القاعدہ سے وابستگی اور دہشت گردی سے متعلق تمام الزامات چھوڑ کر امریکی فوجی پر اقدام قتل کا کیس بنایا گیا جس میں کسی بھی ٹھوس ثبوت کے بغیر چھیاسی (۸۶) سال قید کی سزا سنادی گئی۔

اس حوالے سے یووان ریڈلے کہتی ہیں:

’’امریکی اہلکار کے قتل کی کوشش پر چھیاسی سال قید کی سزا شرمناک اور بے مثال ہے۔ ایک دوسری چیز جسے میں بہت عجیب سمجھتی ہوں وہ عدالت کی قانونی حیثیت ہے۔ ایک جرم جو مبینہ طور پر افغانستان میں ہوا ہے اس کا ٹرائل نیویارک میں کیوں چلا؟ اس کی کوئی تک نہیں بنتی۔‘‘

چھیاسی سال قید کی سزا سنائے جانے کے بعد عافیہ صدیقی کو بدنام زمانہ جیل ایف ایم سی کارزویل (FMC Carswell) میں رکھا گیا، جہاں خطرناک جرائم میں ملوث عورتوں کو رکھا جاتا ہے اور اس کا عملہ قیدی خواتین کے ساتھ جنسی ہراسگی میں بدنام ہے۔

بیس سال بعد بہن سے ملاقات کی اجازت

بیس سال بعد کافی کوششوں کے نتیجے میں عافیہ صدیقی کی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کو ۲۰۲۳ء میں عافیہ صدیقی سے ملاقات کی اجازت ملی۔ اس ملاقات سے متعلق ڈاکٹر فوزیہ صدیقی نے بتایا کہ عافیہ اس قدر برے حال میں ہیں کہ پہچانی نہیں گئیں۔ جیل میں دیگر قیدیوں اور عملے کی طرف سے تشدد کا نشانہ بنیں، جس کی وجہ سے ان کے آگے کے دانت ٹوٹ چکے ہیں اور ایک کان کام نہیں کرتا۔

ملاقات کے لیے عافیہ کو دوسرے کمرے میں رکھا گیا اور فوزیہ کو دوسرے کمرے میں۔ سامنے شیشہ تھا اور ٹیلی فون کے ذریعے بات کی، ایسے میں بہنیں ایک دوسرے کو گلے لگانے کو ترس گئیں۔

ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کی عافیہ سے دوسری ملاقات چار دسمبر ۲۰۲۳ء کو ہوئی۔ جس کے متعلق ڈاکٹر فوزیہ بتاتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں۔

”وہ پہلے سے زیادہ برے حال میں مجھے لگی۔ اور اس دفعہ اسے چھوڑتے ہوئے میرا دل بہت بیٹھ رہا تھا۔ اس دفعہ ہم دونوں مل کر روتے رہے۔ وہ شیشے کے اس طرف اور میں شیشے کے اس طرف۔ تقریباً آدھا گھنٹہ تو ہم روتے ہی رہے۔“

اس ملاقات کے بعد عافیہ صدیقی کے وکیل کلائیو سمتھ کی بھی عافیہ سے طویل ملاقات ہوئی، جس میں انہوں نے ان پر کیے گئے تشدد اور ریپ کی تفصیلات اپنے وکیل کو بتائیں۔ کلائیو نجی ٹی وی چینل کو دیے گئے انٹرویو میں بتاتے ہیں:

”ایک امریکی کی حیثیت سے میں اس بات پر شرمندہ ہوں، جو ہمارے جیل کے نظام نے عافیہ کے ساتھ کیا۔ میں نے عافیہ کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی سے متعلق رپورٹ بھی جمع کروائی ہے۔ جو سلوک عافیہ کے ساتھ کیا جارہا ہے وہ جنسی بدسلوکی کے لحاظ سے ناقابل بیان ہے۔ عافیہ نے مجھے تفصیل سے بتایا کہ اس کے ساتھ کس طرح زیادتی ہوئی۔ عافیہ کو جو شکایات ہیں وہ انتہائی تشویش ناک اور ساری سچ ہیں۔ اس وقت امریکی جیلوں میں دس ہزار دو سو پچاس خواتین ہیں۔ ان تمام خواتین میں جس خاتون کے ساتھ سب سے برا سلوک کیا گیا ہے وہ عافیہ ہیں۔ اس میں کوئی ابہام نہیں کہ ایف ایم سی کارزویل میں عافیہ صدیقی کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی۔ جیل کے محافظوں کی جانب سے کم از کم دو بار لیکن دوسرے قیدیوں کی جانب سے ان گنت بار۔ میں نے حکومت پاکستان کو عافیہ صدیقی کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے متعلق بتایا ہے اور میں یقینی طور پر انہیں تمام لرزہ خیز تفصیلات سے بھی آگاہ کروں گا۔ یہ اس کی حکومت ہے، عافیہ کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے۔ میں جو کر سکتا ہوں کر رہا ہوں۔ اور میں ایک امریکی ہوں۔ عافیہ کے ساتھ جو کچھ ہوا میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، لیکن آخر کار یہ حکومت پاکستان کا کام ہے۔ یہ حکومت پاکستان کی ناکامی ہے کہ وہ عافیہ کو واپس نہیں لا سکی۔“

عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے ہونے والی کوششیں

عافیہ صدیقی کے لیے پاکستان میں ہر دردمند دل دکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ پچھلے بیس سالوں میں حکمران بننے کے خواب دیکھنے والے ہر سیاست دان نے عوامی حمایت کے لیے عافیہ کارڈ استعمال کیا۔ عافیہ صدیقی کے گھر والوں سے جھوٹے وعدے اور عافیہ کو واپس لانے کے بلند و بانگ دعوے کیے، لیکن یہ سب دعوے جھوٹ، فریب اور سیاسی چال کے سوا کچھ نہ تھے۔

بہت سے عام شہریوں نے ڈاکٹر فوزیہ صدیقی، دینی جماعتوں اور دیگر انسانی حقوق کی تنظیموں کے ہمراہ عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے آواز اٹھائی۔ ایک ادارہ ”عافیہ فاؤنڈیشن“ عافیہ کی رہائی کے لیے ”فری عافیہ“ تحریک کی شکل میں ہر پلیٹ فارم پر آواز اٹھا رہا ہے۔ یہ ادارہ نا صرف عافیہ کی رہائی، وکالت اور تمام معاملات کے لیے فنڈ اکٹھے کرتا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر کانفرنسیں کر کے طاقت ور لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ اس سلسلے میں عافیہ کو پاکستان واپس لانے کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ میں مقدمہ بھی زیر سماعت ہے۔

اس سلسلے میں جہادی تحاریک نے نا صرف امریکیوں پر متعدد حملے کیے جنہیں خصوصاً عافیہ صدیقی پر ہونے والے ظلم کے بدلے سے منسوب کیا، بلکہ متعدد مواقع پر قیدیوں کے تبادلے کے طور پر عافیہ صدیقی کو واپس لانے کی کوششیں کی گئیں۔ تنظیم القاعدہ کے امیر شیخ ایمن الظواہری نے وارن وائن سٹائن (چچا اسحاق رحمہ اللہ) کے بدلے عافیہ صدیقی کے تبادلے کی کوشش کی، جنہیں امریکہ نے ڈرون حملے میں شہید کر دیا۔

اسی طرح تحریک طالبان پاکستان کے رہنما ولی الرحمن محسود رحمہ اللہ نے اپنی قید میں ایک سوئس جوڑے کے بدلے عافیہ صدیقی کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

اسی طرح کی دیگر کوششوں میں قابل ذکر امارت اسلامیہ افغانستان کی قید میں امریکی فوجی بو برگڈال (Bowe Bergdahl) کی عافیہ صدیقی کے تبادلے میں رہائی کی کوشش ہے۔ اس متعلق مذاکرات میں یووان ریڈلے نے اہم کردار ادا کیا۔ عین اس وقت جبکہ ڈیل آخری مراحل میں تھی اور امریکی حکام بھی عافیہ صدیقی کے تبادلے میں اپنے فوجی کو لینے میں بخوشی راضی تھے، پاکستانی ایجنسی آئی ایس آئی نے مداخلت کر کے اس تبادلے کی نا صرف بھرپور مخالفت کی بلکہ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر عافیہ واپس آگئیں تو وہ یہاں اڑتالیس گھنٹے بھی زندہ نہیں رہیں گی۔ لہٰذا یہ تبادلہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔

اس معاملے پر یووان ریڈلے نے عافیہ صدیقی سے متعلق ایک دستاویزی فلم میں پردہ اٹھایا۔ وہ کہتی ہیں:

”شاید امریکیوں کے لیے عافیہ کی کوئی اہمیت نہ ہو، مگر آئی ایس آئی کے لیے وہ بہت اہم ہے۔ جب بھی وہ چاہتے ہیں کہ امریکہ کے خلاف کوئی احتجاج ہو، وہ قوم کی بیٹی کا نام استعمال کرتے ہیں اور ہزاروں لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں، اور امریکہ کے جھنڈے جلاتے ہیں......

بدقسمتی سے ریاست پاکستان کے عناصر نے عافیہ کو امریکہ مخالف مظاہروں کے لیے استعمال کیا۔ امریکیوں کو اس (عافیہ) میں کوئی دلچسپی

نہیں ہے، مگر وہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے استعمال کے لیے ایک بہترین اثاثہ ہے......"

عافیہ صدیقی کو امریکی قید سے چھڑانے کے لیے جہادی تحریکوں کی مسلسل کوششیں اور آواز بلند کرنے کی وجہ سے امریکی 'دانشور' عافیہ صدیقی کو جہادی تحریکوں کے لیے 'قیمتی اثاثہ' سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ان بدبختوں کو کیا معلوم کہ معاملہ یہاں امت کی غیرت وعصمت کا ہے۔ کفار کی قید میں امت کی بیٹی کا ہے، جس کے لیے تاریخ میں معتصم باللہ اور محمد بن قاسم کھڑے ہوئے اور اسی لیے آج کے غیور مجاہدین اپنی مقدور بھر کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عافیہ صدیقی کی رہائی حکومت پاکستان کی دسترس میں ہے، اور ماضی میں ایسے کئی واقعات ہوئے جن کی بدولت مقتدر حلقے اگر چاہتے تو عافیہ صدیقی کو واپس لا سکتے تھے۔

۲۰۱۰ء میں دو پاکستانیوں کے قاتل ریمنڈ ڈیوس کے بدلے عافیہ صدیقی کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ سی آئی اے کا ایجنٹ شکیل آفریدی، جس نے ایبٹ آباد میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی جاسوسی کی تھی، کے بدلے عافیہ صدیقی کو واپس لا سکتے تھے۔ لیکن پاکستانی اسٹیبلشمنٹ، آئی ایس آئی اور خفیہ ایجنسیاں عافیہ صدیقی کی رہائی کے بارے میں بدنیت ہیں اور شاید وہ خائف ہیں کہ عافیہ صدیقی واپس آگئیں تو انہیں اغوا کر کے امریکہ کو دینے میں جو قوتیں کار فرما تھیں ان کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

بہن عافیہ صدیقی محض ایک نام یا قید و بند کی صعوبتیں جھیلتی ایک ذات نہیں، بلکہ عافیہ صدیقی ایک علامت بن چکی ہیں۔ کفار کے ظلم و جبر کے آگے ڈٹی ہوئی اور اپنی امت کی راہ تکتی مظلومیت و بے بسی کی علامت! عافیہ صدیقی سینکڑوں مسلمان بہنوں کی علامت ہیں جو کہیں کفار اور کہیں کفار کے آلہ کاروں کی قید میں ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہیں۔ یہ تو بس عافیہ پر بیتی ظلم کی ایک جھلک ہے، ورنہ عافیہ صدیقی اور ان جیسی دیگر قیدی بہنوں میں سے ہر ایک کی داستان اس قدر لرزہ خیز اور اس قدر تکلیف دہ ہے کہ زبان کہہ نہیں پاتی اور قلم لکھنے سے گریزاں ہے۔ امت مسلمہ جسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قومی ریاستوں میں بانٹ دیا گیا ہے، عافیہ صدیقی اور ان تمام بہنوں کو آزاد کروانے میں ناکام ہو چکی ہے۔ ہمیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان مظلوم بہنوں کی آہیں دنیا میں ہماری تباہی اور آخرت میں بربادی کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

ڈالروں پر پلنے والی امریکی غلام فوج اور دین فروش آئی ایس آئی سے تو کوئی امید نہیں، البتہ امت کے جری و بہادر مجاہدینِ اسلام جو ان ظالموں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ڈٹے ہوئے ہیں، چاہے ان کی تعداد قلیل اور وسائل محدود ہیں، لیکن ان بہنوں کی آزادی کے لیے وہی امید کی ایک کرن ہیں۔

☆☆☆☆☆

ماہِ رمضان المبارک میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

ماہِ رمضان نفس اور اسکی شہوات پر قابو پانے کا مہینہ ہے، مسلمان اور مومنین ماہِ رمضان میں صبر تقویٰ اور زائد نفلی اعمال کا مجسم نمونہ بنے ہوتے ہیں اسی طرح ماہِ رمضان عظیم فتوحات اور بڑی کامیابیوں کا مہینہ بھی ہے۔

- رمضان المبارک ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں مشرکین کی شان وشوکت ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کا علم بلند رہا۔
- رمضان المبارک ۸ھ میں فتحِ مکہ ہوا اور لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوئے۔
- رمضان المبارک ۹۱ھ میں مسلمانوں نے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہم کی قیادت میں اندلس فتح کیا۔ اندلس کی فتح مسلمانوں کا یورپ میں پہلی بار داخلہ تھا۔
- رمضان المبارک ۲۲۳ھ میں خلیفہ معتصم باللہ کی قیادت میں فتح عموریہ حاصل ہوئی۔
- رمضان المبارک ۴۶۳ھ میں معرکہ ملازکرد پیش آیا جس میں الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمان بازنطینیوں پر فتح یاب ہوئے۔
- رمضان المبارک ہی میں مسلمان تاتاریوں پر دو دفعہ غالب آئے اور رمضان میں ہی فتح سندھ اور ہند ہوئی جزیرہ قبرص اور اسکے علاوہ بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔

سن ذرا اے ابن قاسم!

حیدر علی

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا حکم ہے:

فُكُّوا الْعَانِيَ (رواہ البخاري)

قیدی کو چھڑاؤ

قیدی کو چھڑانا ایک ایسا فریضہ ہے، جو نہایت اہم اور بہت بڑا فریضہ ہے، اس کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ پیارے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔

من فدى أسيرا من أيدي العدو فأنا ذلك الاسير (عن ابن عباس)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی قیدی کو دشمن کے ہاتھوں سے چھڑائے تو گویا کہ اس نے مجھے آزاد کیا۔“(طبرانی صغیر)

آج امت مسلمہ کی کتنی بیٹیاں اور بیٹے کفار اور مرتدین کی جیلوں میں پڑے طرح طرح کے ظلم و ستم سہہ رہے ہیں۔ انہیں قیدیوں میں ایک ہماری ایسی بہن بھی ہے جنہیں دنیا عافیہ صدیقی کے نام سے جانتی ہے جو آج بھی صبر و استقامت کا پہاڑ بنی اللہ کے آسرے کے بعد ہم مسلمانوں سے ہی امید باندھے ہوئے ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم نے اپنی بہن کو تنہا چھوڑ دیا۔

ہمارا فرض

البتہ ہم نے اپنی بہن کی رہائی کے لیے پوری کوششیں کی اور آج تک کرتے آرہے ہیں ہم میں سے کچھ نے تو واٹس اپ اسٹیٹس لگا کر تو کچھ نے آنسوں بہا کر تو کچھ نے لمبے لمبے مظاہرے اور جلسے جلوس کرکے ہر سال اپنا فریضہ ادا کیا لیکن اصل راہ راہِ جہاد سے ہم فرار رہے کیونکہ ہمیں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے اوپر بھی دہشت گردی کا ٹھپہ نہ لگ جائے۔

لیکن یاد رکھیں یہ لمبے لمبے مظاہرے اور جلسے جلوس امت کے کسی فائدے کے لیے نہیں ہیں۔ یہ صرف دھوکہ ہے اور امت کے اموال اور توانائی کو لایعنی اور لاحاصل کام میں مشغول رکھنے کا ایک بہانہ ہے۔ نہ نبی کریم ﷺ، نہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے مظلوم مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے یہ طریقہ و اسلوب اختیار کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو اپنائیں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر لبیک کہیں:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (التوبۃ: ۴۱)

(جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اور یہ عزم کرلیں کہ اس وقت تک جہاد جاری رکھیں گے کہ جب تک ایک ایک مسلمان بہن بھائی کو کفار کی قید سے چھڑا نہیں لیتے، توہینِ رسالت کے مرتکب ممالک سے بدلہ نہیں لے لیتے اور تمام دنیا پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند نہیں ہوجاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال: ۳۹)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے۔

ہماری امیدیں فوج اور حکمرانوں سے......

ہم میں سے اکثر نے تو آج بھی بہن عافیہ صدیقی کی رہائی کی امید وطن عزیز کے حکمرانوں اور فوجی جرنیلوں سے لگا رکھی ہے۔ وہ حکمران اور جرنیل جنہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قوم کی بیٹی کو ڈالروں کے عوض امریکی درندوں کے خونی پنجوں کے حوالے کر دیا...... وہ رہا کروائیں گے؟

وہ جنہوں نے خود اپنے وطن میں ہزاروں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو نافذ کرنے کی خاطر کیے جانے والے جہاد کے سنگین جرم کی پاداش میں پابندِ سلاسل کر رکھا ہے۔

وہ جن کے بارے میں عافیہ صدیقی کی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کہتی ہیں کہ امریکہ نے اپنی غلطی تسلیم کرلی اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو پاکستان بھیجنے کو تیار ہیں، امریکی کہتے ہیں پاکستان حکومت خود ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو لینا نہیں چاہتی۔

وہ جنہوں نے جامعہ حفصہ کی بہنوں کی حرمت پامال کی...... وہ جو اسلامی ملک کی فوج ہونے کے باوجود اسلام سے کوسوں دور ہیں...... وہ فوج جن میں قادیانی، شیعہ، اسماعیلی، عیسائی، سکھ، مشرک سب موجود ہیں۔

ان سے عافیہ صدیقی سمیت امت مسلمہ کی مظلوم بہنوں اور بھائیوں کو رہا کروانے اور اسلام کے نفاذ کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ یہ فوج و حکمران ہمارے نہیں بلکہ امریکہ کے غلام اور اس کی حفاظت کے لیے کام کرتے ہیں، انہیں ملک سے یا عوام سے کوئی غرض نہیں۔ انہیں ملک کا خیال ہوتا تو ملک کو امریکہ کے حوالے نہ کرتے۔ عوام کا خیال ہوتا تو قوم کی بیٹیوں کو امریکہ کے ہاتھ فروخت نہ کرتے...... قبائل پر ظلم نہ کرتے...... مسجدیں اور مدارس تباہ نہ کرتے۔

مغرب کا اصلی چہرہ!

ہماری بہن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو ۸۶ سال قید کی سزا سنائی گئی اور آج تک ہر قسم کا ظلم و ستم ڈھایا جا رہا ہے لیکن کوئی نہیں بولا...... کسی کے ہونٹ نہیں ہلے...... کسی کا قلم نہیں چلا...... کیوں کہ مغرب، اس کے غلام، صیہونی، ہندو، نصاریٰ، اقوام متحدہ ان میں سے کسی کو بھی اس وقت تک حقوقِ نسواں و انسانیت یاد نہیں آتی جب تک کہ وہ عورت یا مرد کافر، ملحد، منافق، مرتد یا زندیق نہ ہو۔

مجھے اس جہنم سے نکالو!

حال ہی میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ساتھ انکی بہن اور وکیل نے ملاقات کی، ملاقات کا احوال بتاتے ہوئے ان کے وکیل نے بتایا ہے کہ آج خوفناک حد تک اداس ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے اختتام پر ڈاکٹر عافیہ صدیقی رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں اس سیل اور جنسی شکاریوں میں واپس نہیں جانا چاہتی...... میں بے قصور ہوں...... مجھے یہاں سے نکالو...... مجھے اس جہنم سے نکالو......

چین آیا نہیں زندگی میں کبھی
مجھ کو اتنا جہاں میں ستایا گیا
اب مجھے سر ہلانے کی طاقت نہیں
اتنا ظلم و ستم مجھ پر ڈھایا گیا

ہمیں سبق سیکھنا چاہیے

فلسطین اور افغانستان کے مجاہدین سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے۔ فلسطینی مجاہدین نے اپنی خواتین اور مظلوم قیدیوں کو رہا کروانے کے لیے تین سو کے قریب یہودیوں کو گرفتار، ہزاروں کی تعداد میں قتل وزخمی کیا اور اپنے مظلوم قیدیوں کو رہائی دلوائی۔

افغانستان میں مجاہدین اسلام نے بھی کتنے امریکیوں اور نیٹو کے اہلکاروں کو گرفتار کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کروایا۔ حال ہی میں بدنامِ زمانہ جیل گوانتاناموبے میں قید آخری دو قیدی بھی امارتِ اسلامیہ کی ثمر بار کوششوں سے آزاد ہونے کے بعد افغانستان کی مبارک سرزمین اپنے وطن و گھر میں پہنچ کر آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

عمر ثالث ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں کو آخری دنوں میں یہ وصیت کرتے تھے کہ ہر قیمت پر اپنے قیدی ساتھیوں کو رہا کرواؤ، آج امارت اسلامیہ کی قیادت نے عملاً اس وصیت کو ثابت کر دکھایا، واللہ الحمد۔

ہماری غیرت

ایک بہن کے قلم سے ڈاکٹر عافیہ کے بارے میں ایک مفصل تحریر لکھی نظر سے گزری جس کا خلاصہ کچھ یوں تھا کہ کاش ہم بھی اہل افغانستان کی طرح اپنے ملک کی اس بیٹی کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے، امریکہ سے اسے آزادی دلاتے لیکن یہ غیرت مند قوموں کا کام ہوتا ہے...... ہماری غیرت تو عرصے سے امریکہ کے در پر سر جھکائے کھڑی ہے۔(الی اللہ المشتکی)

غیور افغان قوم نے تو اپنے قیدی رہا کروالیے۔ آج بھی وقت ہے کہ ہم ان سے سبق حاصل کریں۔ کفار اور ان کے غلاموں کی قید میں موجود عافیہ صدیقی اور دیگر تمام اہل حق کی رہائی بھی اس طرح ممکن ہے۔

اے ابنِ قاسم!

اگر صرف دعاؤں اور مظاہروں سے رہائی ممکن ہوتی تو محمد بن قاسم ایک عورت کی پکار پہ سندھ فتح نہ کرتے، طارق اندلس کی بندرگاہ پر کشتیاں نہ جلاتے۔

خدارا آنکھیں کھولیں اب بھی نہ جاگے تو پھر کب جاگے گیں؟ کب تک یوں دعاؤں اور مظاہروں پر اکتفا کرتے رہیں گے؟ کیا ایک بہن کی رہائی کے لیے شریعت ہم سے صرف دعاؤں اور مظاہروں کا تقاضہ کرتی ہے؟

ہماری بہن، ہماری عزت ڈاکٹر عافیہ صدیقی آج بھی قید میں پڑی کسی محمد بن قاسم کی راہ تک رہی ہے...... کیا وطن عزیز میں کوئی محمد بن قاسم نہیں؟ کوئی معتصم باللہ نہیں؟ جو اپنی بہن کی پکار پر لبیک کہے؟

سن ذرا اے ابنِ قاسم، بھیڑیوں کی قید میں
کہہ رہی ہے تم سے کیا امت کی بیٹی عافیہ
خون روتی ماؤں بہنوں کو سسکتا دیکھ کر
کب تلک یونہی دعاؤں، احتجاجوں پر کرو گے اکتفا؟

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی قید امت مسلمہ کا امتحان

میر محب اللہ

۳۰مارچ ۲۰۰۳ء کے دن پاکستانی حکمرانوں اور فوج نے اپنی ہی دختر ڈالروں کے عوض عالمی دہشت گرد امریکہ کو بیچ کر تاریخ کا سیاہ باب رقم کیا۔ کتنے ہی واقعات ماضی میں ہوئے اور حال میں ہو رہے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان ایک آزاد مملکت نہیں بلکہ بلواسطہ امریکہ کے زیر قبضہ ایک مقبوضہ ریاست ہے۔ ۳۰مارچ ۲۰۰۳ء کو عفت مآب عافیہ صدیقی کو یہ دختر فروش حکمران اور فوج اپنے آقا امریکہ کے حوالے کرتے ہیں اور امریکی انہیں پاکستان سے افغانستان کے بگرام جیل منتقل کرتے ہیں، جہاں بہن عافیہ پر انسانی حقوق کے علمبرداروں نے وہ انسانیت سوز مظالم ڈھائے جن کی تفصیلات سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب امریکیوں کو ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا تو انہوں نے ایک ڈرامہ رچایا کہ عافیہ نے تفتیش کے دوران امریکی فوجی سے بندوق چھین کر فوجی پر گولی چلائی۔ اس کے بعد امریکیوں نے عافیہ پر مقدمہ چلایا لیکن اسے وکیل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور آخر کار نیویارک کی ایک نام نہاد عدالت نے امریکی فوجی پر گولی چلانے کے الزام پر بہن عافیہ کو ۸۶ سال کی سزا سنا دی۔ حالانکہ جرح کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آچکی تھی کہ وکیل کوئی الزام بھی ان کے خلاف ثابت نہ کر سکے۔ لیکن فیصلہ دلائل کے برعکس آیا اور اتنی لمبی سزا......! اللہ کی پناہ، اتنی لمبی سزا تو کئی کئی قتل کرنے والوں کو بھی نہیں دی جاتی۔ جبکہ امریکہ کا ایک دہشت گرد ریمنڈ ڈیوس پاکستان کے شہر لاہور میں دو مسلمانوں کو دن دہاڑے قتل کرتا ہے اور یہ بے ایمان اور بے غیرت حکمران اس کو باعزت طریقے سے امریکہ روانہ کر دیتے ہیں۔ ان بے غیرت حکمرانوں اور فوج نے بارہا یہ ثابت کیا ہے کہ یہ امریکہ کے غلام ہیں اور نہ صرف امریکہ بلکہ اسرائیل اور مشرک اور نجس ہندوؤں کے بھی غلام ہیں۔ ان یہودیوں کے غلام جنہوں نے ہزاروں فلسطینی مسلمانوں کو شہید کیا، ہزاروں کو اپنی کال کوٹھریوں میں قید کیا اور جنہوں نے ہمارے قبلہ اول بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ اور یہ ان ہندوؤں کے غلام ہیں جنہوں نے ہزاروں کشمیری جوانوں، بزرگوں، خواتین اور بچوں کو شہید کیا اور ہزاروں کو اپنے جیلوں کے تاریک سیلوں میں قید کر رکھا ہے اور اسی بھارت سے ایک ہندو سفاک ہواباز جنگی جہاز میں پاکستانی مسلمانوں پر بم برسانے پاکستانی حدود میں داخل ہوتا ہے اور جہاز میں فنی خرابی کی وجہ سے وہ پاکستانی حدود میں طیارے سے چھلانگ لگا دیتا ہے اور پاکستانی فوج اس سفاک ہندو ہواباز کو لوگوں سے بچا کر نکال لیتی ہے اور بے غیرتی کی انتہا کرتے ہوئے ہواباز (ابھی نندن) کو کشمیریوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے بھارت واپس بھیج دیتی ہے۔ کاش کوئی ان بے ایمان حکمرانوں کو مسلمانوں کے گزرے حقیقی حکمرانوں کی تاریخ سناتا جو آج تک سنہری حروف میں درج ہے۔ ایک مسلمان خاتون نے جس کو رومیوں نے قید کر لیا تھا جب عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو مدد کے لیے پکارا تو پوری سلطنتِ اسلامی کے ایوان لرز اٹھے۔ خلیفہ معتصم نے اس عورت کی فریاد کے جواب میں غیرت اسلامی کا کامل مظاہرہ کرتے ہوئے نفیر عام کا حکم دیا اور قیدی بہن کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بذات خود ایک لشکر جرّار کی قیادت کرتے ہوئے روم کے سب سے مضبوط شہر عموریہ پر حملہ آور ہوا، جہاں اس نے ظالم رومیوں کی لاشوں کے انبار لگا دیے اور شہر کا ایسا حال کر دیا جیسے کل تک وہاں کچھ تھا ہی نہیں، یہاں تک کہ وہ خاتون پوری عزت و احترام کے ساتھ واپس پہنچ گئیں، رومیوں کو اپنے کئے کا پورا خمیازہ بھگتنا پڑا اور ایک مسلمان عورت کی پکار ان کی ذلت و تباہی کا باعث بن گئی۔ اس کے برعکس ان بے ایمان اور بے غیرت حکمرانوں اور فوج نے تاریخ میں نہ صرف یہ رقم کیا کہ یہ دختر فروش ہیں بلکہ یہ بھی ثابت کیا کہ یہی حکمران اور فوج ہے جنہوں نے کشمیر اور کشمیریوں کا بھارت کے ساتھ سودا کر دیا۔ اس سودے کے نتیجے میں بھارت نے ۵ اگست ۲۰۱۹ء کو آرٹیکل ۳۷۰ اور آرٹیکل ۳۵اے کو ختم کر کے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کر دیا، اس طرح بھارت کے ہندوؤں کو کشمیر میں زمینیں خریدنے، تعمیرات کرنے اور مسلمانوں کی جائدادیں جبری ضبط کرنے کی کھلی چھوٹ مل گئی، جس سے دراصل بھارت کشمیر میں اسرائیلی طرز پر کشمیریوں کو بے دخل کر کے ہندوؤں کو بسا کر کشمیری مسلمانوں کو اقلیت میں تبدیل کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے اور آرٹیکل ۳۷۰اور ۳۵اے کے خاتمے کے بعد بھارت نے کشمیر میں مزید فوج کو داخل کر کے کشمیر کو ایک کھلی جیل میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ آج یہی پاکستانی فوج محمود غزنوی کے وارث مجاہدین اور ہند کے درمیان دیوار کی مانند حائل ہے۔ لیکن محمود غزنوی کے وارث یہ مجاہدین ایسا بلند عزم رکھتے ہیں کہ عنقریب اللہ رب العزت کی مدد و نصرت سے ان مجاہدین کے سامنے یہ دیوار ریت کی دیوار ثابت ہو گی اور تاریخ پھر دہرائی جائے گی اور لال قلعہ اور لال چوک پر اسلام کا جھنڈا لہرایا جائے گا۔

میرے غیور مسلمان بھائیو! عافیہ صدیقی کا قید و بند کی سعوبتیں برداشت کرنا دراصل امتِ مسلمہ کا امتحان ہے۔ جب عافیہ صدیقی پر قید و بند کی سعوبتیں بڑھ گئیں، تو عافیہ صدیقی کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی تو عافیہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میرا امتحان کب ختم ہو گا، سوال پر نبی اکرم ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا عافیہ یہ تیرا امتحان نہیں بلکہ یہ میری امت کا امتحان ہے کہ میری امت تمہیں کب چھڑوائے گی!

عرصہ دراز سے امت مسلمہ کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے اس امر پر عمل نہ کرنے کے گناہِ عظیم کی مرتکب ہو رہی ہیں اللہ ذوالجلال قرآنِ عظیم شان میں فرماتے ہیں:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (النسآء: ۷۵)

اور (اے مسلمانو) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لایئے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجیے، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجیے۔

اور عرصہ دراز سے امتِ مسلمہ عموماً اور پاکستانی مسلمان خصوصاً (سوائے مجاہدین اور ان کے انصار و مددگار کی ایک قلیل تعداد کے) عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے حقیقی کوشش نہ کرنے کے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس عظیم گناہ کے کفارہ کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ شرق و غرب کے مسلمان اپنی تلواریں تیز کریں اور امریکی، اسرائیلی اور ہندی کفار (جنہوں نے آپ کی بہنوں، جوانوں، بزرگوں اور بچوں کو اغوا کیا ہے) کو جہاں بھی پائیں انہیں قتل کریں، قید کریں. اور ان کا محاصرہ کریں اور ہر گھات لگانے کی جگہ ان کے لیے گھات لگائیں، ان کی رسد کے راستوں کو کاٹ ڈالیں، ان کا امدادی سامان جلا ڈالیں۔ ایسا بالکل بھی نہیں ہے کہ آپ اور ان کے درمیان سمندر و صحرا حائل ہوں، بلکہ ان کے اڈے، فوجی اور شہری آپ کے سامنے موجود ہیں، ان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے دفاتر اور ان کی خفیہ جیلوں کا مکروہ جال آپ کے ملکوں اور شہروں میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، جہاں ان کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالر کی پجاری فوج نے سنبھال رکھی ہے۔ مسلمانوں پر بمباری کی غرض سے امریکی فوج کے ہوائی جہاز روزانہ آپ ہی کے ہوائی اڈوں سے اڑتے ہیں اور اس کے بحری بیڑے اور آبدوزیں آپ ہی کے پانیوں میں بے خوف و خطر تیرتی پھرتی ہیں۔ پھر یہ ساری حقیقت واضح ہونے کے بعد بھی آخر وہ کیا عذر ہو سکتا ہے جو آپ اللہ ذوالجلال کے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟ امت مسلمہ کے جوانوں کے سامنے یہ سوال ہے بھلا یہ کیسا ایمان ہے کہ جب شرق و غرب میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں، تمہاری عفت مآب بہنوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہو جو بیان نہیں کیا جا سکتا اور جب شرق و غرب میں تمہاری بہنوں کو جیلوں کی اندھیر نگریوں کے سپرد کیا جاتا ہو، وہ فلسطین میں یہودیوں کی کال کوٹھریاں ہوں یا جزیرہ عرب کے اذیت خانے ہوں یا چینی مقبوضہ مشرقی ترکستان کی جیلیں ہوں یا ہند و کشمیر کے تاریک سیل، ہر جگہ آج ہماری عفت مآب بہنیں طرح طرح کے تشدد اور تعزیب کا سامنا کر رہی ہیں، بھلا یہ کیسا ایمان ہے جو تمہیں اس اذیت ناک صورت حال کو دیکھنے اور سننے کے بعد چین سے بیٹھنے دیتا ہے؟ تمہارے حلق سے نوالہ کیسے نیچے اترتا ہے؟ تمہیں راتوں کو نیند کیسے آتی ہے؟

اے امت مسلمہ کے جوانو اللہ رب العزت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان مطلوب ہے۔ اللہ ذوالجلال اپنی کتاب، قرآنِ عظیم شان میں فرماتے ہیں:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرة: ۱۳۷)

پس اگر یہ لوگ اسی طرح کا ایمان لے آئیں جس طرح کا تم لائے ہو، تو یقیناً یہ ہدایت پا گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا نمونہ ملاحظ فرمائیں۔ مدینہ منورہ کے باہر یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے بازار میں ایک مسلمان خاتون کچھ سامان بیچنے آئی۔ سامان بیچنے کے بعد خاتون زیور خریدنے کے غرض سے ایک سنار کے دکان پر گئی جو یہودی تھا۔ ایک یہودی نے خاتون کی چادر پر پاؤں رکھا اور خاتون کے اٹھنے پر خاتون کا پردہ کھل گیا۔ جس پر خاتون نے مسلمانوں کو پکارا اور قریب ہی موجود ایک مسلمان کی غیرت ایمانی نے جوش مارا، وہ غضبناک ہو کر گھناؤنی حرکت کرنے والے یہودی پر جھپٹ پڑا اور آناً فاناً اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس پر بنو قینقاع کے یہودی اکٹھے ہو گئے اور اس غیور مسلمان کو شہید کر ڈالا۔ اللہ رب العزت کو ایسی غیرت، جرأت اور بہادری محبوب ہے اور ایسا جزبہ اور ایمان مطلوب ہے۔ پھر اس گھناونی حرکت پر صرف اس یہودی کے قتل پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ جب یہ اطلاع دربار نبوت تک پہنچ گئی تو نبی الملاحم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عظیم لشکر لے کر گئے اور بنو قینقاع کا محاصرہ کیا اور ارادہ یہی تھا کہ تمام حربیوں کو قتل کیا جائے لیکن بیچ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سفارش لے کر آیا جس پر ان کو قتل کی بجائے جلاوطن کیا گیا اور ان کا مال اور اسلحہ کو غنیمت کر لیا گیا۔

اے امت مسلمہ یہ وہ ایمان ہے جو ہمارے لیے نمونہ ہے اور یہ وہ اسوہ ہے جو ہمیں نبی الملاحم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملا ہے اور یہی وہ اسوہ اور ایمان ہے جو اللہ رب العزت کو مطلوب اور محبوب ہے۔

اے رب ذوالجلال ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں تیرے محبوب نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اے رب ذوالجلال ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں بہن عافیہ اور دیگر اسیر بہنوں اور بھائیوں کی رہائی کا بندوبست فرما۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆☆

مجھے اس جہنم سے باہر نکالو!

بنت عائشہ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (النسآء: ۷۵)

”اور (اے مسلمانو) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لایئے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجیے، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجیے۔“

چند ماہ قبل ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی ان کی بہن اور وکیل سے ملاقات ہوئی جبکہ اختتام پر انہوں نے روتے ہوئے کہا: مجھے یہاں سے نکالو! مجھے اس جہنم سے نکالو!!!

۳۰ مارچ، ۲۰۰۳ء، امت مسلمہ کی تاریخ کا وہ دن ہے جب پاکستان کے دین و ملت فروش حکمرانوں اور جرنیلوں نے اس قوم کی بہن و بیٹی کو، جو اس امت کا بہترین سرمایہ تھی، اس امت کے دشمن خاص صلیبیوں کے ہاتھوں چند ڈالروں کی خاطر بیچ ڈالا۔

عافیہ صدیقی وہ نام ہے جس سے ہمارا بچہ بچہ واقف ہے۔ کچھ لوگ محبت و عقیدت سے تو کچھ ایک عام سی خبر کے طور پر ان کی خبریں پڑھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ جب افسوس زیادہ بڑھ جائے تو کچھ نعرے اور ریلیوں کا انتظام کیا جاتا ہے اور پھر وقتی جذباتی تقاریر سے جذبات کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اپنی جگہ صحیح، ہر انسان کا اپنا انداز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا فائدہ کتنا ہے؟ اور یہ طریقہ کتنا مؤثر ہے؟

جب بھی ہم کوئی کاروبار شروع کرتے ہیں تو اس کے حوالے سے ہم چھان بین کرتے ہیں، علم حاصل کرتے ہیں، سمجھنے میں وقت اور پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، تب جا کر ہم اپنے کاروبار میں پیسہ لگاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جب ہم اپنے دین کے حوالے سے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے صحیح طریقے کی چھان بین کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ اتنا غیر اہم اور سستا کاروبار ہے کہ اس کے لئے ہم کم از کم اتنا بھی نہ سوچیں کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ ہمارا عمل مؤثر بھی ہو گا یا نہیں، یا یہ کفار کے لئے ایک ہنسی مذاق سے بڑھ کر کچھ نہیں ہو گا؟

کسی بھی قوم کے آگے بڑھنے کے لئے اسکی تاریخ بہت اہمیت کی حامل ہے، خصوصاً امت مسلمہ کے لیے۔ وہ امت جس کی ایک بیٹی کی پکار پر امت کے ابطال نہ مسافت دیکھتے ہیں نہ اسباب...... بغداد سے اٹھ کر سندھ میں راجہ داہر پر حملہ کر دیا جاتا ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

جس طرح امت محمدیہ ﷺ کا عروج اپنے اسلاف کے طریقے پر چلنے سے مشروط ہے، اسی طرح اس امت کا زوال اسلاف کے طریقے کو بھلانے کا نتیجہ ہے۔

جب اس امت پر سانحوں میں سب سے بڑا سانحہ ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی وفات کا گزرتا ہے تو اس وقت بھی ہمارے رہبر صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو اس غمگین حالت میں بھی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کی فکر ہوتی ہے۔ کوئی تو وجہ ہے کہ ایسے کڑے وقت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ لشکر کو روانہ کر دیتے ہیں؟ جہاں جہاں نظر دوڑائیں امت مسلمہ کے عروج کی تاریخ جہاد فی سبیل اللہ سے ہی منسلک ہے۔

سندھ میں قید ہماری بہن کس امید سے اپنے بھائیوں کو پکارتی ہے اور ابطالِ امت کیسے اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے چل پڑتے ہیں......

اور آج ۲۱ سال سے قید ہماری بہن عافیہ جو کیسے کیسے ظلم و ستم سہہ رہی ہے کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں، وہ کیسے لمحہ لمحہ کسی محمد بن قاسم کی منتظر ہو گی، تو ان کی مدد کے لئے کیا صرف جلسے جلوس یا نعرے بازی سے فائدہ ہو گا؟

جہاں خون کے قطروں کی ضرورت ہو وہاں آنسوؤں کے قطرے کیا کام کریں گے؟ امت کی تاریخ دیکھیں تو کہیں حضرت سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا (اسلام کی پہلی شہیدہ) نظر آئیں گیں تو کہیں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو غزوہ خیبر میں خیمے کی چوب سے یہودی کا سر قلم کر کے یہودیوں پر ہیبت طاری کر دیتی ہیں)، کہیں خولہ بنتِ ازور ہیں (جو اپنے بھائی کی رہائی کے لئے مردانہ لباس میں میدانِ جہاد میں اتر آتی ہیں)، تو کہیں حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ایک ہی محاذ میں اپنے پانچ بیٹوں کو جہاد پر ابھارتے ہوئے میدان میں اتارتی ہیں)......

تو اے امت مسلمہ! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ آج ہم اپنے اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے اپنے دل میں عافیہ کا درد محسوس کر سکیں؟ یا یہ محسوس کر سکیں کہ ڈاکٹر فوزیہ اپنی بہن کو وحشیوں کی قید میں دیکھ کر کیسے سسکتی ہو نگی؟ یا اس ماں کا درد محسوس کر سکیں جو بیٹی کی رہائی کی خواہش دل میں لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں؟ اگر یہی سب کچھ ہماری بہن یا بیٹی کے ساتھ ہوتا، تو کیا ہم یہ خبر پڑھ کر یوں ہی گزر جاتے؟ یا یوں ہی آنسو بہانے پر اکتفاء کرتے؟

جہاد کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جب تک ایک بھی مسلم خاتون کافروں کی قید میں ہو، پوری امت پر جہاد فرض ہے...... نماز، روزے کی طرح۔

ہم ایک فرض کو نبھاتے ہیں اور دوسرا چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ قرآن پاک کا حکم ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرۃ: ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ

یہ پاکستان جسے حاصل کرنے کے لئے لاکھوں لوگوں نے لا الہ الا اللہ کے نام پر اپنی جانیں نچھاور کیں، جن کا صرف اور صرف مطالبہ اور ارمان شریعت کے لئے الگ زمین تھی، یہاں شروعات سے ہی جمہوریت کو شریعت پر فوقیت دی گئی اور قوانین کے احترام کے نام پر عوام کے دل میں اللہ حاکمِ بالا کے حکم کی اہمیت کم اور ملک کے قانون کو برتریت دی گئی۔ جس کا اندازہ آپ اس بات سے لگاسکتے ہیں کہ ملعون آسیہ مسیح (گستاخ رسول ﷺ) کو کس طرح محبانِ رسول ﷺ سے بچا کر باحفاظت کینیڈا پہنچایا گیا۔ اسی طرح شریعت کے احکامات کا مذاق اڑانے والی ملالہ یوسف زئی کو کس طرح سیکیورٹی فراہم کی گئی اور اسی طرح خواتین مارچ کے نام پر بے حیائی پھیلانے والے عناصر اس ملک میں مظبوط سے مضبوط تر ہوتے نظر آرہے ہیں......

دوسری طرف حیا اور عفت کے دائرے میں رہتی ایک مؤمنہ پاکباز بہن عافیہ صدیقی ہے جس کو اس کی دین و شریعت سے محبت کی سزا دینے کے لئے نمونہ عبرت بنانے کے لیے صلیبیوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے...... اور جامعہ حفصہ کی پاکیزہ طالبات ہیں، جن کا جرم شریعت کے مطالبے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں، ان کو فاسفورس بموں کی بارش سے جلا ڈالا جاتا ہے......

کیا یہ تمام حقائق ایک ذی شعور مسلمان کو یہ سوچنے پر مجبور نہیں کرتے کہ کیا یہ وہی ملک جو شریعت کے نام پر حاصل کیا گیا تھا؟

اے میرے دین کے پاسبانوں اٹھو!
اس نظامِ بدی سے بغاوت کریں

بقیہ: امید مغفرت و رحمت

اگر گناہ گاروں کا الگ خدا ہوتا، نیک بندوں کا الگ خدا ہوتا تو وہاں چلا جاتا لیکن آپ ہی ایک خدا ہیں، نیکوں کے بھی آپ خدا ہیں اور گناہ گاروں کے بھی آپ ہی خدا ہیں لہٰذا آپ کا دروازہ نہیں چھوڑوں گا، اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو آپ کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر بار بار گناہ ہوتے ہیں تو بار بار توبہ کرتے رہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ پکی توبہ کی توفیق دے دے گا کہ میرا بندہ ہمیشہ رو رو کے مجھ سے معافی مانگتا ہے تو ان کو بھی رحم آجائے گا کہ لاؤ! اب اس ظالم کو گناہ کرنے ہی نہ دو۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ایسی توفیق دے گا کہ ان شاء اللہ پھر مرتے دم تک ایک گناہ بھی نہیں کرو گے لیکن ہمارا کام رونا ہے، روتے رہو، روتے رہو، روتے رہو، یہاں تک کہ ان کو رحم آجائے، خوب سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اس میں نااُمیدی نہیں، یہاں اُمیدوں کے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

بقیہ: سیرت رسول کے سائے میں

ہم ہر مسلمان شاعر کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اسلام کے دفاع، جہاد کی دعوت اور کفار کی برائیوں کو بیان کرنے میں اپنا فن و ہنر استعمال کرے، یہ نیکی کا بہت بڑا دروازہ ہے، اگر آپ کو بندوق سے جہاد کرنے کا موقع میسر نہیں تو کم از کم زبان سے تو ضرور جہاد کریں۔ موقع کی مناسبت سے میں یہاں اپنے ان بھائیوں سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں جو جہادی اور اسلامی ترانے تیار کر کے نشر کرتے ہیں۔ [پڑھنے کے لیے] اشعار کے انتخاب وقت ان کے معانی اور پیغام کو اولین اہمیت دیں، پھر وہ الفاظ بھی ایسے ہوں جو شاعری کے معیار پر پورے اترتے ہوں ، ذوقِ سلیم کے مطابق ہوں، پُر جوش اور بارعب، مردانگی سے بھرپور الفاظ ہوں، جس سے مسلمان جوش میں آجائیں اور کفار ہوش کھو بیٹھیں۔ اس کا صوتی آہنگ نسوانیت سے بالکل خالی ہونا چاہیے، تاکہ ہمارے کارناموں کی طرح ہمارے ترانے بھی مردانگی کے معیار پر پورا اتریں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: سورۃ الانفال

ایک افغانی جس کی تعلیم ان کی تعلیم سے میچ نہیں کرتی؛ وہ اپنے پتا نہیں کتنے کورسز کرواتے ہیں؛ دعویٰ کرتے ہیں امریکی کہ اگر عراق یا افغانستان کے اندر مجاہدین نئی مائن ایجاد کرتے ہیں، تو چوبیس گھنٹے کے اندر ہمارے بارود کے شعبے کے کورس میں اس کا نسخہ شامل ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کا توڑ کیسے کرنا ہے۔ تو ان سارے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود وہ پریشر ککر ابھی بھی زندہ باد ہے اور وہ ابھی بھی ساری کی ساری ان کی چیزوں کو الٹا دیتا ہے، اللہ کی مدد سے...... انسان کی قوت سے نہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے اوپر حقیقی ایمان مجھے اور آپ کو نصیب فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کی بھی حقارت اور ذلت اور چھوٹا پن ہمارے سینوں کے اندر راسخ کر دیں اور یہ جو رعب اس امت کے اوپر کفار نے جھوٹے طریقے سے مسلط کرنے کی کوشش کی ہے اللہ اس مرعوبیت کے مرض سے ہمیں نجات دیں۔ اللہ ہمیں اپنے دین پہ فخر کرنے والا اپنے ایمان پہ فخر کرنے والا قرآن پہ فخر کرنے والا مسلمان مجاہد ہم سب کو بنا دیں آمین۔

صلی اللہ علی نبینا محمد وسلم تسلیما کثیرا

سبحانک اللھم و بحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر ’اجنبی ___ کل اور آج‘، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللهم ارزقنا شهادة في سبيلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم يا الله!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

بقائے باہمی قرآن کی صدا تو نہیں!

یہ لوگ اہلِ مغرب سے کہتے ہیں: ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ...﴾ (اٰلِ عمران ۳:۶۴) ”آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے“۔ لیکن اس کا کیا کیجیے کہ وہ مشترک بات جو (موجودہ) فریقین کے ہاں اس مکالمے میں طے پائی ہے، وہ توحید کا یہ کلمہ نہیں جس کی دعوت قرآن دیتا ہے: ﴿...اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (اٰلِ عمران ۳:۶۴) ”کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو ربّ قرار نہ دے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر“ ___ نہیں، بلکہ ان کے ہاں یہ مشترک بات ”پر امن بقائے باہمی“ ہے کہ تم ہمیں نہ چھیڑو اور ہم تمہیں نہیں چھیڑیں گے۔ اس سے بھی بڑھ کر اہم سوال یہاں یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا ”مکالمے“ کو مبنی بر قرآن دعوت کیسے کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی حیثیت ”ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کو دعوت“ کی نہیں بلکہ ”دونوں کے درمیان طے شدہ مشترکہ ہدف“ کی ہے۔ پس ”حربی اقوام“ کے ساتھ ”امن“ کے مذاکرات میں وہ الجھے، لوحِ قرآنی کا فیصلہ جس کی نگاہوں سے اوجھل ہو:

> وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (البقرۃ ۲:۲۱۷)
>
> ”یہ لوگ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اگر ان کا بس چلے۔“

کھلی آنکھوں سے یہود و نصاریٰ کے لگائے ہوئے زخم دیکھنے کے باوجود بقائے باہمی کے خواب وہ دیکھے، جس کے مقدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت لکھی گئی ہو:

> ((بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَ جُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (احمد: مسند المكثرين)

”مجھے قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کی جانے لگے۔ اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور جس نے بھی میرے امر کی مخالفت کی، اس کے لیے ذلت اور پستی رکھ دی گئی ہے۔ اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں (شمار) ہو گا۔“

قیامت تلک یہ سفر نہ رکے گا

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ وَ وَضَعُوا السِّلَاحَ وَ قَالُوْا لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ وَ قَالَ: ”كَذَبُوا الْاٰنَ اَ لْاٰنَ جَاءَ الْقِتَالُ وَلَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ وَ يُزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ وَ يَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَحَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ---)) (سنن النسائي كتاب الخيل والسبق والرّمي)

سلمہ بن نُفیل الکِندیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھا تھا ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ (بعض) لوگوں نے گھوڑوں کو معمولی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے، اسلحہ رکھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا، جنگ ختم ہو چکی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”غلط کہتے ہیں وہ لوگ! اب ہی تو قتال کا وقت آیا ہے اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ ہی حق پر قائم، اللہ کے راستے میں قتال کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے ٹیڑھ ڈال دے گا (تاکہ وہ ان سے لڑیں) اور اللہ اُن (دشمنوں) سے ان کو رزق (غنیمت) فراہم کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے، اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک بھلائی رکھ دی گئی ہے۔“

قربِ قیامت کی علامات جتنی تیزی سے ظاہر ہو رہی ہیں، اور کافر قومیں جس یکسوئی کے ساتھ مسلم امت پر ٹوٹ پڑی ہیں اور اس کے مقابلے میں دنیا بھر میں جہاد کا جو دور شروع ہے اسے دیکھ کر لگتا یوں ہے کہ یہ سلسلہ اب رکنے کا نہیں۔ اور عجب کیا کہ حالات و واقعات کی یہ کڑیاں اُن ملاحم (اسلام و کفر کے بڑے معرکوں) سے جا کر مل جائیں جن کے آخر میں مہدی کا ظہور ہو گا اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی پیشین گوئیاں اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ،ظَاہِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَأَوَاہُمْحَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُہُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالِ)) (ابو داود،کتاب الجہاد، فیدوام الجہاد)

”میری امّت کا ایک گروہ برابر حق پر قتال کرتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری شخص مسیح دجّال سے لڑے گا۔“

صحیح مسلم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ تَعَالِ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَآ اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَآئٌ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ)) (مسلم،کتاب الایمان)

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا، قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے تو ان کے امیر کہیں گے آئیے ہمیں نماز پڑھائیے، آپؑ فرمائیں گے نہیں، تم میں سے بعض بعضوں پر حاکم ہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ اس امت کو عنایت فرمائیں گے۔“

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ امیر امام مہدی ہوں گے، جن کی قیادت میں یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد جاری ہو گا تو عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر اس جنگ کو اپنے انجام تک پہنچائیں گے، صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر ہلاک کر دیا جائے گا، جزیہ موقوف ہو جائے گا، یہودی چن چن کر مارے جائیں گے اور نصاریٰ سے سوائے اسلام کے ___ کوئی اور چیز قبول نہیں کی جائے گی (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے)، عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو قتل کر دیں گے اور یوں دجّال کے اس فتنے سے امتِ مسلمہ کو پناہ مل جائے گی، جس سے بڑا کوئی فتنہ اُس وقت تک دنیا میں نہ آیا ہو گا، وسائلِ قدرت پر جس کی گرفت اور فتنہ پروری دیکھ کر ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر اور شام کو مومن اور صبح کافر ہو چکا ہو گا، اس کی جنت کو لے لینے والے جہنّم میں جا گریں گے اور اس کی آگ میں کودنے والے جنت میں چلے جائیں گے۔ اس کا دجل (تلبیس اور دھوکہ) اتنا شدید ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں:

((اِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَ اِنَّ مَعَهٗ مَآئً وَّ نَارًا فَاَمَّاالَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَائً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَائٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ مَائٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ)) (مسلم،کتاب الفتن واشراط الساعة)

”بے شک دجّال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی ہو گا اور آگ ہو گی۔ تو جس کو لوگ پانی دیکھیں گے، وہ آگ ہو گی جلانے والی اور جس کو لوگ آگ دیکھیں گے وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہو گا، پھر جو کوئی تم میں سے وہ موقع پائے اس کو چاہیے کہ جو آگ معلوم ہو اس میں گر پڑے، اس لیے کہ وہ شیریں پاکیزہ پانی ہے۔“

اس قطعی حقیقت کے باوجود کہ دجّال باقاعدہ ایک شخصیت کی صورت میں دنیا کے منظر پر آئے گا، اس کی آمد سے پہلے اس کے فتنے کے مظاہر اور اس کے لیے سازگار حالات کی فراہمی کی طرف فقہاء نے اشارے کیے ہیں۔ دجّال جعلساز اور ملمع ساز کو کہتے ہیں، اس کو دجّال اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے فریب میں مبتلا کر دے گا۔ حق پر باطل کی تلبیس، اور مادہ پرستانہ فکر و نظر کا فروغ، وسائلِ قدرت پر بے انتہا غلبہ جو اس دجّالی تہذیب کا خاصہ ہے، اس کی حشر سامانیاں تو ہر مومن و مسلم کے سامنے ہیں۔ دجّال کی آمد، امام مہدی کے ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے وقت کا صحیح علم صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ ہمارے ذمّے جو چیز آج واجب ہے، وہ شریعت کا اتباع ہے جس کی بنیاد پر ہم کل اس نجات پانے والے لشکر کے ساتھی بن سکتے ہیں۔ وما التوفیق الا باللہ۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ (نصرہ اللہ)

علماء ہی ہیں جنہوں نے یہاں افغانستان میں جمہوریت کو دفن کیا، اور مغرب کی کشتی ڈبو دی۔ ہم مغرب کو کہتے ہیں کہ ہم نے تم سے بیس سال تک جنگ لڑی، اور ہم مزید بھی تمہارے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ جنگ ملک فتح کرنے اور اقتدار حاصل کر لینے سے ختم نہیں ہوئی، بلکہ ہم اللہ کی وہ شریعت نافذ کریں گے اور اللہ کی حدود قائم کریں گے جو تمہارے قوانین کے مخالف ہے، اور انسانیت کو بچانے کا عمل جاری رکھیں گے۔ اور ہم ان سے کہتے ہیں: الا ان حزب الله هم الغالبون، بے شک اللہ کا دھڑا ہی غالب ہے!

(بحوالہ حریت ریڈیو امارتِ اسلامی افغانستان)

کیا مغربی فکر و اداروں کی اسلامائزیشن ممکن ہے؟

ڈاکٹر حافظ عثمان احمد

مغربی غلبے کے بعد پیش آنے والی فکری و اداراتی صورت حال کے جواب میں مسلمان اہلِ علم نے مختلف قسم کے طرزِ عمل اختیار کیے۔ اکیڈمک سطح پر اس وقت جو طرزِ عمل زیر بحث لانے کی کوشش کی جائے گی وہ ''اسلامائزیشن'' کے نام سے موسوم ہے۔

مسلمان اہلِ علم میں اسلامائزیشن کے دو ماڈل معروف ہیں اور انھی کی وضاحت سے ''اسلامائزیشن کیا ہے؟'' بھی واضح ہو جائے گا۔اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ ''اسلامائزیشن'' کا تصور بالکل نیا ہے۔ قرون اولیٰ و قرونِ متاخرہ میں اس کا نام و نشان نہیں تھا۔ دور اولین سے مابعد قرون تک مسلمانوں میں اہلِ کفر سے ممتاز اور علیحدہ رہنے کا طریق، معاشرت و علیت کا اصول رہا۔ نیز غلبے کے دور میں مسلمانوں کو ''کفرائزیشن'' کی ''اسلامائزیشن'' کرنے کی کیا ضرورت پڑتی تھی؟

جیسا کہ ہم نے کہا کہ اسلامائزیشن کے دو ماڈلز ہیں ایک روایتی مدرسی فکر کے لوگوں کا ماڈل جو اپنے فقہی ادب کی روشنی میں اسلامائزیشن کرنے کے قائل ہیں۔ دوسرا جدید مذہبی فکر کے حاملین کا ماڈل جن کے اصول بالعموم ''مقاصد الشریعہ''، ''تدریج''، ''مکی دور نبوت کے احکام'' وغیرہ ہیں۔ ان کے دلائل روایتی فکر کے اہلِ علم جیسے نہیں ہوتے۔ ہم یہاں روایتی فکر کے ماڈل پر گفتگو کریں گے۔

اسلامائزیشن کی ایک جہت مغربی فکر و نظریات کی اسلامی تعریف و توضیح وضع کر کے قرآن و حدیث سے دلائل مہیا کرنا ہے۔ مثلاً جمہوریت کی یہ تعریف متعین کرنا کہ ''جمہوریت مسلمانوں کا اپنے معاشروں میں گواہی، وکالتِ شرعیہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے دینی اصولوں کو مد نظر رکھ کر ایک صادق اور امین امیدوار کو پوری دیانت داری سے منتخب کرنا تاکہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق نظامِ سلطنت کے چلانے میں معاون بن سکے۔'' یہ ایک آرزو تو ہو سکتی ہے کم از کم جمہوریت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ پھر جمہوریت کے حق میں قرآن سے ''شوریٰ'' کو دلیل بنانا۔ یہ ایسی تعریف و دلیل ہے کہ مغربی مفکرین جنھوں نے جمہوریت کو ''حق'' ثابت کرنے کے بہت سے عقلی و تاریخی دلائل وضع کرنے کی کوشش کی ہے، ان کو بتلائی جائے تو اس کو ''فدویانہ جی حضوری'' کے سوا کچھ نہیں سمجھیں گے۔اہلِ مغرب کو واضح اور یقینی طور پر معلوم ہے جمہوریت دین کی اساس پر قائم ہونے والی ہر تقسیم کو رد کرتی ہے۔ جمہوریت مغربی تصور انسانی حقوق کی روشنی میں ''اصولِ اکثریت'' اور ''اصولِ مساوات'' پر حتمی عقیدہ رکھنے کا نام ہے۔

روایتی مدرسی فکر سے متعلق طبقہ عجیب تضاد فکری کا شکار ہے ایک طرف دعویٰ ''اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے''، ''یہ ہر دور میں قابلِ عمل ہے''، ''اس کے پاس سیاسیات، معاشیات اور سماجیات کا مکمل نظام موجود ہے'' اور دوسری طرف عمل ''اسلامی جمہوریت''، ''اسلامی بینکاری''۔ وہ جو اسلام میں سب کچھ موجود ہے وہ کدھر ہے؟ کیا مغربی اداروں، سیاسی نظام اور سائنسی فکر سے ادارے ادھار لے کر اس کو ''اسلامائز'' کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی دیتا ہے؟ کیا اسلام، مغربی نظمِ معیشت و سیاست میں اپنی پیوندکاری کے اعتبار سے قابلِ عمل ہے؟

اسلامائزیشن کی دوسری جہت مغربی اداروں کے ظاہری سٹرکچر میں بعض جزوی تبدیلیوں کے ذریعے ان کو اسلامائز کرنا ہے۔ مثلاً بینکوں کے کاروبار میں ان کی پروڈکٹس کے طریقۂ کار میں بعض جزوی تبدیلیاں کر کے ان کو اسلامی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے فقہی پیراڈائم میں ''قیاس علی النظیر'' کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ فقہی نظائر کے حصول میں بھی کسی ایک اصولِ فقہ کی پابندی نہیں کی گئی بلکہ مذاہب اربعہ میں سے جہاں کہیں کوئی جزئی ملی، اس کو ''نظام'' چلانے کے لیے قبول کیا گیا ہے۔ ہمارے مدارس کے اہلِ علم نے اس اسلامائزیشن کے طریق پر جو تنقیدات کی ہیں وہ اس طرز کی ہیں جس سے بس یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا ان کا اختلاف فروعی ہے جیسے شافعیہ و حنفیہ کے مابین بیوع اور ان کی شروط میں اختلاف ہے۔ حالانکہ مغربی معیشت کی نظریاتی اساس ''جمع و ارتکاز مال کا اصول'' (Saving and Accumulation of wealth) ہے۔ جب کہ اسلامی معیشت کی نظریاتی اساس ''اصولِ انفاق'' ہے۔ انفاق اور ارتکاز دو متضاد اصول ہیں۔ بینک اصولِ جمع و ارتکاز پر قائم ہونے والا ادارہ ہے۔ وقف کی اساس ''اصولِ انفاق'' ہے۔ بہت عجیب بات ہے کہ اسلامائزیشن کرنے والوں کو دو مختلف اساسیات پر کھڑے ادارے جزوی تبدیلیوں کے بعد ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ اگر اسلامائزیشن کرنے والوں کا نظریہ ہے کہ اسلامی معیشت عہد نبویؐ و صحابہؓ میں ''اصولِ جمع و ارتکاز'' پر استوار ہوئی ہے تو کچھ دلائل ہمیں عنایت فرمائیں۔

اسلامائزیشن کے قبول و رد کے لیے ہمیں درج ذیل سوالوں کا جواب تلاشنا ہوگا۔

ا۔ کیا ملحدین و اہلِ کفر کے نظریات و افکار اور ان کے معاشی اصولوں کے تحت قائم ہونے والے ادارروں کی نظریاتی اساس اور اسلامی فکر و عمل سے پیدا ہونے والے نظمِ معیشت میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے؟

(باقی صفحہ نمبر 64 پر)

کفار کا معاشی بائیکاٹ

اسلامی بائیکاٹ جدید جنگ کے تناظر میں

اسلام کے خلاف جاری عالمی صہیونی جنگ کے تناظر میں اسلامی مقاطعہ کو سمجھنا، نافذ کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا

محمد ابراہیم لَڈوِک

محمد ابراہیم لَڈوِک (زید مجدہ) ایک نو مسلم عالمِ دین ہیں جنہوں نے عالَمِ عرب کی کئی جامعات میں علم دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علمِ دین حاصل کیا اور حق کو علی وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالَمِ کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا)۔ انہی کے الفاظ میں: 'میرا نام محمد ابراہیم لَڈوِک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیکولئی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علومِ تاریخ، تنقیدی ادب، علمِ تہذیب، تقابلِ ادیان، فلسفۂ سیاست، فلسفۂ بعد از نو آبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا'، اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، جمہوریت، اقامتِ دین و خلافت کی اہمیت و فرضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائق استفادہ ہیں۔ مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' شیخ محمد ابراہیم لَڈوِک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف 'Islamic Boycotts in the Context of Modern War' کا اردو ترجمہ پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

مقدمہ

تمام حمد اور تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو نہایت مہربان، رزق دینے والا اور پالنے والا، عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے۔ درود و سلام ہو خاتم النبیین مصطفیٰ محمد بن عبد اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، آپ کے اہل و عیال پر اور آپ کے صحابہ پر، اور قیامت کے دن تک آنے والے ان تمام لوگوں پر جو تقویٰ و پرہیز گاری میں ان کی اتباع کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ، جو ہر کمی و خطا سے پاک ہے، کا ارشاد ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (الانفال: ۲۸)

"اور یہ بات سمجھ لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں، اور یہ کہ عظیم انعام اللہ ہی کے پاس ہے۔"

اور اللہ عزو جل نے ہمیں حکم دیا ہے کہ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (التوبة: ۴۱)

"(جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (ابو داود)

"جس نے اللہ کی خاطر محبت کی، اللہ کی خاطر غصہ کیا، اللہ کے لیے دیا، اور اللہ کی رضامندی کے پیشِ نظر نہ دیا تو اس نے ایمان کو کامل کر لیا۔"

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارنا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (النساء: ۸۴)

"لہٰذا (اے پیغمبر) تم اللہ کے راستے میں جنگ کرو، تم پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہاں مومنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔ اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت۔"

جہاد فی سبیل اللہ، اللہ عزو جل کی طرف دعوت کے مؤثر ترین طریقوں میں سے ایک ہے۔ جہاد کی دعوت ہمارے اس دور میں اسلام کی جانب دعوت کے اہم ترین حصّوں میں شامل ہے، کیونکہ یہ نہ صرف اسلام کا انتہائی اساسی جزو ہے (عمارتِ اسلام کی چوٹی) بلکہ یہ وہ فریضہ بھی ہے جس سے سب سے زیادہ کوتاہی و غفلت برتی جاتی ہے۔

اس غفلت کی وجوہات میں سرِ فہرست دلوں میں وہن (دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت) کا ہونا ہے۔ اس بیماری کا علاج، جس کی جڑ خود کمزوریٔ ایمان سے نکلتی ہے، اللہ عزو جل کے

احکامات کی بجاآوری میں اضافہ،اس کے منع کردہ امور سے اجتناب، مسلسل استغفار اور ہدایت کی دعامیں پنہاں ہے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ(سنن الترمذی ۲۱۴۰)

”اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

چونکہ جہاد فی سبیل اللہ رحمتِ خداوندی اور ہدایت کے حصول کا سب سے سیدھا راستہ ہے، اس لیے شیطان اور اس کے ساتھی لوگوں کو اس سے باز رکھنے کے لیے مسلسل اس راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اہل جہنم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ (الاعراف:۴۵)

”جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے، اور اس میں ٹیڑھ نکالنا چاہتے تھے، اور جو آخرت کا بالکل انکار کیا کرتے تھے۔“

درحقیقت جہاد کا دروازہ، جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے حصول کا دروازہ بھی ہے، چوپٹ کھلا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ الکریم اور الجواد ہیں۔ مگر شیطان اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے پھیلائے گئے شبہات کے نتیجے میں آج لوگوں کی ایک بڑی تعداد یہ سمجھ بیٹھی ہے کہ آج کے دور میں جہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے، جس کے سبب ہم میں سے بہت سے لوگ بے بسی و لاچاری کے احساسات میں مبتلا ہیں۔ بہت سے مسلمان متاسفانہ کہتے ہیں کہ ”کاش فلسطین کی سرحد ہمارے ساتھ لگتی، تو ہم جا کر لڑتے“ یا ”کاش حکومتیں ہمیں فلسطین جا کر لڑنے کی اجازت دے دیں“۔

یہاں تک کہ امریکہ ......وہی امریکہ کہ جو فلسطین پر صہیونی قبضے کے پیچھے اصل منبعِ قوّت ہے......اسی امریکہ میں مقیم مسلمانوں پر بھی ایسے امام مقرر ہیں جن کی منظوری کفار نے دی ہو۔ یہ امام ان کو بتاتے ہیں کہ کافر امریکیوں پر اور ان کی جنگی مشین پر ضرب لگانا ”شدت پسندی“، ”دہشتگردی“، ”غدّاری و بے وفائی“ اور ”معاہدے کی خلاف ورزی“ ہے۔ بھلا یہ کون سا معاہدہ ہے؟ کس سے کیا گیا؟ کس نے اسے منظور کیا؟ اور کیا یہ شرعاً درست ہے بھی یا نہیں؟ کیا یہ کفار واقعی ہمیں تحفظ فراہم کر رہے ہیں یا پھر یہ اسلام کے خلاف اپنے ممالک میں بھی اور مسلم ممالک میں بھی ایک جنگ برپا کیے ہوئے ہیں؟؟ مسلم ممالک میں علمائے سوء ان حکمرانوں کے دفاع میں دلائل گھڑنے میں مصروف ہیں جن کی اسلام سے بغاوت اور کفار کی غلامی روز بروز مزید عیاں ہوتی جا رہی ہے۔

خود بھٹکے ہوئے اور دوسروں کو بھٹکانے والے علمائے سوء کی جانب سے پھیلائے گئے شبہات کی وجہ سے بہت سے مسلمان کوئی عملی قدم اٹھانے سے ہچکچاتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم ایک خطرناک اور تباہ کن گھن چکّر میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات سے روگردانی ایمان میں کمی کا سبب بنتی ہے، اور ایمان کی یہ کمی اللہ تعالیٰ کے مزید احکامات سے غفلت برتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ حکمرانوں اور قائدین کے روپ میں منافقین اور کفار کے ایجنٹ ہم سے جھوٹ بول رہے ہیں، مگر ہمارا ایمان اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ ہم کوئی بھی عملی قدم اٹھانے اور ایسی ناگزیر قربانیاں دینے سے قاصر ہوتے ہیں کہ جو کفار کو ہماری زمینوں سے بے دخل کرنے اور مسلمانوں کو ان کی عزّت و وقار اور شوکت لوٹانے کے لیے ضروری ہیں۔

جس قدر وسیع پیمانے پر فریضۂ جہاد سے کوتاہی و غفلت برتی جاتی ہے اسی قدر جہادِ فی سبیل اللہ کی ضرورت شدید تر ہوتی جاتی ہے۔ کسی نظر انداز کیے ہوئے باغ کی طرح، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عمل کی ضرورت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسے طویل غفلت کا شکار کسی باغ کے مہکتے پھولوں اور پھل دار درختوں پر جنگلی بوٹیاں قابض ہو جاتی ہیں اور سبزہ و ہریالی کو خودرَو پودے اور نکمی جھاڑ پھونس ڈھانپ لیتی ہے۔ جتنا طویل عرصہ اس باغ کی کاٹ چھانٹ اور صفائی کے کام سے غفلت برتی جائے گی، اسی قدر باغ کی خوبصورتی اور آرائش بحال کرنے کا کام بڑھتا چلا جائے گا۔

کسی باغ کی دیکھ بھال ہی کی طرح، جتنے کم افراد فریضۂ جہاد کی ادائیگی کا بوجھ اٹھانے کے لیے آگے بڑھتے ہیں، اسی قدر بھاری ان کا بوجھ ہو جاتا ہے۔ یہ کام درحقیقت پوری امّت کا کام ہے، مگر وہ افراد بہت ہی کم ہیں جو اس فرض کو نبھانے کے لیے نکلتے ہیں۔ پھر وہ بھی جو اس فرض کو ادا کرنے کا عزم و ارادہ کرتے ہیں، وہ بھی شکوک و شبہات اور مخمصے کا شکار رہتے ہیں کہ کیا کریں اور کیسے کریں۔ اس باغ کی صفائی کرنے والے ان خدشات میں گھرے رہتے ہیں کہ کہیں جڑی بوٹیاں اکھاڑتے اکھاڑتے وہ باغ کے گلابوں اور انجیروں کو نقصان نہ پہنچا بیٹھیں۔ جو اس کام میں اترتے ہیں وہ اپنے آپ کو تھکا کر چُور کر لیتے ہیں، اس کے باوجود ان کی محنت کا ثمرہ بمشکل دکھائی دیتا ہے۔ شیاطین جن و انس ان کی کامیابیوں پر پردے ڈالنے، ان کو چھوٹا اور غیر اہم ثابت کرنے اور انہیں چھپانے میں ہمہ دم کوشاں رہتے ہیں، جس کے سبب بہت سے باہمت مسلمان بھی اپنے آپ کو مفلوج محسوس کرتے ہیں۔

پھر صورتحال محض ترکِ جہاد تک بھی محدود نہیں رہی، بلکہ اس سے بڑھ کر اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جہاں اکثر مسلمان بالواسطہ یا بلاواسطہ کفری طاقتوں کی جنگی سرگرمیوں میں تعاون کر رہے ہیں۔ ہم کفار کے زیرِ انتظام مکڑی کے جال کی طرح بُنے معاشی نظام میں اس طرح جکڑے جا چکے ہیں کہ ہماری محنت مزدوری، ہمارے ٹیکس، اور ہماری خرید و فروخت، سب

ہمارے دشمنوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اس مصیبت کی شدت کا اندازہ محبوبِ الٰہی ﷺ کے الفاظ پر غور کرنے سے کیا جا سکتا ہے:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ(صحيح البخاری ۶۴۸۴)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

یہ بڑی حد تک ایک انوکھی صورتحال ہے۔ امّ القریٰ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی جانے والی مبارک ہجرت سے لے کر آج تک مسلمان کبھی بھی اس حد تک محکومی و غلامی کا شکار نہیں رہے۔ اپنے آپ کو اس صورتحال سے نکالنے کے لیے ہمیں ایسے مجتہدین کی ضرورت ہے جو اللہ عزوجل کی شریعت کا عمیق فہم رکھتے ہوں اور جو اپنے علم کو آج کے زندہ حقائق پر منطبق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

مع الاسف کہ آج ایسی قیادت کی شدید قلّت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنْ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا(صحيح المسلم ۲۶۷۳)

''اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھینتے ہوئے نہیں اٹھائے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب وہ (لوگوں میں) کسی عالم کو (باقی) نہیں چھوڑے گا تو لوگ (دین کے معاملات میں بھی) جاہلوں کو اپنے سربراہ بنا لیں گے۔ ان سے (دین کے بارے میں) سوال کیے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے، اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

وہ علماء جو اپنے علم کو اپنی زندگیوں میں لاگو کرتے ہیں انہیں قتل کر دیا جاتا ہے۔ وہ علماء جو حق بات کہنے سے نہیں جھجکتے انہیں قید کر دیا جاتا ہے، ان کی کردار کشی کی جاتی ہے، انہیں بدنام و رسوا کیا جاتا ہے اور ان کی تقریر و تحریر پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دشمن گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی آوازیں خوب اونچی اور بڑھا دیتے ہیں تاکہ ان کے شور میں حق پرستوں کی آوازیں دبا دی جائیں۔ نظامِ تعلیم سیکولر نظام اور دینی تعلیم میں منقسم ہے۔ ایک ایسا سیکولر نظام جس کا دینی اصولوں سے کوئی لینا دینا نہیں اور ایک ایسی دینی تعلیم کہ جس کا موجودہ حقائق سے تعلق یا واسطہ بہت کم ہے۔ یوں ایسے علماء اور طلبہ تیار کیے ہی نہیں جا سکتے کہ جو ہماری موجودہ صورتحال کو سمجھنے اور امّت کو اس سے باہر نکالنے کے لیے تدبیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

ہمیں ایک خاص حد تک سیاسی اور معاشی خود مختاری کی ضرورت ہے تاکہ ہم ایسے علماء تیار کر سکیں اور ان کو پلیٹ فارم مہیا کر سکیں جو آزادانہ وہ رہنمائی فراہم کر سکیں جو عمل کے لیے درکار ہے۔ لیکن اس حد تک آزادی و خود مختاری حاصل کرنے کے لیے بھی اولاً ہمیں ایسے علماء کی ضرورت ہے۔ شکست خوردگی نے ہماری امت کو بے حد متاثر کیا ہے۔ ہم یا تو ایک دائمی 'مکی دور' میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جس میں ہم کلّی طور پر جنگ و قتال ترک کر دیتے ہیں، یا پھر ہم کفار ہی کی حکمت عملیاں اپناتے ہوئے جمہوریت اور سیکولرزم جیسے مناہج اختیار کر لیتے ہیں، کہ جس دوران ہمارے ہاتھ سے توحید اور سنت دونوں ہی کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔

اس جال سے بچنے کے لیے ہمیں مسلم عوام کے لیے ایسے راستے تلاشنے کی ضرورت ہے کہ جن کے ذریعے وہ اسلام کی سیاسی قوّت کو دوبارہ قائم و محکم کرنے کی جدوجہد میں حصّہ لے سکیں۔ ہمیں ایسے طریقوں کی ضرورت ہے جن کے ذریعے کوئی بھی مسلمان، اپنے درجۂ ایمان، علم اور ہمت سے قطع نظر، اس جدوجہد میں حصہ لے سکے۔ ہمیں ایسے ذرائع کی ضرورت ہے جن کے ذریعے ہم اپنی سیاسی و معاشی قوت میں اضافہ کر سکیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے اپنے ایمان میں اضافہ کر سکیں۔ بائیکاٹ، اگرچہ اس مجموعی جدوجہد کا ایک چھوٹا اور ناکافی حصہ ہیں لیکن یہ اس سمت میں پہلا قدم بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر ہم اپنے کمزور ایمان، وسائل اور صلاحیت کی کمی اور صحیح طریقوں اور حکمت عملیوں کے حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار ہونے کے سبب دشمن پر عسکری حملہ کرنے سے قاصر بھی ہیں، تو بھی ہم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں کہ اپنے دشمن کے لیے اپنی مدد اور تعاون جس قدر ممکن ہو کم کر لیں۔

اس کتاب (تحریر) کا مقصد باذن اللہ عزوجل مسلم مقاطعہ کی مقدار و معیار پر روشنی ڈالنا ہے۔ مقدار بایں معنیٰ کہ مسلمانوں کی کتنی تعداد اس میں حصہ لے رہی ہے، کتنے دشمن اس کا ہدف ہیں اور کتنے طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔ جبکہ معیار اس معنی میں کہ کس طرح خرید و فروخت، کام کاج اور سرمایہ کاری کے طریقۂ کار کو بہتر بنا کر مجموعی اثرات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

بہت سے علماء نے بائیکاٹ (مقاطعہ) کو سراہا ہے اور اس کے شرعاً جائز اور مطلوب ہونے پر دلائل دیے ہیں، لیکن اس امر پر کم ہی توجہ دی گئی ہے کہ اس کا اصل طریقۂ کار اور اہداف کیا ہوں اور اس سے زیادہ سے زیادہ فوائد کیسے سمیٹے جائیں۔ اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کو بائیکاٹ کی تحریض دلانے کے لیے اضافی ثبوت فراہم کیے جائیں تاکہ وہ خود بھی اس میں شریک ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی جانب ترغیب دلانے کا سبب بنیں۔ اس سب کا حتمی مقصد تو یہ ہے کہ کافر دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے اور ہماری جانب سے جو منافع

اور فوائد اسے حاصل ہوتے ہیں، انہیں حتی المقدور کم کیا جائے۔ مسلمانوں کو پہنچنے والے فوائد میں اضافہ ہو اور جو نقصان ہم اٹھاتے ہیں اسے کم سے کم کیا جاسکے۔

بندگی کے عظیم اعمال میں سے ایک اسلام اور مسلمانوں کی حمایت ہے، اور سرکشی و نافرمانی کی بدترین شکلوں میں سے ایک حربی کفار کی مدد اور حمایت کرنا ہے۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی کو اطاعت کے کاموں میں لگنے کی توفیق بخشیں، تو یہ اس انسان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ اسی کے برعکس، مراسم عبودیت ادا کرنے سے قاصر ہونا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی کی علامت ہے۔ جہاد کی طرف پلٹنے سے، چاہے اس سمت چھوٹے چھوٹے قدم ہی کیوں نہ اٹھائے جائیں، ہم امید کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی طرف بڑھیں گے، اور ہم اس بات کی امید کرسکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے پر معاف فرمادیں گے۔ بعون اللہ امید ہے کہ یہ کام ہمارے دلوں کو اللہ کی راہ میں اطاعت و قربانی کے مزید اور عظیم تر کاموں کے لیے کھول دے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس دین کے لیے جو قربانیاں پیش کیں، یہ بائیکاٹ تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ مگر ہمارا پروردگار نہایت مہربان ہے، وہ ایک فاحشہ عورت کی صرف اس عمل پر بخشش کر دیتا ہے کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اور وہ ایک شخص کو صرف اس بات پر پکڑ بھی سکتا ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا باندھے رکھا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ ہمیں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزلہ۸۔۹)

”چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہو گی، وہ اسے دیکھے گا۔“

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اطاعت و فرمانبرداری کے ان چھوٹے چھوٹے اعمال کو بڑے اعمال کا پیش خیمہ اور سبب بنادیں، ہمارے اعمال کے پلڑوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے بھاری کر دیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے دشمنوں کی ان چالوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جو وہ ہمیں حق سے دور کرنے اور ہم سے لڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ہمیں اپنی حکمت اور قدرت سے ان کی ظاہری و پوشیدہ جارحیت کا مقابلہ اور توڑ کرنے کے قابل بنادیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے درمیان سیاسی، معاشی، عسکری، روحانی، جذباتی اور فکری بھائی چارے اور روابط کو مضبوط کر دیں تاکہ وہ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ ایک جسدِ واحد کی صورت میں مل کر کر سکیں، آمین۔

والحمد للہ رب العالمین!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

جو کچھ آج القدس میں ہو رہا ہے یہ جہاد کا ایک نیا دور ہے......

مبارک ہوں مجاہدین کے وہ ہاتھ جو فلسطین اور اقصیٰ کا دفاع چھریوں، گاڑیوں، پتھروں اور ہر اس چیز سے کر رہے ہیں جو ان کے پاس ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان استشہادیین (فدائیوں) کے لیے اجر طلب کرتا ہوں کہ جو یہود پر وار کر رہے ہیں، حالانکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ وہ خود یہودیوں کے نشانوں پر ہیں اور کسی وقت بھی قتل کیے جاسکتے ہیں۔ اللہ پاک ان کی شہادت کو قبول فرمائے اور ان کو اعلیٰ ترین درجات عطا فرمائے اور ان کی قربانی کو ہر مسلمان کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے جو اپنے عقیدے، امت اور دین سے وفادار ہو، آمین۔

حکیم الامت شیخ ایمن الظواہری

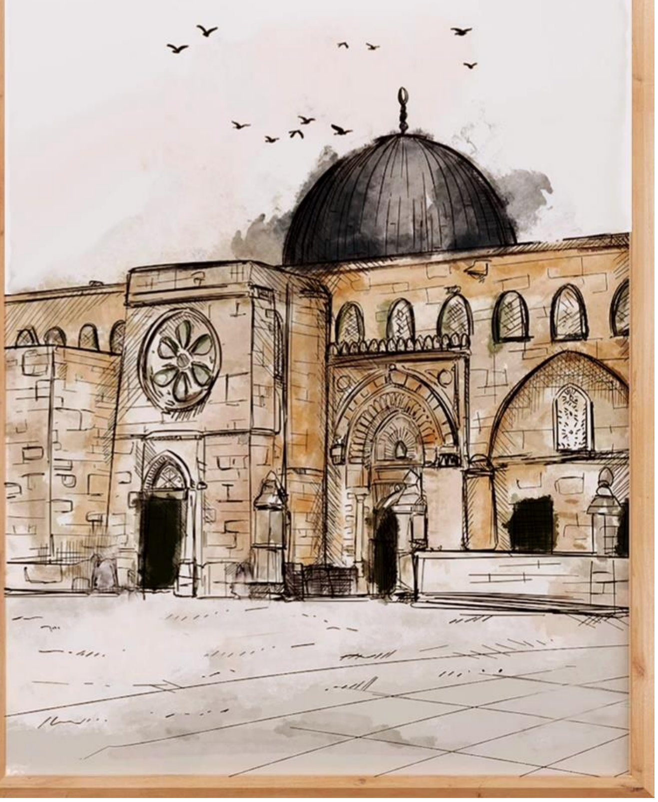

اکیسویں صدی میں

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الأمیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

الٰہ کی تعریف

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کا مفہوم اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والٰه جعلوه اسماً لكل معبود لهم، وسموا الشمس إلاهة لاتخاذهم إياها معبودا ...... فالإلٰه علىٰ هذا هو المعبود۔[12]

"انھوں (یعنی کفار) نے اپنے ہر ایک معبود کا نام الٰہ (معبود) رکھ دیا تھا، اور سورج کا نام بھی الٰہ رکھا تھا کیونکہ انھوں نے اسے بھی معبود بنالیا تھا...... چنانچہ یہ الٰہ وہ چیز ہے جس کی عبادت کی جائے"۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ آیتِ کریمہ ﴿مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِي﴾ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

أي شيء تعبدون ... من بعد وفاتي؟ ﴿قالوا نعبد إلٰهك﴾، يعني به: قال بنوه له: نعبد معبودك الذي تعبده، ومعبود آبائك إبراهيم وإسماعيل وإسحاق، ﴿إلٰها واحدا﴾

"(حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں کو جمع کر کے پوچھا:) تم میری وفات کے بعد کس کی عبادت کرو گے، تو ان (بیٹوں) نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے، جو کہ ایک الٰہ ہے"۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں الٰہ کے معنی معبود سے کیے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

أما كفار قريش كانوا يطلقونه في حق الأصنام۔

"کفارِ قریش لفظ الٰہ کو اپنے معبودوں کے لیے استعمال کرتے تھے"۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الإله هو المعبود المطاع فهو إله بمعنىٰ مالوه۔

"الٰہ وہ معبود جس کی پیروی کی جائے (اللہ کے مقابلے میں) سو وہ الٰہ ہے جو معبود کے معنٰی میں ہے"۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الإله هو الذي تأله القلوب محبة وإجلالاوإنابة وإكراما وتعظيما وخوفا ورجاء وتوكلا۔

"الٰہ وہ ہے جس کے ساتھ دل اٹکے رہیں، محبت وبڑائی میں، انابت واکرام میں، خوف، امید اور توکل میں"۔

شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الٰہ کی تعریف یوں فرمائی ہے:

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں پر، اپنی خرید وفروخت اور اپنے شہر کے حاکم پر، ہر چیز جس پر کہ تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے، اور وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے، اور ہر وہ شخص جس پر نفع ونقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے، تو وہ تیرا معبود ہے۔"[13]

جبکہ لا الٰہ الا اللہ میں معاہدہ ہی اس بات کا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود کے درجے پر نہیں بٹھایا جائے گا، تب جا کر یہ ایمان معتبر سمجھا جائے گا۔

عبادت کس کی؟

مذکورہ تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ الٰہ کے معنٰی معبود کے ہیں، یعنی جس کی عبادت کی جائے۔ اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی تعریف بھی سمجھتے چلیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں عبادت کے معنٰی یہی سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے یا کسی کی پوجا کرے۔ حالانکہ شریعت کی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔

---

[12] المفردات في غريب القرآن؛ ج ۱، ص ۲۱

[13] بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت؛ حصہ اول

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ۳۱]

"انھوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار (یعنی یہودی علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا بنالیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے"۔

یہ آیت ان عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے قانون سازی (حرام و حلال، قانونی و غیر قانونی) کا اختیار اپنے راہبوں کو دے دیا تھا۔ جسے وہ حلال کہہ دیتے، ان کے ماننے والے بھی اسے حلال کر لیتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا تھا، اسی طرح جس چیز کو ان کی مقتدر قوتیں اور اشرافیہ حرام کہتی، لوگ بھی اسے حرام کہنے لگ جاتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حلال کیا تھا۔

اس آیت کے شانِ نزول میں اکثر مفسرین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو پہلے عیسائی تھے) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: یارسول اللہ! ہم نے ان (راہبوں) کو رب تو نہیں بنایا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَيْسَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فَتُحَرِّمُونَهُ وَيَحِلُّونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَتَسْتَحِلُّونَهُ"؟ قَالَ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: "فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ"۔[۱۴]

"کیا نصاریٰ ایسا نہیں کرتے تھے کہ اللہ کے حلال کیے کو راہب حرام قرار دیتے تم اسے حرام مان لیتے، اور اللہ کے حرام کردہ کو وہ حلال کرتے تم بھی اس کو حرام کر لیتے"۔

تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ہم ایسا ہی کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہی تمہارا ان راہبوں کی عبادت کرنا تھا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں واضح طور پر سمجھا دیا کہ کسی کو قانون سازی کا حق دے دینا، اس کی عبادت کرنا ہے۔

'عبادت' کے 'معنیٰ'؛ مفسرین کے اقوال میں

مفسرین کرام نے عبادت کرنے کے معنیٰ مندرجہ ذیل بیان کیے ہیں:

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ

فقہائے احناف کے سر خیل امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ (۳۰۵–۳۷۰ھ، بمطابق ۹۱۷–۹۸۰ء) فرماتے ہیں:

ثم قلدوا هَؤُلَاءِ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ فِي التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ وَقَبِلُوهُ مِنْهُمْ وَتَرَكُوا أَمْرَ اللهِ تَعَالَى فِيمَا حَرَّمَ وَحَلَّلَ صَارُوا مُتَّخِذِينَ لَهُمْ أَرْبَابًا إِذْ نَزَّلُوهُمْ فِي قَبُولِ ذَلِكَ مِنْهُمْ مَنْزِلَةَ الْأَرْبَابِ۔[۱۵]

"پھر وہ (نصاریٰ) حلال کرنے اور حرام کرنے میں اپنے احبار و راہبوں کی پیروی کرنے لگے، اور اس (فعل) کو ان کی جانب سے قبول کر لیا، اور اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا جو کچھ اللہ نے حرام و حلال کیا تھا۔ اس طرح نصاریٰ ان راہبوں کو 'رب' بنانے والے بن گئے، کیونکہ ان نصاریٰ نے راہبوں کو امر (قانون) قبول کرنے میں رب کے رتبے پر فائز کر دیا تھا"۔

امام ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ (۸۹۸–۹۸۲ھ) فرماتے ہیں:

﴿أَرْبَابًا من دُونِ الله﴾ بأن أطاعوهم في تحريم ما أحله الله تعالى وتحليلِ ما حرمه۔[۱۶]

"[انھوں نے اپنے علماء و راہبوں کو رب بنالیا تھا] وہ اس طرح کہ وہ (یہود و نصاریٰ) اپنے بڑوں کی بات مانتے تھے، حرام و غیر قانونی بنانے میں جسے اللہ نے حلال و قانونی بنایا تھا، اور حلال و قانونی کر لینے میں جسے اللہ نے حرام و غیر قانونی کہا تھا"۔

اس سے آگے فرماتے ہیں:

[۱۴] تفسير البغوي - طيبة (۴/ ۳۹)

[۱۵] أحكام القرآن للجصاص ت قمحاوي (۴/ ۳۰۰)

[۱۶] تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم (۴/ ۶۰)

﴿إلاَّ لِيَعْبُدُواْ إلها واحدا﴾ عظيمَ الشأنِ هو الله سبحانه وتعالى ويطيعوا أمرَه ولا يطيعوا أمرَ غيرِه بخلافه فإن ذلك مُخِلٌّ بعبادته تعالى

''انھیں حکم کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے حکم و قانون کی پیروی کریں، اس کے مخالف کسی غیر کے حکم و قانون کی پیروی نہ کریں، کیونکہ ایسا کرنا اللہ کی عبادت میں خلل و نقصان کرنا ہے''۔

علامہ آلوسی ﷫

علامہ آلوسی ﷫ (۱۲۱۷-۱۲۷۰ھ، ۱۸۰۲-۱۸۵۴ء) نے اسے عبادت ہی کے منافی قرار دیا ہے:

ويطيعوا أمره ولا يطيعوا أمر غيره بخلافه فإن ذلك مناف لعبادته جل شأنه۔

''اللہ نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کا حکم مانیں، اس کے مخالف اس کے غیر کا حکم نہ مانیں کیونکہ ایسا کرنا اللہ کی عبادت کے منافی ہے''۔

امام رازی ﷫

امام رازی ﷫ (۵۴۴-۶۰۶ھ، بمطابق ۱۱۵۰-۱۲۱۰ء) نے رب بنانے کے معنیٰ کو اور واضح کر کے بیان کر دیا تا کہ لوگ اچھی طرح اس کا مطلب سمجھ سکیں، فرماتے ہیں:

الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ: الْأَكْثَرُونَ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ قَالُوا: لَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الْأَرْبَابِ أَنَّهُمُ اعْتَقَدُوا فِيهِمْ أَنَّهُمْ آلِهَةُ الْعَالَمِ، بَلِ الْمُرَادُ أَنَّهُمْ أَطَاعُوهُمْ فِي أَوَامِرِهِمْ وَنَوَاهِيهِمْ۔[۱۷]

''اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ رب بنانے سے یہ مراد نہیں کہ انھوں نے اپنے علماء و راہبوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شروع کر دیا تھا کہ وہ عالم کے معبود ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ احکامات اور پابندیوں میں ان (راہبوں) کی اطاعت کرتے تھے''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں احکامات و پابندیوں میں کسی کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے اور اسے معبود کے درجے پر فائز کرنا ہے۔

امام ابو اللیث سمرقندی ﷫

امام ابو اللیث سمرقندی ﷫ (وفات ۳۷۵ھ، بمطابق ۹۸۵ء) فرماتے ہیں:

أَرْباباً مِنْ دُونِ اللهِ، يعني: اتخذوهم كالأرباب يطيعونهم في معاصي الله۔[۱۸]

''یعنی انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے بڑوں کو رب کی طرح بنالیا تھا کہ وہ اللہ کی نافرمانیوں میں ان کی بات مانتے تھے''۔

یعنی اللہ کی نافرمانی میں جو اپنے افسروں اور حاکموں کا حکم مانتے ہیں، وہ انھیں رب بناتے ہیں۔

امام بغوی ﷫

یہی بات امام بغوی ﷫ (وفات ۵۱۶ھ، بمطابق ۱۲۲۲ء) نے فرمائی ہے:

قُلْنَا: مَعْنَاهُ أَنَّهُمْ أَطَاعُوهُمْ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَاسْتَحَلُّوا مَا أَحَلُّوا وَحَرَّمُوا مَا حَرَّمُوا، فَاتَّخَذُوهُمْ كَالْأَرْبَابِ۔[۱۹]

''ہم نے کہا: اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں اپنے راہبوں کی بات مانی، اور راہبوں نے جسے حلال کہا اسے حلال جانا اور جسے حرام کہا اسے حرام مانا، پس انھوں نے اپنے راہبوں کے ساتھ رب کا معاملہ کیا''۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫

حضرت تھانوی ﷫ (۱۹ اگست ۱۸۶۳ء۔ ۴ جولائی ۱۹۴۳ء) 'بیان القرآن' میں فرماتے ہیں:

''یعنی ان کی اطاعت تحلیل اور تحریم میں مثل طاعتِ خدا کے کرتے ہیں کہ نص پر ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی اطاعت بالکل عبادت ہے پس اس حساب سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں''۔

مفتی محمد شفیع صاحب ﷫

مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ (۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ۔ ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ، بمطابق ۲۵ جنوری 1897ء۔ ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء) تفسیر 'معارف القرآن' میں فرماتے ہیں:

''(آگے افعال کفریہ کا بیان ہے کہ) انھوں نے (یعنی یہود و نصاری نے) خدا (کی توحید فی الطاعۃ) کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبارِ اطاعت کے) رب بنا رکھا ہے (کہ ان کی اطاعت تحلیل اور تحریم میں مثل اطاعتِ

---

[۱۷] التفسير الكبير (١٦/ ٣١)

[۱۸] تفسير السمرقندي = بحر العلوم (٢/ ٥٣)

[۱۹] تفسير البغوي (٣/ ٣٩)

خدا کے کرتے ہیں کہ نص پر ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی اطاعت بالکل عبادت ہے"۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق کو واضح طور پر عبادت بیان فرما رہے ہیں۔

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۹۹ء) تفسیر 'انوار البیان' میں فرماتے ہیں:

> "جب تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے جو خالق اور مالک ہے تو اس کے سوا جو کوئی شخص تحلیل و تحریم کے قانون بنائے اور اپنے پاس سے حلال و حرام قرار دے، اس کی بات ماننا اور فرمانبرداری کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شریک بنانا ہوا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اس کی عبادت ہے، اسی طرح ان امور میں غیر اللہ کی فرمانبرداری کرنا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہیں یہ ان کی عبادت ہے، چاہے انھیں سجدہ نہ کریں، چونکہ ان جاری کیے ہوئے احکام کے ساتھ فرمانبرداری کا وہی معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ ہونا چاہیے اس لیے ان کی اتباع اور اطاعت کو عبادت قرار دیا"۔

> "فائدہ: اب دورِ حاضر میں جبکہ آزاد منش لوگ اسلامی احکام پر چلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام سے متاثر ہیں، کہتے ہیں کہ حضرات علمائے کرام جمع ہو کر میٹنگ کریں، اور اسلامی احکام کے بارے میں غور و فکر کریں اور فلاں فلاں احکام کو بدل دیں یا ہلکا کر دیں اور فلاں فلاں حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیں۔ یہ ان لوگوں کی جہالت اور حماقت کی بات ہے۔ اگر علماء ایسا کرنے بیٹھیں گے تو کافر ہو جائیں گے"۔

مفسرین کی تفسیر کی روشنی میں اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

- اللہ کے ساتھ کسی ریاست یا ادارے یا عمارت کو یہ حق دے دینا کہ وہ جس چیز کو چاہیں قانونی (حلال) قرار دیں، اور جسے چاہیں غیر قانونی (حرام) قرار دیں، ایسا کرنا اس ریاست یا ادارے یا عمارت کو اللہ کو چھوڑ کر معبود بنانا کہلائے گا۔
- جو اللہ کے کسی حرام کو قانونی (حلال) قرار دیں… جیسے سود اور سودی مراکز (بینکوں) کو حلال یا آئینی قرار دینا، مسلمانوں کے خلاف کافروں کا تعاون کرنا، قرآن کے قانون کے خلاف فیصلہ کرتی عدالتوں کو مباح یا آئینی حیثیت دینا۔ ایسے لوگ اور ادارے گویا خود کو معبود بناتے ہیں۔
- پھر جو کوئی کسی کی اس حیثیت کو تسلیم کر لے یا ان کی اطاعت کرنے لگے گویا یہ اس کی عبادت کرنے والا ہے۔
- حرام اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت کرنا، جیسے اپنے افسروں کے کہنے پر سودی اداروں، گانے بجانے کی محفلوں کی جگہوں پر ڈیوٹی دینا، نفاذِ شریعت (بنام دہشت گردی) کی اس جنگ میں مجاہدین کے خلاف لڑنا، یا کسی بھی طرح سے فوج و پولیس کا تعاون کرنا وغیرہ، اور
- اپنے افسروں، اداروں یا پارلیمنٹ کے بارے میں یہ نظریہ رکھنا کہ وہ جو بھی حکم دیں ہمارے اوپر اس کی تعمیل واجب ہے، ایسا تعلق ان کی 'عبادت' کہلائے گا۔

فکر کا مقام

کیا جمہوری نظام میں پارلیمنٹ کو یہی اختیار نہیں دیا گیا؟ اور کیا جمہوریت کے تمام ستون اور شارحین یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ قانون سازی کا اختیار تو پارلیمنٹ کے پاس ہے؟ نیز کیا جمہوری ریاستوں میں عملاً بھی ایسا ہی نہیں ہو رہا کہ ریاست جسے چاہے حلال کر دے، جس پر چاہے پابندی لگا دے، اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے، اس کے خلاف کرنے کو ریاست کا 'مجرم' اور نہ ماننے والے کو 'باغی' کہا جاتا ہے۔

حقیقی اور شفاف جمہوریت (مشرقی ہو یا مغربی) یہی ہے۔ اصل جمہوریت جسے کامیابی کی ضمانت کہا جاتا ہے اس کی روح ہی یہ ہے۔

کیا کوئی بھی چار چھ جماعتیں پڑھا اس کی تعریف نہیں جانتا؟ اصل اور شفاف جمہوریت کی روح ہی یہ ہے کہ وہ تشریع (قانون سازی) کا حق مطلقاً پارلیمنٹ کو دیتی ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ پارلیمنٹ ۷۳ء کے آئین کی پابند ہے، جس میں حاکمیتِ اعلیٰ اللہ کے لیے تسلیم کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ حاکمیتِ اعلیٰ کا اختیار اللہ کے لیے کس نے منظور کیا؟ اسی پارلیمنٹ نے۔ اور کیا دنیا میں کوئی ایسی جمہوریت پائی جاتی ہے جس میں پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر اللہ کو یہ حق دیا جا سکتا ہو؟ جو بھی جمہوریت کی روح اور اس کی تعریف سے واقف ہے وہ اس کا جواب اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر یہ نظام اتنا ہی اسلامی ہے اور یہ آئین اتنا ہی اسلامی ہے تو پھر حکم رجم (سنگسار) کو آئین کا حصہ بنانے کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج کیوں بنایا گیا ہے؟ اور سود کے غیر قانونی (حرام) قرار دینے میں پارلیمنٹ کا بلکہ دو تہائی اکثریت کا انتظار کیوں؟

صاف ظاہر ہے کہ اس نظام میں کون حاکم اعلیٰ ہے؟ جو منظوری دے یا جسے منظوری کے قابل سمجھا جائے۔ اور منظوری ملے تو ٹھیک ورنہ رد بھی کر دی جائے تو ایوان کے تقدس پر کوئی حرف نہیں آتا؟ فتدبر!

پھر یہ پارلیمنٹ بار بار اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس کے سامنے (العیاذ باللہ) اللہ کی حاکمیت کی کیا حیثیت ہے؟...... جیسے سود کا مسئلہ، شادی شدہ زانی کو رجم کا مسئلہ، مسلمانوں کے قتل میں کافروں کا ساتھ دینا، بے حیائی و الحاد پھیلانے والے ذرائع ابلاغ اور افراد کو تحفظ دینا، سودی نظام کی حفاظت کے لیے جنگ کو جائز بلکہ عبادت سمجھنا، شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کو جہاد کہنا، اسلام کے محکم فریضہ جہاد کو حرام (غیر قانونی) قرار دینا وغیرہ۔ ان تمام مسائل میں پارلیمنٹ نے ثابت کیا ہے کہ اس نظام کے ہوتے ہوئے حاکمیتِ اعلیٰ کا اختیار اسی کے پاس ہے، اللہ کے پاس نہیں، العیاذ باللہ۔

اس قدر واضح صورتحال کے علی الرغم اللہ کے دین، اس کے قرآن اور اس کے نبی ﷺ کی لائی شریعت کے خلاف اتنی جرأت...... کہ ہر کفر پر اسلام کا لیبل لگا کر قبول ہے، اگر قبول نہیں تو صرف وہ شریعت جسے اللہ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو دے کر بھیجا ہے۔ اسے من و عن آئین و قانون تسلیم کرنے کے خلاف دہشت گردی کی عالمی جنگ، نیشنل ایکشن پلان، آپریشن، بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام، ان کے گھر بار سے انھیں نکال باہر کرنا...... اگر تمہارا نظام ہی اسلامی ہے تو قرآن کے نظام و قانون کو بغیر پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج بنائے تسلیم کیوں نہیں کر لیتے؟

آپ کو اللہ کا واسطہ...... چند دن کی زندگی کی خاطر اللہ کی آیات کو نہ بیچیے...... اللہ کی آیات کو ان کے محمل و مصداق سے ہٹا کر تحریفِ کلمات اللہ کا جرم نہ کیجیے...... اگر تواصوا بالحق کی ہمت نہیں اور کوئی عذر ہے تو پھر اتنا تو کیجیے کہ زبانوں کو بند کر کے بیٹھ جایئے...... حق کا اعلان نہیں کر سکتے، حق کی تائید نہیں کر سکتے، حق کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کم از کم کفر کو اسلام تو ثابت نہ کیجیے...... مقتدر قوتوں اور خفیہ ایجنسیوں کے خوف سے کفر و اسلام کو ایک تو نہ کیجیے...... اکثر کفر اور کچھ اسلام کے ملغوبے کو اسلام تو نہ قرار دیجیے...... ہمیں آپ پر خفیہ ایجنسیوں کے دباؤ اور آپ کی 'مجبوریوں' کا علم ہے۔ بس کیجیے...... اللہ کے لیے بس کیجیے...... کفر و تکفیر کی بحثوں میں کفر و اسلام کو گڈ مڈ نہ کیجیے...... یہ تمام اہلِ سنت والجماعت جانتے ہیں کہ کسی قول و فعل کا کفر ہونا الگ بات ہے اور اس کے مرتکب کی تکفیر ایک دوسرا مسئلہ ہے۔ اس سے ہم سو فیصد اتفاق کرتے ہیں کہ کسی موجبِ کفر فرد کی تکفیر کرنے میں جو احتیاطیں علمائے اہلِ سنت نے بیان کی ہیں، یہی ہمارا عقیدہ ہے اور الحمد للہ ہم اس پر آج بھی قائم ہیں...... لیکن آپ تو کفر کو اسلام ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کفر کے دفاع میں دلیل موانع تکفیر والی دے رہے ہیں...... اس فرق کو ملحوظ رکھیے کہ کسی کفر میں مبتلا شخص کی تکفیر کرنے میں تمام احتیاطیں اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ کفریہ قول و فعل اسلام بن جاتا ہے، اسے خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے...... آپ اس تمام بحث میں جان بوجھ کر خلطِ مبحث کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اچھی طرح واقف ہے...... آپ افراد کو کفر سے بچانے کے لیے ان کے کفر کو ہی اسلام ثابت کرنا چاہتے ہیں جو کہ اہلِ سنت والجماعت میں سے کسی کا بھی عقیدہ نہیں ہے...... اللہ کے ساتھ کھلے کفر کو اسلام ثابت کرنا...... یہ نصاریٰ کے اس قول سے بھی بھاری ہے...... جو انھوں نے اللہ کا بیٹا بنانے کے بارے میں کہا:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (٨٨) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (٨٩) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (٩٠) أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (٩١) وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾ [مریم: ۸۸۔ ۹۲]

”اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمن کی کوئی اولاد ہے۔ (ایسی بات کہنے والو!) حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ کہ ان لوگوں نے خدائے رحمن کے لیے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ خدائے رحمن کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو“۔

سو صریح نظامِ کفر (جمہوریت) کو اسلامی ثابت کرنا کتنا بھاری جرم ہے، کاش کہ آپ اس کا اندازہ کر سکتے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: کیا مغربی فکر و اداروں کی اسلامائزیشن ممکن ہے؟

۲. کیا کسی نظمِ معیشت کی بنیاد رکھنے والوں کا الحاد، نظریۂ اخلاق، نظریۂ دنیا و آخرت، ان کے نظمِ معیشت و سیاسیات پر اصول و اساس میں اثر انداز نہیں ہوتا؟ کیا ایک ملحد کی نظریاتی اساس سے بننے والا نظمِ معیشت و سیاست واقعی اس قدر ”نیوٹرل“ ہوتا ہے کہ محض سٹرکچرل تبدیلیوں سے اس کی بنیادیں تبدیل ہو جاتی ہیں؟

۳. کیا نظریاتی، مذہبی، اخلاقی اور سولائزیشنل پس منظر جو صدیوں کی اثر اندازی و اثر پذیری رکھتا ہو وہ جزوی تبدیلیوں سے غیر مؤثر ہو جاتا ہے؟ جیسے اہلِ مغرب کا سیاسی و معاشی نظام صدیوں کی ارتقا پذیری کے بعد محض چند فقہی تبدیلیوں کے بعد ”قلبِ ماہیت“ سے گزر جاتا ہے؟ اگر گزر جاتا ہے تو آخر اس کا نام تک کیوں نہیں بدلتا جب کہ ایک سادہ سا اصول ہے کہ قلبِ ماہیت کے بعد وجود میں آنے والی چیز کا نام ”سابق“ ہی نہیں رہتا؟

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[مستعار مضامین کو مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیا جاتا ہے (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

طوفان الأقصی

نفیرِ عام

''اے اردن ولبنان، مصروالجزائر، مراکش اور پاکستان، انڈونیشیا وملائیشیا اور کل عالمِ عرب اور عالمِ اسلام میں بسنے والے ہمارے لوگو!

آج ہی نکلو اور فلسطین کی طرف چلنا شروع کردو۔ کل نہیں! آج اور ابھی! آج ہی روانہ ہو جاؤ! ان سرحدوں، حکومتوں اور پابندیوں میں سے کوئی بھی تمہیں جہاد میں شرکت اور مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا شرف حاصل کرنے سے محروم نہ کر سکے!

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝

''(جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔''

آج ہی وہ دن ہے (کہ جب جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا جائے)۔ پس جس کسی کے پاس بندوق ہو تو وہ اسے لے کر نکلے، کہ یہی اس کا وقت ہے۔ اور جس کے پاس کوئی بندوق نہیں تو وہ اپنے خنجر اور چاقو، ہتھوڑے اور کلہاڑے لے کر نکلے، یا اپنے دیسی ساختہ بم، یا اپنے ٹرک اور بلڈوزر یا اپنی گاڑی......کہ آج کا دن ہی وہ دن ہے (کہ جب جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا جائے)!

تاریخ نے اپنے سب سے روشن، ممتاز اور ذی عزت و شرف صفحات پھیلا دیے ہیں، تو کون ہے جو نور و سعادت کے ان صفحات میں اپنا، اپنے خاندان اور اپنے علاقے کا نام لکھوائے؟

اے ہماری ملّت کے بیٹو! اور اے پوری دنیا کے مردانِ حُر!......وہ حکومتیں جنہوں نے غاصب اسرائیل کے ساتھ اپنی حمایت و تعاون جاری رکھ کر اسرائیل کے جرائم کی پردہ پوشی کی اور خود بھی اس کے جرم میں شریک رہے، ان کا راستہ روکو!

آج کا دن عظیم انقلاب کا دن ہے۔ اس دنیا میں قائم آخری قابض اور نسلی تعصب پر مبنی آخری نظام کو ختم کرنے کے لیے اٹھنے کا دن آج ہی کا دن ہے!''

مجاهد قائد محمد الضيف ابو خالد

طوفان الاقصیٰ کی کاروائیوں کا مختصر جائزہ

جلال الدین حسن یوسف زئی

۷ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مجاہدین فلسطین کتائب عزالدین قسام اور سرایا القدس نے معرکۂ طوفان الاقصیٰ کا آغاز کر دیا۔ علی الصباح پانچ ہزار راکٹوں کو بیک وقت اسرائیل کی حدود میں فائر کیا گیا، مجاہدین بعون اللہ اسرائیل کے تمام حفاظتی ٹیکنالوجی کو ناکارہ بناتے ہوئے اسرائیلی حدود میں فضائی، بری اور بحری راستوں سے داخل ہوئے، بائیس مقامات پر دشمن کے دفاعی کیمپوں اور مورچوں پر کئی گھنٹوں تک اپنا قبضہ جاری رکھا۔ اس کارروائی میں ۸۰۰ کے لگ بھگ اسرائیلی فوجی ہلاک اور ۲۴۰۰ سے زائد زخمی ہوئے۔ واپسی پر مجاہدین ۲۵۰ کے لگ بھگ اسرائیلی فوجیوں، حربی یہودیوں اور چند شہریوں کو بھی یرغمال بنا کر غزہ لے آئے۔ وللہ الحمد

اس مبارک کارروائی کے بعد اسرائیل اپنی ناکامی چھپانے سے قاصر رہا، غزہ کی مستقل ناکہ بندی کی گئی، حماس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور اپنے مغویوں کو بازیاب کروانے کی خاطر ایک بڑے آپریشن کا آغاز کر دیا گیا۔

غزہ کی سرزمین پر اسرائیلی ظلم و جبر کے باوجود، مٹھی بھر مجاہدینِ فلسطین اپنی آزادی کی جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لمحہ بہ لمحہ، روز بروز یہ جنگ مجاہدین کی فتح اور اسرائیل کی حزیمت کا پیغام دے رہی ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ معرکۂ طوفان الاقصیٰ کے آغاز سے ان بڑی کارروائیوں کا ذکر کریں گے جس میں اسرائیلی فوج کو کثیر تعداد میں جانی و مالی نقصان پہنچا۔

- ۱۸ اکتوبر ۲۰۲۳ء مجاہدین سمندر کے راستے ''زیکیم'' فوجی اڈے میں داخل ہوئے اور وہاں موجود اسرائیلی فوجیوں کو بڑی تعداد میں ہلاک کر دیا۔
- ۸ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مجاہدین نے بیک وقت ۳۵ ''الزواری'' فدائی ڈرون طیاروں سے دشمن کے اہم مقامات کو نشانہ بنایا۔
- ۶ نومبر ۲۰۲۳ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ۴۸ گھنٹوں کے دوران مجاہدین نے ۲۷ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کر دیا۔ اس کے علاوہ دشمن کے ساتھ دوبدو لڑائی میں درجنوں فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ۷ نومبر ۲۰۲۳ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ۲۴ گھنٹوں کے دوران مجاہدین نے الشاطئ کیمپ کے مضافات اور بیت حنون میں ۱۵ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا۔
- ۱۲ نومبر ۲۰۲۳ء کتائب عزالدین قسام نے غزہ کے شمال میں ایک اسرائیلی فوجی بردار جہاز کو اور جنوب میں ۳ ٹینکوں کو ال یاسین ۱۰۵ سے نشانہ بنایا۔
- ۱۶ نومبر ۲۰۲۳ء کو مجاہدین نے غزہ کی پٹی میں دراندازی کرنے والی ۲۱ اسرائیلی فوجی گاڑیوں کو ال یاسین ۱۰۵ سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں گاڑیاں مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے اس دن مقبوضہ بیت المقدس کے جنوب میں دشمن کی فوجی چوکی پر چھاپہ مارا جس کے نتیجے میں کئی فوجی اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ۱۸ نومبر ۲۰۲۳ء مجاہدین کا آپریشن کی غرض سے آئے ہوئے اسرائیلی فوجیوں کے خلاف جنگ کے نتیجے میں ۵۸ فوجی ہلاک اور ڈھائی سو تک زخمی ہوئے۔
- ۲۵ نومبر ۲۰۲۳ء سے اسرائیل اور مجاہدین کے درمیان چار روزہ جنگ بندی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں مجاہدین نے ۵۴ اسرائیلی مغویوں کو ۱۱۷ فلسطینی مسلمان مرد، خواتین اور بچوں کے تبادلے میں رہا کر دیا اور غزہ میں آنے والے امدادی سامان کے لیے راستہ کھول دیا گیا۔
- ۲ دسمبر ۲۰۲۳ء کو مجاہدین نے مشرقی غزہ میں ''جحر الدیک'' کے مقام پر آپریشن کی غرض سے آئے ہوئے ۶۰ عدد فوجیوں پر ایک مکان میں دیسی ساختہ بم دھماکے کیے جس کے نتیجے میں زیادہ تر اسرائیلی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ۴ دسمبر ۲۰۲۳ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ۲۴ گھنٹوں کے دوران مجاہدین نے غزہ کی پٹی میں جاری معرکے میں ۲۸ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں درجنوں صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ۷ دسمبر ۲۰۲۳ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق ۷۲ گھنٹوں کے دوران مجاہدین ۱۳۵ اسرائیلی فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کرنے میں کامیاب رہے۔ یاد رہے یہ فوجی بر گیڈ اپنے مغویوں کو بازیاب کرانے کی خاطر غزہ میں داخل ہوا تھا جن کو سراسر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔
- ۱۴ دسمبر ۲۰۲۳ء کو کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق ۷۲ گھنٹوں میں ۲۷ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا، محاذ پر موجود مجاہدین کی طرف سے موصول شدہ اطلاعات کے مطابق مختلف دوبدو لڑائیوں، مارٹر گولوں اور سنائپر حملوں میں ۳۶ فوجی مارے گئے۔
- ۲۰ دسمبر ۲۰۲۳ء کو کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ۷۲ گھنٹوں کے دوران ۴۱ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا،

محاذ پر موجود مجاہدین کی طرف سے موصول شدہ اطلاعات کے مطابق ان کارروائیوں میں ۲۵ فوجی ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔

- ۲۴ دسمبر ۲۰۲۳ء کو کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ چار دنوں کے دوران ۱۳۵ اسرائیلی فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا۔ مجاہدین کی طرف سے آپریشن کے غرض سے آئے ہوئے فوجیوں کے خلاف ۲۴ کارروائیاں سرانجام دی گئیں جس کے نتیجے میں ۴۸ فوجی ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔ دشمن نے غزہ کی پٹی میں مختلف مقامات پر درجنوں بمباریاں کی جس کے جواب میں مجاہدین نے تل ابیب پر میزائل برسائے۔
- ۱ جنوری ۲۰۲۴ء کو کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ۴ دنوں کے دوران ۷۱ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا۔ مجاہدین نے ۴۳ مقامات پر دشمن کے خلاف کارروائیاں سرانجام دیں جس کے نتیجے میں ۱۶ فوجی ہلاک اور درجنون زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے صفر کے فاصلے سے دشمن کی امدادی کانوائے کو نشانہ بنایا۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے دشمن کے دو جاسوسی طیاروں کو نشانہ بنایا جبکہ ایک ڈرون کو قبضہ میں لینے میں کامیاب ہوئے۔ اسی طرح M90 میزائلوں سے دشمن کے مرکز تل ابیب کو نشانہ بنایا گیا۔
- ۴ جنوری ۲۰۲۴ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ چند دنوں کے دوران مجاہدین نے ۴۳ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کر دیا۔ محاذ پر موجود مجاہدین کی طرف سے جاری معرکوں میں ۱۵ اسرائیلی فوجی مارے گئے۔
- ۹ جنوری ۲۰۲۴ء کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ایک ہفتے کے دوران ۴۲ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا۔ مجاہدین کی طرف سے ۵۲ مقامات پر کارروائیاں انجام دی گئیں، جس کے نتیجے میں ۲۲ صہیونی فوجی ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔ کارروائیوں کے دوران مجاہدین نے دشمن کے داخلی راستے کے لیے استعمال ہونے والی چار سرنگوں کو بھی بارودی مواد سے اڑادیا۔ اس کے علاوہ ایک جاسوسی طیارے کو گرادیا گیا، جبکہ دوعدد ڈرون طیاروں کو قبضے میں لے لیا گیا۔
- ۱۶ جنوری ۲۰۲۴ء کو ایک فدائی مجاہد نے تل ابیب کے شمال ''راعنانہ'' بستی میں ایک یہودی کو چھری کے وار سے قتل کر دیا اور اس کی گاڑی کو اپنے قبضے میں لیکر صہیونیوں کے جم غفیر کو گاڑی تلے روند ڈالا۔ جس کے نتیجے میں ۱۹ اسرائیلی آبادکار ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ۲۳ جنوری ۲۰۲۴ء مجاہدین نے غزہ کی پٹی المغازی کیمپ میں دشمن کی دو عمارتوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑادیا جس کے نتیجے میں فوجی افسران سمیت ۲۴ اہلکار ہلاک ہوئے۔
- ۲۵ جنوری ۲۰۲۴ء کو کتائب عزالدین قسام کے ترجمان مجاہد قائد ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ ایک ہفتے کے دوران ۶۸ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا گیا۔ محاذ پر موجود مجاہدین نے ۵۷ مختلف مقامات پر کارروائی کرتے ہوئے ۵۳ صہیونی فوجیوں کو ہلاک اور درجنوں کو زخمی کر دیا۔ دشمن کے چار مکانات اور داخلی راستوں کے لیے زیر استعمال دو سرنگوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑادیا گیا۔ اس کے علاوہ دو مسلح ڈرون طیاروں سمیت ۸ جاسوسی طیارے دشمن سے قبضے میں لے لیے گئے۔
- ۴ فروری ۲۰۲۴ء ترجمان ابو عبیدہ کے بیان کے مطابق گزشتہ چند دنوں کے دوران مجاہدین نے ۴۳ فوجی گاڑیوں کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کر دیا۔ اسی طرح محاذ پر موجود مجاہدین کی طرف سے موصول شدہ اطلاعات کے مطابق ۱۵ صہیونی فوجیوں کو ہلاک اور درجنوں کو زخمی کر دیا گیا۔

کل تک قابض و غاصب دشمن اسرائیل غزہ کو ایک دن میں فتح کر رہا تھا، حماس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور مغویوں کو بازیاب کرانے کے دعوے کر رہا تھا اور آج اپنی شکست تسلیم کر کے چند بے سروساماں اہلیانِ غزہ اور مجاہدین فلسطین سے قطر کی ثالثی میں مذاکرات کی درخواستیں کر رہا ہے۔ پس یہ اہلِ غزہ کی قربانیوں اور مجاہدین فلسطین کے جہادی ضربوں کا نتیجہ ہے۔

۱۶ فروری ۲۰۲۴ء کو اپنے بیان میں مجاہد قائد ابو عبیدہ حفظہ اللہ نے کہا:

> ''طوفان الاقصیٰ کے آغاز کو ۱۳۳ دن ہو چکے ہیں، جس نے دنیا کا چہرہ بدل کر رکھ دیا ہے اور یہ ہماری قوم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہو گا۔
>
> ہمارے مجاہدین ایک ایسی مجرم فوج کا مقابلہ کر رہے ہیں جس کی مثال موجودہ تاریخ میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ ہمارے مجاہدین دشمن کی صفوں کو ایسا بھاری نقصان پہنچا رہے ہیں جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ جب بھی دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ محفوظ ہے، ہمارے مجاہدین اسے بھاری جانی و مالی نقصان پہنچاتے ہیں، اس کی فوج کو گھات میں پھنسا کر موت کا مزہ چکھاتے ہیں۔ ہم جو مناظر شائع کرتے ہیں وہ اس سب کا ایک معمولی حصہ ہے جو ہم محفوظ کرتے ہیں اور سکیورٹی وجوہات کی بنا پر نشر نہیں کر سکتے۔''

- ۱۹ فروری ۲۰۲۴ء مجاہدین نے خان یونس شہر کے مغرب میں واقع الحوز کے مقام پر دشمن کے افسر اور سپاہیوں سمیت ۱۵ فوجیوں کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں فوجی اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین غزہ کے جنوب مغرب میں 'Sam 7' میزائیل سے دشمن کے 'ہرمیس ۹۰۰' جاسوسی طیارے کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 106 پر)

طوفان الأقصیٰ

170 دنوں میں اسرائیل کا جانی نقصان

250
قیدی

6,879
زخمی

1,794
ہلاکتیں

+1000
فوجی گاڑیاں اور ٹینک تباہ

اسرائیل کا مالی نقصان

اقتصادی ترقی:

- اگر جنگ 2024 کے آخر تک جاری رہی تو معیشت کے 1.5 فیصد تک سکڑ جانے کا امکان
- فروری 2024 کے آخر میں جنگ بند ہونے پر معیشت میں 1.6 فیصد بڑھوتری کا امکان

اقتصادی شعبوں کی کارکردگی:

- تعمیراتی شعبوں میں ہفتہ وار 644 ملین ڈالر کا نقصان
- تعمیراتی شعبے میں ایک لاکھ چالیس ہزار کارکنوں کی کمی
- اکتوبر 2023 میں جنگ کے آغاز کے بعد سے اسرائیلی آمدنی میں 20 فیصد کمی آئی
- ٹیکنالوجی کے شعبے میں سرمایہ کاری میں 15 فیصد کمی
- زراعت، سیاحت اور ہوابازی کے شعبوں کی کارکردگی میں نمایاں کمی

جنگ کے مالی اثرات:

- جنگ کی متوقع لاگت 56 بلین ڈالر اس میں دفاع اور تنخواہیں شامل
- اگر جنگ 2024 کی پہلی سہ ماہی میں ختم ہو جائے تو جنگ کی لاگت 40 بلین ڈالر

بجٹ خسارہ:

- 2023 کے بجٹ میں 18.5 بلین ڈالر کا خسارہ
- 2024 کے بجٹ میں 6.6 فیصد خسارہ متوقع
- 2023 میں ٹیکس ریونیو میں 8.4 فیصد کمی
- 2024 میں بینکوں کے منافع پر ٹیکس میں 26 فیصد اضافہ

مسلمان ممالک کی حکومتوں اور افواج کی فلسطین کے ساتھ غداری

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

دنیا میں کوئی بھی ایسا اہم واقعہ ہو، جس کے اثرات دہائیوں تک یہاں رہنے والے تمام انسانوں کو متاثر کریں، اس کے پیچھے بنیادی طور پر چند مٹھی بھر لوگوں کے نظریات ہوا کرتے ہیں۔ عالم اسلام سے جڑے ایسے واقعات کے پیچھے اسلامی افکار و نظریات، جو ایمانی محنت سے وجود میں آئے ہوتے ہیں، کارفرما ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو فصل سویت یونین کے خلاف خراسان کی زمین پر دنیا بھر سے آئے ہوئے مجاہدین نے بوئی تھی اور اسے اپنے مبارک خون سے سیراب کیا تھا، اس نے اس صدی کے آغاز میں ہی ظالموں پر عالمگیر ضربیں لگائیں اور اس سے ایک ایسا بند دروازہ کھلا جس نے آگے جا کر عالمی سامراجیت کے خلاف دنیا کے نقشے پر بڑے پیمانے پر مزاحمت کی بنیاد ڈالی۔

افغانستان میں امریکی شکست کے بعد مسلمانوں کی سمجھ میں آچکا ہے کہ مغربی ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ٹولہ جدید ٹیکنالوجی اور مقامی غلاموں کی منافقت کی مدد سے وقتی و عارضی طور پر کچھ معرکوں میں تو برتری حاصل کر سکتا ہے لیکن مستقل و براہ راست جنگ میں یہ ضرور شکست کھا جاتے ہیں۔ غزہ کی جنگ بھی ایسی ہی عظیم جنگ ہے جو افغانستان سے بڑھ کر دنیا کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔ ان دونوں جنگوں نے جزیرہ نما عرب سے لے کر جنوبی ایشیا تک کافی کچھ تبدیل کرنا ہے۔

غزہ کی حالیہ جنگ یعنی طوفان الاقصیٰ نے جہاں عالمِ کفر کا اصل چہرہ، جس کو وہ ہمیشہ انسانی ترقی، انسانی حقوق، جدید ترقی یافتہ تہذیب اور تمام قسم کے امتیازات سے پاک معاشرے کے نقاب سے چھپانے کی کوشش کرتے تھے، جہاں ایک طرف پھر سے اور زیادہ واضح طریقے سے افشاں کر دیا تو دوسری طرف ان مبارک عملیات نے امت مسلمہ کو ان کے نام نہاد حکمرانوں اور افواج کی اصلیت پھر سے بتلا دی۔ مشرق سے مغرب تک یہ معرکہ حالات میں جو تغیر پیدا کر رہا ہے اس کی تازہ جھلک ملاحظہ ہو۔

۱۹ فروری ۲۰۲۴ء، یورپی یونین نے اعلان کیا ہے کہ ہم نے مسلم خطوں کی سمندر میں ایک نیا بحری مشن شروع کر دیا ہے جو بنیادی طور پر بحر احمر میں بین الاقوامی شپنگ کو لاحق خطرات کے مد نظر پلان کیا گیا ہے۔ یورپی یونین کے کے اعلیٰ عہدیدار برائے خارجی امور و سکیورٹی پالیسی، جوزپ بورِل (Josep Borell) نے میڈیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ اس مشن میں کیا جانے والا آپریشن ''Operation Aspides'' بنیادی طور پر ان جگہوں پر کیا جائے گا جہاں حوثی ملیشیا نے بحری تجارتی جہازوں کو نشانہ بنایا۔ آپریشن کا مقصد ان انتہائی اہم بحری راستوں کی حفاظت کرنا ہے تاکہ ان سے تجارتی جہاز حفاظت کے ساتھ گزر سکیں۔

رئیر ایڈمرل سٹیفانو کاسٹن ٹینو (Rear. Adm. Stefano Costantino) اور کموڈور ویسیلوس گریپارس (Cmdr. Vasilios Griparis) کی کمان میں یورپی یونین کا یہ آپریشن باب المندب، آبنائے ہورمز، بحر احمر، خلیج عدن، خلیج عمان، بحر عرب اور خلیج فارس میں فعالیت کرے گا اور اس کی مرکزی بیس لاریسا، یونان میں واقع ہے۔

یاد رہے یورپی یونین کا مشن ''یورپین یونین نیول فورس صومالیہ'' (European Union Naval Force (EU NAVFOR) Somalia)، جسے ''آپریشن اٹلانٹا'' (Operation Atalanta) بھی کہا جاتا ہے، مغربی بحر ہند اور صومالیہ سے منسلک سمندر (Horn of Africa Sea) میں پہلے سے تعینات ہے۔ اسی خطے میں پہلے سے امریکی کمان میں تین بحری ٹاسک فورسز، جس میں حال ہی میں انہوں نے مزید اضافہ کیا ہے، بھی مصروفِ شر ہیں۔ یاد رہے کہ خلیج فارس سے لے کر بحر احمر اور نہر سویز تک، جزیرہ نما عرب کے ارد گرد کا یہ تمام سمندر پوری دنیا کی سب سے اہم تجارتی گزرگاہ ہے اور یہ مکمل طور پر مسلم خطوں کے درمیان واقع ہے لیکن اس پر بلا شرکتِ غیر امریکہ و یورپ کا قبضہ ہے۔

اسرائیل کے غزہ پر حملے کے بعد جب حوثیوں نے اس سمندر کی اسٹریٹجک حیثیت سے اہلِ غزہ کے حق میں استفادہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس عمل نے امریکہ، مغرب اور ان کی ناجائز اولاد اسرائیل کے لیے یہاں نئے چیلنجز پیدا کر دیے۔ بحر احمر میں اسرائیلی اور اسرائیل سے تعامل کرنے والے بحری جہازوں کو جب نشانہ بنایا گیا تو اس کا سب سے بڑا نقصان اسرائیل کو اٹھانا پڑا۔ ایشیا سے اسرائیل کی تجارت تقریباً مکمل طور پر بند ہو گئی۔ اگر اسرائیل کے ساتھ کوئی ایشیائی ملک سمندر کے ذریعے تجارت کرے گا تو افریقہ سے گھوم کر، یورپ سے ہوتے ہوئے اسرائیل پہنچنا اسے انتہائی مہنگا اور طویل پڑے گا۔ کہاں نہر سویز سے ڈائریکٹ بحر روم میں داخل ہونا اور کہاں افریقہ سے گھوم کر جبل الطارق سے ہوتے ہوئے پورے بحیرہ روم کو کراس کر کے مشرقی حصے پر پہنچنا۔ اسرائیل کے ساتھ ساتھ یمنی حوثیوں کے ان حملوں نے یورپ و امریکہ کے مفادات کو بھی اچھی خاصی ٹھیس پہنچائی۔ یورپی جہازوں کا سفر و خرچہ بھی تقریباً دوگنا ہو گیا۔ ایک طرف امریکہ، یورپ و اسرائیل کو یہ نقصان پہنچایا جا رہا تھا تو دوسری طرف ہمارے ہی کچھ مسلم ممالک کے حکمران و افواج امریکہ و اسرائیل کی مشکل دور کرنے کی دوڑ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش میں تھے۔

نام نہاد مسلمان حکومتوں کی امریکہ و اسرائیل کی غلامی اور چاپلوسی کی اس دوڑ کا اعلان خود اسرائیل کے وزیر ٹرانسپورٹ میری ریگیو (Miri Regev) نے خبر رساں ادارے The

Cradle کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ ریگیو کے مطابق جب سے یمن نے اسرائیلی جہازوں کے لیے بحر احمر سے گزرنا مشکل بنایا ہے ہندوستان و دیگر ایشیائی ممالک کے ساتھ تجارت کے لیے عرب امارات، سعودی عرب اور اردن نے اسرائیل کو راہداری فراہم کر رکھی ہے۔ ریگیو کے مطابق اسرائیل کی مشرقی دنیا سے تجارت اب عرب امارات کی بندرگاہوں کے ذریعے سعودی عرب و اردن کے راستے اسرائیل پہنچتی ہے اور یوں ہماری تجارت جو رکی ہوئی تھی پھر سے بحال ہو گئی ہے۔

یہاں ہم مختصراً مسلم ممالک کے اسرائیل کے ساتھ تعلق اور فلسطین و اہلِ غزہ کے ساتھ غداری کا جائزہ لیتے ہیں۔

متحدہ عرب امارات

متحدہ عرب امارات نے نہ صرف اسرائیل کو غزہ کی جنگ میں راہداری فراہم کی بلکہ اسرائیل کے ساتھ ایک جامع اقتصادی معاہدہ بھی کر رکھا ہے جس کا نام CEPA (Comprehensive Economic Partnership Agreement) ہے۔ اس معاہدے کے مطابق دونوں ممالک نے اگلے پانچ سالوں میں دس بلین ڈالر کی تجارت کرنی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب امارات وہ تیسرا عرب ملک ہے جس نے اسرائیل کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ مکمل سفارتی تعلقات بحال کر رکھے ہیں۔[۲۰]

سعودی عرب

غزہ کی جنگ سے قبل میڈیا میں یہ خبریں زیرِ گردش تھیں کہ سعودی عرب اور اسرائیل قریب پہنچ چکے ہیں کہ سفارتی تعلقات بحال کر لیں۔ یہاں تک کہ دونوں ممالک کے ڈپلومیٹس نے ایک دوسرے کے ممالک کے دورے بھی کیے، بلکہ نیتن یاہو 'بنفسِ خبیث' ابن سلمان سے ملنے سعودی عرب ایک خفیہ دورے پر آیا جس کی خبر کو ایک اسرائیلی اخبار نے افشا کیا۔ طوفان الاقصیٰ نے اس عمل کو تو وقتی طور پر روک دیا لیکن سعودی عرب نے ایک طرف اسرائیل کو غزہ کی جنگ میں راہداری فراہم کی جبکہ دوسری طرف سعودی عرب کے انگلستان میں مقیم سفیر نے BBC کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا کہ سعودی عرب غزہ جنگ کے بعد اسرائیل کے ساتھ تعلقات بحال کرنا چاہتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب اسرائیل سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرنے اور غزہ کے دفاع میں نکلنے کا فریضہ تمام مسلمانوں، خصوصاً حکومتوں پر عائد ہوتا ہے، ایسے وقت میں ان کے ساتھ تعلقات کی بحالی کی نویدیں سنانا مسلمانوں کے لیے المیہ نہیں تو اور کیا ہے۔

مصر

یہودیوں کی ظالم صہیونی ریاست کو تسلیم کرنے والی پہلی اسلامی ریاست مصر ہے۔ صدر مرسی کے آنے سے مصر کے اسرائیل کے ساتھ شریر تعلقات میں کمی کی جو امید پیدا ہوئی وہ جلد ہی ان کے ہٹانے سے زائل ہو گئی۔ حالیہ قضیے میں مصر کا کردار انتہائی بھیانک ہے۔ مصر چاہے تو اہلِ غزہ کی مدد و نصرت کر سکتا ہے لیکن حال یہ ہے کہ مصر کے بارڈر سے ان کے لیے ایک روٹی کراس کروانا ناممکن بن چکا ہے۔

مصر کے اسرائیل کے ساتھ نہ صرف تجارتی تعلقات ہیں بلکہ یہ دونوں ممالک دفاعی و استخباراتی تعلقات بھی رکھتے ہیں اور اسی لیے مصر کی معلومات پر اسرائیل کی فضائیہ صحرائے سینا میں وقتاً فوقتاً اسرائیل کے مخالفین کے خلاف فضائی حملے بھی کرتی رہی ہے۔

بحرین

بحرین بھی عرب امارات کے ساتھ ہی معاہدۂ ابراہیم (Abraham Accords) کے ذریعے اسرائیل کو تسلیم کر چکا ہے۔ دوسری جانب امریکہ کے خطے میں اپنے اور اسرائیلی مفادات میں جاری تمام مشنز کا ہیڈ کوارٹر بحرین میں ہے۔ یہ وہی امریکی نیول فورس سنٹرل کمانڈ ہے جہاں سے بحر احمر میں ٹاسک فورس کی کمان کی جا رہی ہے۔

ترکی

ترکی نے نا صرف اسرائیل کو تسلیم کیا ہے بلکہ اسرائیل ترک مصنوعات کا دسواں بڑا خریدار ملک ہے۔ اس وقت اسرائیل و ترکی کی تجارت ۸٫۹ بلین ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ یہ تجارت اس وقت اسرائیل کے لیے اور بھی اہمیت کی حامل ہے جب اسرائیل کو ایشیا سے تجارت میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔

اردن

عرب ممالک میں اردن دوسرے نمبر پر ہے جس نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہے۔ حالیہ غزہ جنگ میں اردن نے اسرائیل کو تجارتی راہداری بھی فراہم کی ہے۔

پاکستان

پاکستان کی خوش قسمتی کے اس کا جغرافیہ اسرائیل سے دور ہے اس لیے پاکستان پر دباؤ اتنا نہیں کہ اسرائیل کو تسلیم کرے۔ اس کے برعکس پاکستان خطے میں امریکہ کی طرف سے دیگر مشنز میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ افغانستان کے خلاف امریکی حملے میں پاکستان نے امریکہ کو بیسز

---

[۲۰] www.mofaic.gov.ae/en/cepa_israel

سمیت اس ہی طرح رہداری فراہم کی تھی جیسے آج امارات، سعودی و اردن نے اسرائیل کو فراہم کی ہوئی ہے۔

حالیہ غزہ جنگ میں پاکستانی افواج کا امریکی غلام چہرہ تب افشا ہوا جب امریکہ نے بحر احمر میں ٹاسک فورس میں اضافے کا اعلان کیا اور پاکستان نیوی نے اپنا فریگیٹ وہاں تعینات کیا۔ یاد رہے کہ امریکی وزارتِ دفاع کے مطابق اس ٹاسک فورس میں ۲۰ ممالک کی بحری افواج حصہ لے رہی ہیں جن میں ۱۲ اعلانیہ ہیں اور ۸ ممالک نے اپنی شناخت چھپائی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں جب پاکستانی جہازوں پر حوثیوں نے کوئی حملہ نہیں کیا اور پاکستان نے پھر بھی اپنا فریگیٹ جہاز وہاں تعینات کیا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پاکستان ان ۸ ممالک میں سے ایک ہے جن کی شناخت چھپائی جا رہی ہے۔

عمان

۲۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے عمان کا دورہ کیا۔ اس دورے کے بعد اسرائیل و عمان کے تعلقات میں بہتری آئی۔ یوں عمان بھی ان مسلم ممالک میں سے ایک ہے جو اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بحالی چاہتا ہے۔

اس کے علاوہ اسرائیل کے جن اسلامی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات ہیں اس میں سر فہرست ملیشیا، انڈونیشیا، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، مراکش، سینیگال، سوڈان اور نائیجیریا شامل ہیں۔

امتِ مسلمہ کا فلسطین و غزہ کے ساتھ تعلق

مسلمانوں پر مسلط کٹھ پتلی حکمرانوں کا حال تو مختصراً ہم نے دیکھ ہی لیا کہ وہ کیسے فلسطین سے غداری کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری طرف عام مسلمان فلسطین کے ساتھ انتہائی ہمدردی رکھتے ہیں اور اسرائیل سے شدید نفرت۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود انتہائی کوششوں کے ہمارے حکمران کھل کر اسرائیل کو سپورٹ نہیں کر سکتے لیکن دوسری طرف جو ان حکمرانوں اور افواج سے مطلوب طرز العمل ہے کہ اہلِ فلسطین کی نصرت جان و مال دونوں سے کریں، وہ بھی نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان اپنے مظلوم مسلمانوں کی ہمدردی میں اسرائیل یا امریکہ کے خلاف جہاد کی بات کرے یا کوئی عملی کوشش کرے تو وہ ان کی نظر میں دہشت گرد اور مجرم ہے۔ اس ہی لیے مسلم ممالک کی افواج خصوصاً فرنٹ لائن اتحادی پاکستانی فوج نے القاعدہ کے وہ مجاہدین چن چن کر گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیے جو امریکہ کے خلاف جہاد کا نعرہ لگا رہے تھے۔ یہاں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ہم پر مسلط یہ باطل نظام حق و باطل کی کشمکش میں باطل ہی کا حامی ہے۔ پس اس باطل نظام کے تحت، ان کٹھ پتلی حکمرانوں کے نیچے اور ان خائن و غلام افواج کے ہوتے ہوئے چاہے مسئلہ فلسطین و غزہ ہو یا مسئلہ کشمیر، امت کے تمام بنیادی مسائل حل کرنا ناممکن ہے۔

پس اہلِ غزہ کی یہ قربانی ایک دفعہ پھر ہمیں یہ سبق یاد دلاتی ہے کہ وہ مسلمان جو ان زمینوں پر زندگی گزار رہے ہیں جہاں مغربی غلام حکومتیں حاکم ہیں وہ اس دور کی حقیقت کو سمجھیں اور خود سے یہ پوچھیں کہ اس باطل نظام کے تحت آپ اپنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا مستقبل کیسے اور کب تک تاریک ہوتا دیکھیں گے؟ ہندوستان سے غزہ و مراکش تک مسلم دنیا کے حالات کس طرف جا رہے ہیں؟ کیا اب بھی کسی کو یہ خیال ہے کہ جو عرب و غیر عرب ریاستیں آگ کی اس تپش سے فی الحال بچی ہوئی ہے وہاں بھی ایسے حالات نہیں آئیں گے؟ امتِ مسلمہ کے شرق و غرب میں معرکے برپا ہیں اور یہی معرکے ان میدانوں کے دروازے کھول دیا کرتے ہیں جن میں امت کے مستقبل کے فیصلے ہوتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ خوابِ غفلت سے جاگ کر آنے والے سنگین حالات کی تیاری کی جائے۔ ایمان کے سائے میں جہاد کی یہ تیاری اس لیے بھی ضروری ہے کہ نہ کوئی کاروباری صلاحیت اور نا ہی کوئی ہنر مندی ہم اور آپ کو آنے والے ہلاکت خیز حالات اور فتنوں سے بچا سکتی ہیں اور اگر ایسا ممکن ہوتا تو یقیناً بھارتی مسلمان ان سر توڑ کوششوں کے باوجود بھی ہندوتوا نظریے کے خطرے کے نیچے دب کر اپنی زندگیاں ہرگز نہ گزارتے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ہم وہ بند دروازے یہاں بھی کھلتے ہوئے دیکھیں جو افغانستان و فلسطین میں کھل چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

چھلنی

قاضی ابو احمد

قرآن و حدیث اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کے منابع ہیں۔ یہ دین، یہ شریعت کامل و مکمل ہے۔ اس میں ہر دور کے لیے رہنمائی ہے، ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کا فن ہے، ہر دور کے ماکرین کے مکر کا توڑ اور ہر زمانے میں عزیمت کی راہ کی وضاحت ہے۔ کوئی بھلے سے دانت پیس پیس کر اور اپنی انگلیاں چبا چبا کر کہے کہ یہ فرسودہ نظام ہے، چودہ صدیوں قبل کی گھسی پٹی باتیں ہیں...... مگر بات وہی سچی ہے جو رب کائنات نے کہی اور رب کائنات کے محبوب نے اہل کائنات تک پہنچائی۔ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کی بھیجی وحی کو کسی طور بھی باطل اور دقیانوسی (outdated) قرار نہیں دے سکتا۔ اللہ پر ایمان اور شریعت الٰہی کا بطلان ایک دل میں اکٹھے ہو کیسے سکتے ہیں؟ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ رب العزت کوئی عضو معطل نہیں کہ جسے عرش پر بٹھا کر پوجا جائے اور عرش سے نیچے اپنی من مانیاں کی جائیں...... اللہ رب العزت کی شان اس سے بہت اعلیٰ وارفع اور برتر ہے۔ اللہ وہ رب ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا...... جس کے ہاتھ میں ساری دنیا کے خزانے ہیں...... وہ کہ جس کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی ہل نہیں سکتا...... وہ کہ جو پتھر کے اندر موجود مخلوق کو بھی رزق عطا کرتا ہے...... وہ کہ جس کی تسبیح سمندر کے نیچے اور خلا میں اپنے مدار میں تیرنے والی مخلوقات تک کرتی ہیں...... وہ کہ جس کی مخلوق میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو سیکنڈوں میں عرش سے زمین کا سفر طے کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کے احکام بجا لاتے ہیں...... وہ رب ہرگز غافل نہیں ہے...... وہ بے بس نہیں ہے، وہ بے زور و بے کس نہیں ہے...... وہ محتاج نہیں ہے...... وہ مجبور نہیں ہے...... ہاں البتہ وہ العفو الغفور ہونے کے ساتھ ساتھ الحلیم بھی ہے...... مگر ظالموں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ عزیز ذوانتقام بھی ہے، وہ رسی ڈھیلی چھوڑتا ہے اور اس میں آزمائش ہے۔

آج اہل غزہ کی آزمائش دراصل پوری دنیا میں اہل ایمان کی آزمائش ہے۔ ان کی آزمائش سے ہم آزمائے جا رہے ہیں کہ کون اللہ کے دین کا ساتھ دیتا ہے، کون محض اللہ اور صرف اللہ کا خوف رکھتا ہے، کون محض اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر اپنے مجبور و مظلوم مسلمان بھائیوں کے حق میں آواز بلند کرتا ہے...... کچھ تو وہ ہیں کہ جن کی آنکھیں بہتی ہیں اور جن کے چہرے اہل غزہ پر ہونے والے ظلم دیکھ دیکھ کر ترستے ہیں اور جن کے ہاتھ بارگاہ رب العزت میں بار بار اٹھتے ہیں اور اپنے اہل ایمان بھائیوں کے لیے ایمان، ثبات، کشادگی، وسعت، رزق، آسانی اور رحم مانگتے ہیں...... وہ جانتے ہیں کہ اس کڑے وقت میں اہل غزہ کے کام اگر کچھ آسکتا ہے تو وہ دل سے نکلی یہ آہیں اور دعائیں ہیں اور کفار و منافقین کے حق میں بد دعائیں ہیں، قنوت نازلہ ہے جو اہل غزہ کی مدد کر سکتی ہے۔ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ نہیں کہتے کہ ایک میرے ایریل، سرف ایکسل، کولگیٹ اور پینٹین شیمپو نہ خریدنے سے، میرے کے ایف سی اور میکڈونلڈ کے برگر نہ کھانے سے، نیسلے کی غذائی مصنوعات استعمال نہ کرنے سے اہل غزہ کو کون سا فائدہ پہنچے گا...... وہ دامے درمے سخنے ورمے قدمے...... جیسے بھی ہو سکتا ہے اہل غزہ کی مدد کے لیے کمر کس لیتے ہیں۔ مگر بعض وہ بھی ہیں کہ جن کی ہمتیں اتنی پست ہیں کہ جنہیں اپنی روزمرہ زندگی کی روٹین سے سرمو انحراف بھی گوارا نہیں۔ کیونکہ غزہ میں شہید ہونے والے بچوں کا درد وہ اپنے دل میں محسوس نہیں کرتے، یتیم، زخمی، لاوارث، معذور، کٹی پھٹی جلد اور اعضا والے بھوک سے بلکتے معصوم بچے اور ان کی بھوک اور تکلیف کو دیکھ کر تڑپتی سسکتی ان کی مائیں بہنیں اور رشتہ دار۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ دس سالہ بچہ جو اپنی جیکٹ کی جیبوں میں امدادی ٹرکوں سے گرا ہوا آٹا بھر رہا ہے وہ اپنی اور اپنے ننھے ننھے بہن بھائیوں کی بھوک سے کس قدر مجبور ہے کہ گرد مٹی میں رلا ملا آٹا چن کر اپنی جیبوں میں بھر رہا ہے۔ کالج کے وہ نوجوان کہ جنہوں نے کبھی ہل کر پانی بھی نہ پیا ہو گا...... جن کے نخرے اٹھائے جاتے ہوں گے، آٹا جمع کرنے والوں کے پیروں تلے روندے جانے والا آٹا بوسیدہ تھیلیوں میں بھرنے پر کیوں مجبور ہیں...... اور آٹا ہی کیا نو دس سالہ معصوم بچہ بمباری میں شہید ہونے والی اپنی ماں کے بکھرے ہوئے گوشت و خون کے ٹکڑے جمع کر رہا ہے تاکہ انہیں دفنا سکے...... یہ لوگ بہرے ہیں کہ وہ آہیں، سسکیاں، بد دعائیں اور کراہیں نہیں سن سکتے، جو بعض دل رکھنے والے کافروں تک کو بھی متاثر کرتی ہیں...... یہ اندھے ہیں کہ انہیں وہ خونریزی و قتل عام دکھائی ہی نہیں دیتا ہے جس سے اہل غزہ کا واسطہ نزدیک چھ ماہ سے روزانہ پڑتا ہے...... یہ گونگے ہیں کہ یہ اہل غزہ کے حق میں ایک کلمہ تک زبان سے نہیں نکال سکتے...... یہ عرب حکمرانوں کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا سکتے ہیں، مگر یہ اپنے اہل ایمان بھائیوں کے حق میں اپنے منہ سے ایک آہ تک برآمد نہیں کر سکتے۔

پس غزہ ایک چھلنی ہے...... جو اہل ایمان اور اہل نفاق کو چھانٹ چھانٹ کر فسطاط الایمان اور فسطاط النفاق میں ڈالتی جا رہی ہے۔ اہل غزہ اصحاب الاخدود ہیں اور مسلم ممالک کے خائن حکمران اور ان کے چیلے ان خندقوں کے کنارے بیٹھ کر تماشا دیکھنے والے ہیں۔

ان کڑے حالات میں کہ جب غزہ کے عوام بھوک، پیاس، سردی، دواؤں اور علاج سے محرومی، شہادتوں، دربدری، بیماری، غم اور مزید کئی جہت سے آزمائے جا رہے ہیں، کیا انہیں ہتھیار ڈال دینے چاہییں؟ کیا انہیں اپنے موقف سے پسپائی اختیار کرنی چاہیے؟ کیا انہیں

مداہنت کا راستہ اپنانا چاہیے؟ کیا انہیں اپنے ایمان کی قیمت وصول کر لینی چاہیے؟ کیا انہیں محض روٹی کے چند ٹکڑوں اور اور سر پر تنی چھت پر قناعت کر لینی چاہیے؟

کیا اللہ کی شریعت، اللہ کے دین، اللہ کے قرآن اور اللہ کے نبی کی سیرت میں اس سلسلے میں کوئی رہنمائی ہے؟

ہاں! اللہ ہمیں قیدیوں کے لیے اپنے نبی یوسف علیہ السلام اور مچھلی کے معدے میں قید یونس علیہ السلام کی مثال دیتے ہیں...... اللہ مال و اولاد کے ضیاع سے آزمائے جانے والوں کو ایوب علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی مثال دیتے ہیں...... اللہ خوف، بمباریوں اور دشمن کے حملے کے اندیشے سے ہولنے والے دلوں کو غزوہ احزاب یاد دلاتے ہیں...... اور پھر اللہ رب العزت بھوک سے بلکتے معصوم بچوں، عورتوں، ضعیفوں کو اپنے محبوب نبی کی مثال دیتے ہیں...... پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اپنے ہی وطن میں، اپنے مکہ میں اپنے رب کے گھر کے دیدار سے، اپنے گھروں اپنے مُحلوں میں رہائش سے اور اپنوں کی معاونت سے محروم کر دیے گئے...... یاد ہیں ناں وہ شعب ابی طالب کے ساڑھے تین برس...... اس گھاٹی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی تھیں...... وہ حضرت خدیجہؓ جو مکہ کے مال دار ترین لوگوں میں شامل تھیں اور صاحب حسب و نسب بھی تھیں...... اسی شعب ابی طالب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا ابو طالب اور حضرت عباسؓ بھی تھے۔ وہاں محصور عورتیں، بچے اور مرد کہ جن کا معاشرتی مقاطعہ اس قدر سخت تھا کہ ان کے عزیز تک ان کے لیے چھپ چھپا کر کچھ کھانے کو لے آتے تو ان عزیزوں پر بھی ناطقہ بند کر دیا جاتا، ان محصورین کو آنے جانے والے تجارتی قافلوں سے کچھ خریدنے کی بھی گنجائش نہ دی جاتی...... بچے بھوک سے بلکتے اور مائیں تڑپتیں...... اور جو کبھی کسی کو مٹی میں اٹا کسی جانور کی کھال کا کوئی پرانا ٹکڑا مل جاتا تو وہ اسے ہی صاف ستھرا کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کی کوشش کرتا...... درختوں کے پتے شعب ابی طالب کے محصورین کا کھاجا تھے...... پس خوش خبری ہو اہل غزہ کے لیے اپنے نبی سے نسبت پر...... کانٹوں بھری جس راہ سے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)......... ہماری جان ہمارا مال ہماری اولاد اور ہمارا سب کچھ جن پر قربان ہو...... ہو کر گزرے...... آج بعینہ اسی راہ سے اہل غزہ گزر رہے ہیں۔ پس اللہ سے ان کے لیے ثبات اور استقامت اور آسانی اور کشادگی اور راحت کا سوال ہے۔

سیرت کی یہ مثالیں صرف پڑھنے، سر دھننے اور مجمع عام کو سنا سنا کر ان کے دلوں پر رقت طاری کرنے کے لیے نہیں ہیں...... یہ سراسر عملی مثالیں ہیں۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ کیا شعب ابی طالب کے ساڑھے تین سال نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے لیے ماں سے زیادہ شفیق دل رکھتے تھے، جو مسجد میں جماعت کی نماز کو محض اس لیے مختصر کر دیتے کہ کسی بچے کے رونے کی آواز کانوں میں پڑ جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق ہوتا کہ ماں نماز میں مشغول رہے اور بچہ روتا رہے......

کیا اس نبیٔ رحمت کے دل پر شعب ابی طالب کے محصورین کی حالت گراں نہیں گزرتی ہو گی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان بچوں کا گریہ برداشت کرنا آسان ہوتا ہو گا؟ نہیں! ہرگز نہیں! مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ آزمائش کی بھٹی مومنین کو کندن بنانے کے لیے ہے، یہ آزمائش اس لیے ہے کہ اللہ رب العزت صابرین و صادقین کو چھانٹ لیں، یہ آزمائش اس لیے ہے کہ مومنین اور منافقین چھٹ کر الگ ہو جائیں۔ کیا ساڑھے تین سال کی یہ آزمائش رائیگاں گئی؟ نہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء اس آزمائش میں سرخرو ہوئے، عوام کی ہمدردیاں اہل ایمان کے حق میں بڑھ گئیں اور اس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مزید پھلی پھولی۔

پس اہل غزہ کامیاب ہیں ان شاء اللہ...... انہوں نے کیا خوب تجارت اللہ رب العزت کے ساتھ کی کہ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ مگر دوسری طرف اہل نفاق نے کیا کمایا؟ اللہ رب العزت نے انسانوں کو جن تین درجات میں رکھا ہے ان میں سے سب سے رذیل منافق ہے...... یہ منافقت ایسی صفت ہے کہ جو نام کے مسلمانوں میں بھی نظر آتی ہے اور حقیقی کافروں میں بھی۔

یہ اہل کفر و نفاق جو دن رات جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اس کی حقیقت ان کے اپنے اعمال و افعال و اقوال سے ہی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ ایک جمہوریت کا کھیل پاکستان میں کھیلا گیا۔ کہا گیا کہ جمہوریت اکثریت کی رائے ہے۔ جب اکثریت نے رائے دے دی تو اقلیت نے اتحاد بنا کر اس رائے کو باطل کر دیا......

اگر یہ جمہوریت اتنی ہی مطلوب و مقصود اور اتنی ہی اعلی و ارفع ہے تو پھر اس کا وجود یو این میں کیوں نہیں ہے؟ اگر یو این کی رکن مملکتیں اس قدر بالغ نہیں ہیں کہ درست رائے دے سکیں فلہٰذا ان کے سر پر پانچ ایسی ویٹو طاقتوں کو مسلط کر رکھا ہے جو بمشکل ہی کسی ایک صائب رائے پر متفق و متحد ہو سکتی ہیں...... تو کیا ان مملکتوں کے تمام عوام و خواص، عالم و جاہل بالغ ہیں کہ ان سب کی رائے برابر ہے اور اکثریت کی بنا پر وہاں فیصلہ کیا جاتا ہے؟

منافقت کی ایسی ایسی مثالیں اقوام عالم قائم کر رہی ہیں کہ شاید ابلیس خود بھی حیران رہ جاتا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ یوکرین میں روس ظلم کر رہا ہے اور روس کو چاہیے کہ یوکرین کو پہنچنے والے مالی نقصان کا ازالہ کرے۔ جبکہ دوسری جانب اسرائیل غزہ میں جو کچھ کر رہا ہے وہ سیلف ڈیفنس ہے اور جتنا معاشی نقصان غزہ میں ہوا اسرائیل کے بجائے اس کا ازالہ عرب مملکتیں کرنے کو تیار ہیں (جب خاکم بدہن غزہ بھی اسرائیل کا حصہ بن جائے گا تب)۔

سعودی عرب یوکرین کو ٹنوں کے حساب سے غذائی و طبی امداد بھجوا سکتا ہے...... مگر غزہ......

وہ اردگان جس نے غزہ کی جنگ کی ابتدا میں اہل غزہ کی مدد کے لیے اپنی فوجیں تک بھیجنے کی بات کی تھی......

(بقیہ صفحہ نمبر 106 پر)

ہینی بَل ڈائریکٹو (Hannibal Directive)

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

سات اکتوبر کے دن جب فلسطین کے غیور مجاہدین نے ظالم، قابض اور جابر اسرائیلی انتظامیہ پر حملہ کیا تب صہیونی ظالمین غافل تھے اور ان کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ ٹائمز آف اسرائیل، جو کہ اسرائیل کا اپنا اخبار ہے، کے مطابق سات اکتوبر کو ۱۲۶۹ اسرائیلی مارے گئے۔ ان مارے جانے والوں میں ۲۷۴ اسرائیلی فوج کے حاضر سروس مسلح افراد تھے اور ۳۸ پولیس کے مسلح افراد۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے ۲۵۳ صہیونیوں کو قید بھی کیا جس میں سے ایک معاہدے کے تحت ۱۰۵ قیدیوں کو رہا بھی کر دیا۔ مجاہدین باقی قیدیوں کو بھی رہائی دینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے پیشکش بھی کی ہے لیکن اسرائیلی قابض حکومت مجاہدین کے ساتھ مذاکرات کے بجائے قوت کے استعمال کو فوقیت دے رہی ہے۔ اس قوت کے استعمال میں جہاں انہوں نے اپنا اصل چہرہ پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ کیسے انہوں نے ہزاروں معصوم لوگوں کی جانیں لیں، جن میں زیادہ تعداد بچوں، خواتین اور بوڑھوں کی ہے، ہزاروں افراد کو قید کیا اور پورے غزہ کو بمباری سے تباہ کیا لیکن حاصل کیا ہوا؟ کچھ نہیں۔

القسام بریگیڈز کے مطابق اسرائیل کی بمباری میں نہ صرف غزہ کے عام لوگ شہید ہو رہے ہیں بلکہ اسرائیل کی بمباری میں اسرائیل کے اپنے لوگ، جو مجاہدین کے پاس قید ہیں وہ بھی مارے جا رہے ہیں اور اسرائیلی انٹیلی جنس ادارے نے اس بات کی تصدیق بھی کی کہ اسرائیل کی بمباری میں تیس اسرائیلی قیدی جو القسام بریگیڈز کے قبضے میں تھے مارے جا چکے ہیں۔ جبکہ القسام بریگیڈز کے اعلان کے مطابق ان قیدیوں کی تعداد جو اسرائیلی بمباری میں مارے گئے پچاس ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اسرائیلی حکومت پر ان کی عوام بھی وقتاً فوقتاً دباؤ ڈالتی رہی ہے کہ ہمارے قید رشتہ داروں وغیرہ کو رہا کیا جائے اور اس کے لیے اگر مذاکرات بھی کرنا پڑیں تو کریں، جنگ بند کرنی پڑے تو بند کریں لیکن اسرائیلی حکومت اس بات کے لیے تیار نہیں اور بظاہر یہی نظر آ رہا ہے کہ غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے وہ اس بات کے لیے بھی آمادہ ہیں کہ اگر ہمارے اپنے لوگ جو وہاں قید ہیں، ان کو بھی مارنا پڑے تو مسئلہ نہیں۔ بس ہم یہ نسل کشی کر کے ہی رہیں گے۔

سات اکتوبر کو صہیونی یہودیوں کے زیادہ تعداد میں قتل ہونے کے حوالے سے اسرائیلی اخباروں نے یہ خبر نشر کی ہے کہ اسرائیلی دفاعی افواج کو سات اکتوبر کے حملے کے دوران ہی ہینی بل ڈائریکٹو (Hannibal directive) پر عمل درآمد کا کہا گیا تھا۔ اسرائیلی فوج کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اسرائیلی شہریوں اور فوجیوں کو یرغمال بننے سے ہر قیمت (چاہے یہ قیمت ان اسرائیلیوں کی موت ہی کیوں نہ ہو) پر روکیں، جو ممکنہ طور پر بڑی تعداد میں اسرائیلی یرغمالیوں کی ہلاکت کا باعث بنا۔

یاد رہے کہ مجاہدین نے جن گاڑیوں میں حملہ کیا تھا واپسی پر ان میں سے ستر گاڑیاں اسرائیلی مزاحمت کے سبب وہیں رہ گئی تھیں۔ حالانکہ یہ واضح تھا کہ ان گاڑیوں میں مجاہدین کے ساتھ ساتھ اسرائیلی یرغمالی بھی ہوں گے لیکن اس کی پروا نہیں کی گئی اور مجاہدین کی گاڑیوں کو گن شپ ہیلی کاپٹروں سے نشانہ بنایا گیا۔ جس میں بڑی تعداد میں اسرائیلی بھی مارے گئے۔

اسرائیلی اخبار HAARETZ کے مطابق ایسا ایک سنگین واقعہ کیبٹز بیری (Kibbutz Be'eri) میں پیش آیا اور وہاں پر مرنے والے ۱۴ اسرائیلیوں کے لواحقین اپنے دعوے اور مطالبے میں حق بجانب ہیں کہ اس واقعے کی تحقیقات کروائی جائیں۔ مزید یہ کہ پیسی کوہن (Pesi Cohen) کے گھر کے باہر اکتوبر کو اسرائیلی افواج نے جو عمل کیا، اسرائیلی دفاعی افواج اس کی وضاحت نہ صرف مارے جانے والے اسرائیلیوں کے اہل خانہ سے شریک کرے بلکہ قوم کے سامنے بھی یہ وضاحت اور صفائی بیان کرے۔

اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اسرائیلی افواج سب سے بڑھ کر اس بات کی وضاحت کریں کہ سات اکتوبر کو کیبٹز بیری کے گھر میں یرغمال بنائے جانے والے یہودیوں کے خلاف نام نہاد ہینی بیل ڈائریکٹو، جس میں کہا گیا ہے کہ یرغمال بنائے جانے کو ہمارے اپنے فوجیوں کی جانوں کے عوض بھی روکا جائے، کا استعمال کیوں کیا گیا تھا؟

اس رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ عوام کا مطالبہ کہ IDF ان سوالات کے جوابات اور وضاحت پیش کرے اور اس بات کی وضاحت کے لیے اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ جنگ ختم ہو بلکہ اس بات کی وضاحت اس لیے بھی اہم ہے کہ ان کے اس طرز العمل کا باقی ماندہ مغوی قیدیوں کی قسمت (زندگیوں) سے تعلق ہے۔ (مطلب یہ کہ اگر اسرائیل نے واقعی اغواء شدہ افراد کے بارے میں ہینی بل پروٹوکول کے طریقے کا لاگو کیا ہے تو پھر مارے گئے قیدی، اور ابھی مجاہدین کے پاس موجود قیدیوں کی زندگیاں اسرائیلی حکومت و افواج کے لیے کوئی معنیٰ نہیں رکھتی)۔ اس لیے یرغمالیوں کے رشتہ دار حکومت سے اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ اپنے کیے گئے اعمال کی وضاحت کے ساتھ اس بات کا جواب دیا جائے کہ ہمارے یرغمال کئے گئے رشتہ داروں کے بارے میں آپ کی پالیسی کیا ہے؟

یادرہے کہ کیبٹز بیری میں کوہن کے گھر پر ۱۴ اسرائیلی یرغمال افراد اسرائیلی افواج کے اقدام کے نتیجے میں مارے گئے۔ اس بات کے دو چشم دید گواہ یاسمین پورات (Yasmin Porat) اور ہاداس داگان (Hadas Dagan) اس ہی حادثے میں شامل زندہ رہنے والے آخری دو افراد ہیں۔ یاسمین نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں اس بات کا انکشاف کیا کہ اس کو حماس کے ایک جنگجو نے جنگ کے دوران ہی رہا کیا اور وہ جیسے باہر آئی تو اس نے اسرائیلی افواج کو آگاہ کیا کہ اندر ۱۴ اسرائیلی باشندے ہیں لیکن اس کے بعد بھی اس گھر کو ٹینک کے گولوں سے مار کر مسمار کیا گیا۔

اسی طرح ’’ہاداس‘‘ جو اس وقت بھی کمپاؤنڈ کے اندر تھا جب اسرائیلی ٹینکوں نے دو گولے اس گھر پر داغے اور گھر مکمل طور پر تباہ ہوا اور صرف وہ اس بمباری سے زندہ بچ سکا۔ اس نے بھی یہی بیان دے کر یاسمین کی گواہی کی تصدیق کی اور یوں یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ اسرائیلی افواج نے یہ بات جان کر کہ اندر ۱۴ اسرائیلی باشندے ہیں، تب بھی اس گھر کو مسمار کیا۔

عوام اس لیے بھی حکومت سے اس بات کی وضاحت چاہتی ہے کہ دو ہفتے قبل ایک اسرائیلی اخبار نے اس واقعے پر تفصیلی رپورٹ شائع کی تھی۔ جس کے ایک حصے کا عنوان تھا ’’ایک جنرل کا مخمصہ‘‘، اس حصے میں جنرل باراک حیرام جو اس آپریشن کا کمانڈر تھا، نے اعتراف کیا کہ یہ حکم اس نے دیا تھا کہ شہری ہلاکتوں کی قیمت پر بھی کوہن کے گھر میں ٹینک کمانڈر گھس جائے۔

رپورٹ کے آخر میں کہا گیا ہے کہ عوام کو درج سوالوں کے جوابات جاننے کا حق ہے کہ کیا جنرل باراک حیرام نے اسرائیلی دفاعی افواج کے اصولوں کے مطابق یہ کام کیا یا اس نے اپنی طرف سے بے اصولی کر کے یہ آرڈرز دیے؟ دوسرا سوال کہ کیا حماس کے خلاف جنگ (غزہ پر برپا کی گئی قیامت) میں اسرائیلی افواج پر ہینی بل ڈائریکٹیو کی روح غالب ہے؟ (مطلب کیا اس طرز العمل کو اپنایا جا رہا ہے؟)

بظاہر اسرائیلی افواج کے طرز العمل سے صاف ظاہر ہے کہ اسرائیلی افواج نے اس طرز العمل کو اپنایا ہوا ہے۔ اس کی شروعات سات اکتوبر سے ہی ہوئی تھی اور غزہ کے جنوب سے لے کر، خان یونس اور اب رفح تک یہ سب کچھ جاری ہے۔ یادرہے کہ پورے غزہ پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا، رفح کے ماسواء لیکن اپنے یرغمالی پیدا نہ کر سکا۔ اب جب پوری آبادی رفح تک محدود ہو چکی ہے اور رفح پر بمباری کی جا رہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اسرائیل یرغمالیوں کے معاملے میں ہینی بل پروٹوکول پر عمل کر رہا ہے۔

یہاں ہم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اس متنازع طرز العمل کو سمجھ کر دشمن کی نفسیات اور اپنے عمل کا جائزہ لیں۔

Hannibal Directive کیا ہے؟

ہینی بل ڈائریکٹیو ایک طریقہ کار ہے جو اسرائیلی دفاعی افواج نے ۱۹۸۶ء میں اپنے فوجیوں کے لیے وضع کیا۔ اس طریقہ کار کے مطابق ایک اسرائیلی فوجی کے اغواء (مخالفین کے قید میں جانے) کو ہر حالت میں روکنا ضروری ہے، چاہے اس کے لیے کتنی بھی تباہی برپا کر دی جائے اور چاہے اس میں خود وہ اسرائیلی فوجی جو اغوا ہو رہا ہو، وہ بھی مارا جائے۔ اس ڈائریکٹیو کو ہینی بل پروٹوکول بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قانون یا طریقہ کار دنیا سمیت خود اسرائیل میں بھی متنازع رہا۔ اسرائیل میں یہ طریقہ کار اس لیے نہیں متنازع بنا کہ اس میں اسرائیلی فوج کو دوسروں کے خلاف کھلی تباہی کی اجازت مل جاتی ہے بلکہ صرف اس لیے کہ اس سے اسرائیلی قیدی یا جو اسرائیلی اغوا ہوا ہے اس کی جان کو خود اسرائیلی فوج سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کیونکہ اس طریقہ کار کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ کسی بھی حال میں اسرائیلی فوجی یا باشندے کے اغوا کو روکا جائے چاہے اس میں وہ اسرائیلی فوجی یا باشندہ بھی مارا جائے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسرائیل اپنے مخالفین (فلسطینی مجاہدین) سے کتنا خائف ہے۔ اس طریقہ کار کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہم کسی بھی طریقے سے مجبور نہ ہوں کہ مخالفین (مجاہدین) سے مذاکرات کرنے پڑیں اور وہ ہم سے اپنی شرائط منوا سکیں۔ اس کے لیے چاہے ہمیں اپنے آدمی کو (جو اغوا ہوا ہے یا کیا جا رہا ہے) بھی مارنا پڑے۔

وکی پیڈیا کے مطابق اس پروٹوکول کے ایک ورژن میں لکھا ہے کہ:

> "The kidnaping must be stopped by all means, even at the price of striking and harming our own forces."
> (Forensic Architecture, Weizman, Eyal 2017, page 176)

> ’’(اسرائیلی کی) اغواکاری کو ہر طریقے سے روکا جائے، چاہے یہ ہماری اپنی افواج کو مارنے اور نقصان پہنچانے کی قیمت پر کیوں نہ ہو۔‘‘

اس پروٹوکول کی مکمل دستاویز اسرائیل نے کبھی بھی ظاہر نہیں کی اور ہمیشہ اس کو چھپا کر رکھا گیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس پروٹوکول پر میڈیا کے سامنے تبصرہ کرنا بھی اسرائیلی حکومت نے منع کیا تھا۔ اس میں کئی مرتبہ ترامیم کی گئیں۔ ۲۰۱۶ء میں اسرائیلی دفاعی افواج کے چیف ’’گادی ایزینکوٹ‘‘ نے اعلان کیا کہ اس پروٹوکول کو منسوخ کر کے اس کا متبادل پیش کیا جا چکا ہے۔ اس پروٹوکول کا متبادل کیا ہے؟ یہ آج تک ظاہر نہیں کیا گیا۔

وکی پیڈیا کے مطابق اس پروٹوکول کے دو ورژن ہیں۔ ایک دستوری شکل میں جو صرف اعلیٰ عہدیداروں کی دسترس میں ہے اور دوسرا زبانی طور پر جو عموماً عام فوج کو سنایا اور سمجھایا جاتا ہے جس کا خلاصہ ہے کہ:

An IDF soldier was, better dead than abducted.

''اسرائیلی دفاعی افواج کا (کوئی بھی) فوجی، بہتر ہے کہ مارا جائے (اپنوں کے ہاتھوں کیوں نہ سہی) اس سے کہ وہ اغوا کیا جائے۔''

ہینی بل پروٹوکول کیوں بنایا گیا؟

اسرائیلی حکومت نے فلسطین پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اب یہ قبضہ سو فیصد اسلحے اور مادے کی قوت پر ہے۔ یہ قوت نہ ہو تو اسرائیلی قابض ریاست ایک دن کے لیے بھی اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکے۔ اس قوت سے اسرائیل نے جو کچھ حاصل کیا ہے، اگر ان پر سمجھوتے کا معاملہ آجائے تو یہ اسرائیل کے لیے بڑے نقصان کے مترادف ہے۔ اس کے لیے کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے، جو قبضہ ہم نے کیا ہے، اس کے لیے لوگوں کو قید کیا ہے، یہ ہمارے ہاتھ سے کسی مجبوری کی وجہ سے چلا نہ جائے۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مجاہدین ان کے فوجیوں کو اغواء کر کے ان سے اپنی شرائط منوالیں۔ جو اسرائیل کے لیے بہت نقصان دہ ہے اور اسی طرح کا واقعہ ۱۹۸۶ء میں پیش آیا جب جنوبی لبنان میں اسرائیلی قبضے کے دوران ان کے تین فوجیوں کو اغوا کیا گیا۔ اس کے بعد اسرائیلی دفاعی افواج میں یہ پروٹوکول متعارف کروایا گیا کہ کسی بھی صورت اپنے فوجیوں کی اغواکاری کو روکنا ہے، چاہے وہ ان کی موت کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

اس لیے خود اسرائیل کے اندر یہ پروٹوکول انتہائی متنازع ہے اور اس کو جب بھی لاگو کیا گیا تو خفیہ کمانڈز سے لاگو کیا گیا۔

اس پروٹوکول کی سنگینی

اس پروٹوکول کے مادے انتہائی سنگین نوعیت کے ہیں۔ جہاں خود اسرائیلی عوام اپنے رشتہ داروں کی زندگیوں کو اس پروٹوکول سے خطرے میں محسوس کرتے ہیں وہیں اس پروٹوکول میں مزید بھی خفیہ ہدایات ایسی ہیں کہ جو کسی بھی انسانی ضابطے کے خلاف تصور کی جاتی ہے۔ ہینی بل پروٹوکول جیسے ہی نافذ العمل ہو جاتا ہے اس کے بعد اس پروٹوکول کے تحت اسرائیلی فوج کے fire engagement rules یعنی کسی کے ساتھ مسلح تصادم کے اصول بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اس کی ایک مثال یکم اگست ۲۰۱۴ء میں غزہ پر اسرائیلی وحشیانہ بمباری ہے۔ یہ بمباری تب کی گئی جب ایک اسرائیلی لیفٹیننٹ حادار گولدن کو حماس کے مجاہدین نے اغوا کیا۔ اس کے بعد اسرائیلی افواج کو ہینی بل پروٹوکول پر عمل کا کہا گیا۔ اسرائیلی افواج نے رفح کے علاقے میں فضائی و زمینی آپریشن کیا۔ اغوا کے بعد صرف تین گھنٹوں میں ۲۰۰ فلسطینیوں کو شہید کیا گیا جس میں ۷۵ بچے شامل تھے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور فارنزک آرکیٹیکچر کے مطابق اسرائیل نے اس آپریشن میں سنگین قسم کے جنگی جرائم کا ارتکاب کیا۔

اس بات کی گواہی خود ایک اسرائیلی انفنٹری کے فوجی نے، جو اس آپریشن میں شامل تھا، بھی ایک این جی او Breaking the silence کو انٹرویو دیتے ہوئے کہی کہ جیسے ہی ''ہینی بل ڈاریکٹیو'' کے نفاذ کا اعلان ہوتا ہے تو اس کے نتائج (سنگین) آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس پروٹوکول کے نفاذ کے ساتھ ہی گولی چلانے کا ایک ایسا قانون لاگو ہو جاتا ہے جس کو ''ہینی بل فائر طریقہ کار'' Hannibal fire procedure کہا جاتا ہے اور جس کے تحت راستے میں نظر آنے والے ہر مشکوک شخص، چیز اور جگہ پر گولیاں چلانا ہوتا ہے۔[۲۱]

غالباً یہی وجہ ہے کہ اس وقت غزہ میں محصور عوام جب کیمپوں سے اس غرض سے نکلتے ہیں کہ پانی، روٹی یا دیگر بنیادی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کیا جا سکے تو اسرائیلی فوج سنائپرز کے ذریعے ان کو چن کر نشانہ بناتے ہیں۔ یہ مجرمانہ عمل کئی بچوں اور خواتین کے خلاف بھی کیا گیا، جس کی ویڈیوز انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

اس کا نام Hannibal کیوں رکھا گیا؟

اسرائیلی عہدیداروں کے مطابق یہ نام بغیر کسی خاص وجہ کے رکھا گیا، لیکن کچھ ذرائع کہتے ہیں کہ یہ نام قدیم یہودی جنگجو ''ہینی بل'' کے نام سے منسوب ہے جس نے رومیوں کی قید سے بچنے کے لیے زہر کھا کر خودکشی کی تھی۔ اس لیے اس کے اس عمل سے متاثر ہو کر کہ اس نے دشمن کی قید میں جانے سے اپنے آپ کو مارنا بہتر سمجھا، یہ نام رکھا گیا۔[۲۲]

ہماری ذمہ داری

یہاں ہم نے دشمن کے ایک جنگی اصول کا تجزیہ کیا۔ اس سے جو بنیادی بات ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہودی ہم سے جنگ کے لیے جو اصول اپناتا ہے وہ اس کے

---

[۲۱] This is how we fought in Gaza: Soldiers testimonies and photographs from operation Protective Edge

[۲۲] Hadar Goldin and The Hannibal Directive by Ruth Margalit, The New Yorker, August 6, 2014

اپنے لوگوں، اپنی عوام کے مطابق بھی صحیح نہیں اور وہ جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے والے اصول ہیں۔ خود ان کی اپنی عوام ان جنگی اصولوں سے خائف ہیں تو جن کے خلاف ان اصولوں کا واقعی استعمال ہو رہا ہے (اہلِ غزہ) ان کے بارے میں کیا تصور کیا جائے کہ ان کو ان جنگی اصولوں سے کتنا خطرہ ہو گا؟

کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم اہلِ غزہ کے لیے موئثر طریقے سے آواز اٹھائیں؟ کیا اہلِ غزہ کی نسل کشی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں رہیں؟ کیوں ہمارا خون ٹھنڈا پڑ چکا ہے؟ ہماری حکومت، ہمارے افواج کیوں ساکت ہیں؟ ساکت کیا ہمارے افواج تو اپنے بحری مشنز اہلِ غزہ کے کاز کے خلاف بھیج رہی ہیں۔ کیا ہمارا اس پر خاموش رہنا، ہماری دنیا و آخرت کے لیے خطرناک نہیں؟

اسرائیلیوں کے ۱۴ لوگ مارے جاتے ہیں اور ان کے عزیز ان کے لیے دھرنے دیتے ہیں، ان کے لیے آواز اٹھاتے ہیں، تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دوسری طرف ۳۰۰۰۰ ہمارے مسلمان فلسطینی بھائی، بہنیں اور بچے شہید کیے جا چکے ہیں لیکن ہم اتنا نہیں کر سکے کہ امریکہ کے سفارت خانے کے سامنے دھرنا دیں؟ کیونکہ اسرائیل کا سارا اسلحہ اور سپورٹ امریکہ فراہم کر رہا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس قاتل امریکہ کی سفارت پر، جو اصل میں سفارت نہیں بلکہ ہمارے ملک پر امریکی حکمرانی و شیطانیت کا اڈہ ہے، اس پر حملہ ہوتا، اپنے فلسطینی مظلومین کا بدلہ لیا جاتا، لیکن یہ نہ صحیح، جمہوری اور آئینی تقاضوں کے مطابق احتجاج، دھرنا وغیرہ تو کیا جاتا! لیکن ہم یہ بھی نہ کر سکے۔ حال یہ کہ پاکستانی عوام الیکشن میں ایک سیٹ ہارنے پر احتجاج، دھرنے، جلسے جلوس اور یہاں تک کہ پولیس و فوج کی گولیاں کھانے کو تیار ہے لیکن اپنے مسلمان مظلوم فلسطینی بھائی، بہنوں کے معاملے میں خاموش۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اسرائیل نے ایسا اصول بنایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ناجائز مقاصد کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہے۔ اس کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اپنے فوجی بھی مارنے پڑے تو وہ انہیں مارنے کا قانون تک بنا دیتا ہے۔ دوسری طرف فلسطین کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے بنیادی نوعیت کا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کی مقدسات میں سے ہے لیکن مسلمان اس کی آزادی کے لیے، اس کی ناموس کے لیے اس طرح سنجیدہ نہیں جس طرح ہونا چاہیے۔ مسلمانوں نے ماضی میں بھی غفلت برتی اور آج بھی یہی حال ہے کہ مسجد اقصیٰ کی آزادی کے لیے کوئی تیاری (اعداد) نظر نہیں آرہی۔ جو گنے چنے مجاہدین امت کے شرق و غرب میں اس مقصد کو بنیاد بنا کر جدوجہد کر رہے ہیں ان کی اولین دشمن مسلمانوں کی اپنی حکومتیں اور افواج بنی ہوئی ہیں۔ کیا مسلمانوں پر لازم نہیں کہ مقبوضہ مسلم خطوں کی بازیابی کے لیے اٹھنے والے مجاہدین، تحریکات کا ساتھ دیں، ان کی حمایت اور حفاظت کریں؟

ہم سب پاکستانی مسلمانوں پر لازم ہے کہ غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کریں۔ مدد صرف یہ نہیں کہ ان کے لیے کپڑیں یا کمبل بھیجیں۔ آخر شہیدوں کو کپڑوں اور کمبلوں کی کیا ضرورت؟ ہمیں ان کی نسل کشی روکنی چاہیے۔ اپنی حکومت اور فوج کو مجبور کیا جائے کہ وہ اقدام کر سکیں۔ نہیں تو ایسی حکومت اور فوج سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور ایسے با ایمان و غیرت مند افراد کو اقتدار تک پہنچایا جائے جو امت کا درد محسوس کرتے ہوں، اس درد کا درماں کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، اس کے لیے قربانی کے لیے تیار ہوں۔ یہ تڑپ ان مومنوں میں نظر آتی ہے جو جہاد کے فرض کی ادائیگی کرتے ہیں۔ پس دعوت و جہاد سے ایسے لوگوں کو سامنے لایا جائے جو امت کے مسائل کے حل کے بارے میں سنجیدہ ہوں۔ ایسی تحریکات کا ساتھ دیا جائے جو مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے کفار و منافقین کے خلاف برسرِپیکار ہوں۔ یہی غزہ کے مسلمانوں کی نصرت کا راستہ ہے۔

☆☆☆☆☆

'طوفان الاقصیٰ' ایک تاریخی عسکری سبق

یقیناً طوفان الاقصیٰ ایک تاریخی عسکری سبق ہے اور گزشتہ ادوار کے مقابلے میں ایک بڑی تبدیلی ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ جنگ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے شکست خوردہ لوگوں کے لئے بھی اتمام حجت ہے، اسی طرح تمام عربی اور اسلامی ممالک کے لئے بھی یہ جنگ باعث ذلت اور عار ہے۔

فلسطینی مجاہدین نے فرضیت جہاد کے بعد وہی کیا جو ان کے بس میں ہے، اپنی استطاعت سے زیادہ کا ان سے پوچھا جا سکتا ہے نہ ہی وہ اس کے مکلف ہیں۔ اس کے مکلف تو فوجوں کے ممالک اور محلات میں بیٹھے عیاش حکمران ہیں جو فرضیت جہاد کے فتوے صادر ہونے کے بعد بھی اہل غزہ کی مدد و نصرت تو کیا کرتے، الٹا دشمنان اسلام کی ہمنوائی و پشتیبانی میں مگن ہیں۔

الشیخ المجاہد محمد صلاح الدین زیدان [(سیف العدل) حفظہ اللہ و نصرہ اللہ]

امارت اسلامیہ افغانستان کے فلاحی وترقیاتی منصوبے

خباب ابن سہیل

یہ کابل کی فتح سے قبل کے ایام تھے اطراف کے سبھی علاقے طالبان کے قبضے میں جاچکے تھے اور میڈیا میں یہ بازگشت سنائی دینے لگی تھی کہ اب طالبان پورے ملک پر جلد ہی کنٹرول حاصل کرلیں گے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی سوال اٹھایا جارہا تھا کہ طالبان کا نظام کیا ہوگا کیا وہ نظام حکومت سنبھال اور چلا بھی پائیں گے؟ شاید مغرب کے لیے یہ ڈراؤنے خواب کی مانند تھا کہ ایک اسلامی ریاست اپنے مکمل نظام کے ساتھ دنیا کے نقشے پر موجود ہوگی۔ صحافی طاہر خان کے مطابق قطر معاہدے میں بھی 'طالبان' کا نام نہیں بلکہ 'اسلامی امارت افغانستان' کا ذکر موجود ہے۔' تاہم جہاں 'اسلامی امارت' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بریکٹ میں ایک لائن 'امریکہ اسلامی امارت کو تسلیم نہیں کرتا' لکھا گیا ہے لیکن طالبان نے امریکہ کو 'امارات اسلامی' لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ طالبان کو تہذیب سے نابلد اور خواتین کا دشمن ثابت کرنے کے لیے میڈیا نے کیسے کیسے کرتب دکھائے ان میں سے کچھ تو خود انہی کا مذاق بنانے کے مترادف تھے۔ ایک خاتون صحافی امارت اسلامی کے ایک عہدے دار سے انٹرویو لے رہی تھیں۔ دوران انٹرویو مذکورہ صاحب خاتون کی طرف بالکل نہیں دیکھتے۔ اس متعلق خاتون پھر لکھتی ہیں کہ وہ مجھے شر کا منبع سمجھ رہے تھے شاید جب ہی نہیں دیکھ رہے تھے، ان کی اس حرکت کے سبب میں افغانستان سے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھرے مجمع میں بھی خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگی۔ آج جتنے کم عرصہ میں امارت اسلامی افغانستان نے ملک بھر میں چھوٹے بڑے ترقیاتی و فلاحی منصوبے شروع کر رکھے ہیں اس پر تو دشمن بھی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ ہسپتال، سڑکوں کی تعمیر، صنعتی زونز کا قیام، ڈیموں کی تعمیر، آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانا، اس کے علاوہ تیل کی پیداوار غرض ہر شعبہ بہتری کی جانب گامزن ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ پورے ملک میں مثالی امن قائم ہوچکا ہے۔ اب اس کا موازنہ اپنے ملک سے کیجیے۔ صرف ایک شہر کراچی میں ہی اتنے موبائل چھن جاتے ہیں جن کی تعداد کا تعین مشکل ہے۔ اسی طرح پولیس و سکیورٹی فورسز کا لشکر، عدلیہ کا نظام، بیوروکریسی سمیت سبھی شعبے اپنی زبوں حالی کا رونا رو رہے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب امارت محدود وسائل میں بھی ملک میں امن کے قیام کے بعد فلاحی و ترقیاتی کاموں میں مصروف نظر آتی ہے۔ ذیل میں ہم ان کی چیدہ چیدہ تفصیل بیان کررہے ہیں۔

- لوگر میں بچوں اور بچیوں کے لیے پرائمری سکول کی تعمیر مکمل۔ لوگر کے محکمہ تعلیم کے حکام کے مطابق یہ سکول محکمہ تعلیم کی کوششوں سے وزارت تعلیم کی منظوری کے بعد قائم کیا گیا ہے جسے رواں سال تعلیمی سال کے آغاز میں طلباء کے لیے کھول دیا جائے گا۔ عہدیداروں نے کہا کہ اس سکول کے کھلنے سے تقریباً ۴۰۰ بچوں بچیوں کو باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کی سہولت میسر آئے گی۔ اس سے قبل بھی لوگر کے مہاجر کیمپ میں صلاح الدین ایوبی کے نام سے ایک پرائمری سکول کھولا گیا تھا۔
- زابل صوبے کے مرکز قلات سمیت متعدد اضلاع میں ۲۲ سکولوں کو شمسی توانائی فراہم کردی گئی ہے۔
- سرپل، ضلع سنچارک میں ۲۰ کلومیٹر سڑک کی تعمیر کا آغاز کیا گیا۔
- لغمان کے ضلع علیشنگ کے علاقے شمکت اور ضلع دولت شاہ کے علاقے درہ نزاری میں ساٹھ لاکھ افغانی کی لاگت سے ۲ چیک ڈیموں کی تعمیر کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ وزارت زراعت آبپاشی ولائیوسٹاک کے فریم ورک میں امیر المومنین حفظہ اللہ نے پورے ملک میں ۴۲۰ چیک ڈیموں کی تعمیر کی منظوری دی ہے۔ جس میں صوبہ لغمان کے پانچ چیک ڈیم شامل ہیں۔
- بغلان پولیس ہیڈ کوارٹر کی انسداد منشیات کی ٹیم نے ۱۰۰ منشیات کے عادی افراد کو علاج کے مقصد کے لیے شہر کے مختلف علاقوں سے تحویل میں لے کر منشیات کے عادی افراد کے علاج کے لیے قائم خصوصی ہسپتال بھیجا ہے۔ ان افراد کا ۴۵ دنوں تک ہسپتالوں میں علاج کیا جاتا ہے اور مکمل صحت یابی کے بعد انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر کی اینٹی نارکوٹکس پولیس کے ذریعے ان کے اہل خانہ کے حوالے کردیا جاتا ہے۔
- صوبہ فراہ کے مرکز میں دو کروڑ پینتیس لاکھ افغانی کی لاگت سے ایک سڑک کی تعمیر مکمل کی۔ میونسپلٹی کے ترقیاتی بجٹ سے اس کا تعمیری کام چار ماہ کے دوران مکمل کرلیا گیا۔
- زرعی ترقیاتی فنڈ کی سپریم کونسل نے رواں سال کے لیے زراعت اور لائیوسٹاک کے شعبوں میں کسانوں اور کاروباری افراد کو دو ارب بیس کروڑ افغانی ادا کرنے کے منصوبے کی منظوری دی۔ یہ رقم رواں سال زراعت اور لائیوسٹاک کے فروغ کے لیے دی جائے گی۔ ۵ ہزار سے زائد کسان اس رقم سے مستفید ہوں گے جو اسلامی شریعت کے قوانین کے مطابق بطور ادھار انہیں ملے گی۔
- وزارت تعمیرات عامہ کے مطابق پکتیکا گردیز کے درمیان ۱۰ کلومیٹر اور پکتیکا سردہ ڈیم کے علاقے میں ۲۱ کلومیٹر سڑک کی تعمیر کا کام دو کروڑ بیس لاکھ افغانی کی لاگت سے مکمل کرلیا گیا۔
- محکمہ صنعت و تجارت کے حکام کے مطابق قندوز صوبے کے سرحدی علاقوں میں تاجکستان کے ساتھ ایک مشترکہ مارکیٹ کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ دونوں ممالک کے

درمیان مشترکہ مارکیٹ کھلنے سے قندوز میں سرمایہ کاری میں نمایاں اضافہ اور لوگوں کے کاروبار میں بہتری آئے گی۔

- صوبہ ننگرہار کے محکمہ زراعت کی کوششوں سے ضلع چپرہار میں تقریباً ۲۰۰۰۰۷ا ڈالر کی لاگت اور جاپان کے ایمرجنسی ایڈ ادارے کے تکنیکی تعاون سے ایک آبپاشی کا منصوبہ مکمل کیا گیا۔ اس منصوبے کے تحت ۳ء۲۹ کلومیٹر گلدرہ کینال اور متعدد نہروں کی صفائی، ایک چیک ڈیم، ۹۸۸ میٹر طویل ریٹیننگ وال اور دو واٹر کنٹرول گیٹ بھی بنائے گئے ہیں۔
- ننگرہار میں ۷ لاکھ ڈالر کی لاگت سے ۶۰۰ گھروں کی تعمیر کا کام مکمل کر دیا گیا۔ اے ایچ ایف فاؤنڈیشن کی مالیاتی لاگت سے ۶ لاکھ ۹۹ ہزار ۲۷۰ ڈالر اور ACHRO انتظامیہ کے تکنیکی تعاون سے سیلاب کے دوران تباہ ہونے والے ۶۰۰ مکانات کی تعمیر و مرمت مکمل کر کے ان کا افتتاح کیا گیا۔ یہ مکانات شیر زاد، پچیر اگام، ہسکہ مینہ اور سپین غر اضلاع میں واقع ہیں، ان میں سے جزوی طور پر تباہ ہونے والے ۱۵۰ مکانات کی مرمت مکمل، جبکہ ۴۵۰ دیگر تباہ شدہ مکانات دوبارہ تعمیر کر دیے گئے۔
- خوست میں سڑک کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ مذکورہ سڑک جس کا راستہ بی پراجیکٹ مارکیٹ سے خوست کے انتظامی کمپلیکس تک ہے ان اہم سڑکوں میں سے ہے جو بہت سے علاقوں کو خوست کے مرکز سے ملاتی ہے۔
- فراہ کے شیخ ابو نصر فراہی پورٹ میں قومی تاجروں اور سرمایہ کاروں میں صنعتی زونز اور کارخانوں کے لیے زمینوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔
- قندھار شہر کے تیسرے ضلع سے تعلق رکھنے والی گل کلاچی سڑک کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ اس سڑک کی تعمیر سے دارالمعلمین کی مرکزی سڑک مرکزی بائی پاس روڈ سے منسلک ہو جائے گی۔
- فاریاب کے مرکز میمنہ شہر کے تیسرے حلقے کے خواجہ آباد گاؤں میں ایک کروڑ دس لاکھ افغانی کی لاگت سے ایک نہر کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ یہ نہر تیسرے اور چوتھے حلقے کی زمینوں کو سیراب کرنے کے ساتھ ساتویں اور آٹھویں حلقے کے سینکڑوں ایکڑ اراضی کو بھی سیراب کرے گی۔
- صوبہ جوزجان میں مستحق خاندانوں کے لیے ۸۶ مکانات تعمیر کر کے ان حوالے کیے گئے ہیں۔ یہ گھر ضلع فیض آباد اور شبرغان کے گردونواح میں بنائے گئے ہیں۔ ہر گھر دو کمروں، ایک بیت الخلاء اور سولر پاور سسٹم کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔
- پکتیکا میں مرکز شرنہ سے مٹاخان اور سردہ بند تک ۳۲ کلومیٹر کی دو سڑکوں کی تعمیر نو دو کروڑ چالیس لاکھ افغانی کی لاگت سے مکمل ہوئی۔
- بغلان میں منشیات کے عادی ۱۳۱ افراد کا علاج مکمل ہونے کے بعد انہیں اپنے اہل خانہ کے حوالے کیا گیا۔ گزشتہ دو سالوں میں ۳۶۵۰ سے زیادہ نشے کے عادی افراد کو علاج کے بعد ان کے اہل خانہ کے حوالے کیا گیا ہے۔ زابل میں بھی ۲۰۰ منشیات کے عادی افراد علاج کے بعد صحت یاب ہوئے۔
- نیمروز کے ضلع خاشرود میں ایک کروڑ ستر لاکھ افغانی سے زائد کی لاگت سے سڑک کے کناروں کی بحالی، فٹ پاتھ اور دو آبی ذخائر کی تعمیر کا آغاز کیا گیا جو ڈھائی ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔
- مزار شریف سے ازبکستان تک ریلوے لائن بچھانے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ اس منصوبے کا معاہدہ ازبک کمپنی کے ساتھ تریسٹھ لاکھ ڈالر میں طے پایا ہے جو ۳ ماہ میں مکمل ہو گا۔ اس منصوبے میں ریلوے لائن ۵۷ کلومیٹر تک بچھائی جائے گی۔ جو مزار شریف کے ہوائی اڈے سے ازبکستان تک جائے گی۔
- خوست صوبے کے سول ہسپتال میں پہلی بار تپ دق شعبہ کھول دیا گیا ہے۔ پہلے تپ دق کے مریض علاج کے لیے بیرون ملک جاتے تھے، لیکن اب دیگر ضروری خدمات کے ساتھ اس سینٹر میں اس مرض کی تشخیص اور علاج بھی مفت کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ننگرہار ضلع پچیر اگام کے ہسپتال میں بھی تپ دق کی تشخیص کے لیے جدید ترین مشینری نصب اور فعال کر دی گئی۔
- غزنی کے محکمہ صنعت و تجارت نے شہر سے دور صوبے کے مرکز میں ۴ صنعتی پارکوں کی تعمیر کے لیے مقامات کا تعین کیا ہے۔ مذکورہ صنعتی پارکس غزنی شہر سے دور سفندہ، پیر کہ اور تلخک کے میدان میں سینکڑوں ایکڑ اراضی پر تعمیر کیے جا رہے ہیں۔
- ہلمند صوبے میں ملت تفریحی پارک کو سرمایہ کاری اور تعمیر نو کے لیے نجی شعبے کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ یہ پارک بولان کے علاقے میں ۲۰ ایکڑ اراضی پر بنایا گیا تھا، جو نجی شعبے کو سرمایہ کاری اور تعمیر نو کے لیے ٹھیکے پر دیا گیا ہے۔ مذکورہ پارک کا ٹھیکہ لینے والی کمپنی کا کہنا ہے کہ وہ اس پارک میں ۶۰ لاکھ افغانی کی سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔
- قندھار ضلع پنجوائی میں ۲۰ گرین ہاؤسز کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ یہ ۲۰ گرین ہاؤسز بے گھر خاندانوں کے لیے بنائے جا رہے ہیں اور اس کا مقصد زراعت کو جدید خطوط پر استوار کرنا اور بے گھر خاندانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنا ہے۔
- صوبہ لوگر کے محکمہ تعلیم کے حکام کا کہنا ہے کہ وہ رواں سال ۱۲ سکولوں کے لیے نئی عمارتیں تعمیر کر رہے ہیں۔
- ہرات-خواف ریلوے کے چوتھے مرحلے کے دوسرے حصے کی تعمیر کے منصوبے پر کام رواں سال شروع ہو جائے گا۔
- لشکر گاہ میں مارچ ۲۰۲۳ء تا فروری ۲۰۲۴ء کے دوران شہر کے مختلف علاقوں میں دس کروڑ دس لاکھ افغانی مالیت کے ۱۷ بڑے منصوبے شروع کیے گئے۔ ان منصوبوں میں سڑکوں، چوکوں، فٹ پاتھوں، گلدانوں، پلوں، فلڈ لائٹس، پارکس، پبلک واش رومز،

شہر کے داخلی دروازے کی تعمیر اور اس جیسے دیگر منصوبے شامل ہیں۔ ان منصوبوں میں سے بیشتر مکمل ہو چکے ہیں۔ باقی مارچ تک مکمل ہو جائیں گے۔

- ۲۵ مختلف کسٹمز میں ۱۴ کروڑ ۸۸ لاکھ ۷۷ ہزار ۷ ۶۲ افغانی مالیت کے مختلف ترقیاتی منصوبے شروع کیے گئے ہیں۔ ان منصوبوں میں پارکنگ، انکلوژرز، تجارتی سامان کے تحفظ کے لیے جدید گودام، انتظامی عمارتیں، سکیورٹی ٹاورز اور ملک کے مختلف مرکزی اور سرحدی کسٹمز پر آنے والوں کے لیے موزوں مقامات کی تعمیر شامل ہے۔
- سمنگان میں بیس لاکھ افغانی سے زائد کی لاگت سے ایک چیک ڈیم کی تعمیر مکمل کی گئی۔ یہ چیک ڈیم زیر زمین پانی کی سطح کو برقرار رکھنے، موسمی سیلابوں پر قابو پانے اور ماحول کو خوبصورت بنانے کے مقصد سے وزارت پانی و توانائی کے مالی خرچ پر نجی کمپنی کی جانب سے بنایا گیا۔
- زابل میں ۵ء۳ ملین افغانی کی لاگت سے ایک پل کی تعمیر مکمل۔
- لغمان صوبے میں ۱۵ ملین افغانی کی لاگت سے ۵ زرعی منصوبوں کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ علینگار، علیشنگ، قرغیو، دولت شاہ اور بادپش اضلاع میں ۵ چیک ڈیم بنائے جا رہے ہیں، ہر چیک ڈیم میں ۲۰ ہزار کیوبک میٹر پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہو گی۔
- کابل کے اضلاع استلف، کلکان، دہ سبز اور فرزہ میں پینے کے پانی کے ۴ نیٹ ورکس کی تعمیر مکمل کر لی گئی۔ ان نیٹ ورکس میں ۱۳۰، ۷۰، ۶۵ اور ۱۱۰ میٹر کی گہرائی میں چار کنوؤں کی کھدائی اور صاف پانی کے لیے دو اسٹیل ٹینکرز کی تعمیر شامل ہے، جس کے ذریعے مذکورہ اضلاع میں ۸۳۰ خاندانوں اور مراکز صحت آنے والے افراد کو پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل ہو گی۔
- کاپیسا میں ۶ لاکھ ڈالر کی لاگت سے ۱۲ منصوبے مکمل کر لیے گئے۔ یہ منصوبے علاقائی حکام اور اقوام متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن "ایف اے او" کے مالی تعاون سے مکمل کیے گئے۔
- پکتیکا میں ۱۹۲ مکانات زلزلہ متاثرین کے حوالے کیے گئے۔
- ۷۰ ملین افغانی کی لاگت سے صوبہ قندوز ضلع چہار درہ کے گاؤں شغاسی سے پنجہ پل تک ایک نہر کی صفائی کا کام شروع کر دیا گیا، جو ۱۳۰۰۰۰ ایکڑ اراضی کو سیراب کرتی ہے۔ نہر کی صفائی کے منصوبے میں ۱۴۳۰ افراد کو روزگار میسر آیا۔
- کابل تیرہویں ضلع میں ۶۵ء۷ ملین افغانی کی لاگت سے دوازدہ امام قصبے کی سڑکوں کی تعمیر کا کام مکمل کر دیا گیا۔ یہ کام ۶۵ء۷ ملین افغانی کی لاگت سے ۹۰ دنوں کے اندر مکمل کیا گیا ہے۔
- لوگر کے محکمہ امور شہداء و معذورین نے امارت اسلامیہ کی حاکمیت کے بعد اس صوبے میں ۱۰ ہزار معذور افراد اور شہداء کے لواحقین کی رجسٹریشن کی ہے۔ رواں سال شہداء کے لواحقین اور معذور افراد کو ۲۱۵ ملین افغانی سالانہ نقد وظائف دیے گئے۔ گزشتہ ۱۱ ماہ میں شہداء کے لواحقین اور معذور افراد کو سالانہ نقد وظائف کے علاوہ تقریباً ۱۸ ملین افغانی کی اشیاء خوردونوش، کپڑے، وہیل چیئرز اور دیگر امداد بھی فراہم کی ہے۔
- خوست شہر کے مختلف علاقوں میں ۳ء۳ ملین ڈالر کی لاگت سے مختلف تعمیراتی منصوبوں کا آغاز کر دیا گیا۔ جن میں شہر سے متعلق سب ویز کی کنکریٹنگ، سیوریج نالیوں اور گرین بیلٹ کی تعمیر اور اسی طرح دیگر تعمیراتی کام شامل ہیں۔
- خوست کے صوبائی ہسپتال کو ۳۰ لاکھ افغانی مالیت کی ۲ ڈائیلائسز مشینیں فراہم کر دی گئیں۔
- ہلمند میں ۱۴ ملین ۵ لاکھ ۷۴ ہزار ۸۰۰ افغانی کے دو منصوبے شروع ہو چکے ہیں۔ ان منصوبوں میں سے ایک قندھار-ہلمند سڑک کی تعمیر ہے جس پر ۸۹ لاکھ ۵۴ ہزار افغانی لاگت آئے گی۔ جبکہ دوسرا منصوبہ صوبے کے دارالحکومت لشکر گاہ کے داخلی دروازے کا ہے جس پر ۵۹ لاکھ ۵۳ ہزار ۲۰۷ افغانی لاگت آئے گی۔ حکام کا کہنا ہے کہ اس پراجیکٹ میں سینکڑوں لوگوں کو روزگار ملا ہے۔
- بغلان کے محکمہ تحفظ ماحولیات اور بغلان یونیورسٹی نے مشترکہ طور پر شجرکاری مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم کے دوران مرکز اور اضلاع میں، غیر سرکاری و سرکاری اداروں کے تعاون سے ۵ لاکھ پودے لگائے جا رہے ہیں جن میں سے ۳۰ فیصد پھلدار پودے بھی شامل ہیں۔
- فراہ صوبے کے ضلع خاک سفید میں واٹر سپلائی پروجیکٹ کے قیام سے ۴۶۰ خاندانوں کو پینے کا پانی فراہم کیا گیا ہے۔ صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے دیوال سرخ گاؤں میں ۷۶ لاکھ ۸۰ ہزار افغانی کی لاگت سے اس پراجیکٹ کو مکمل کر کے اس کا افتتاح کیا گیا۔ مذکورہ پروجیکٹ میں ۴۰ کیوبک میٹر کی گنجائش رکھنے والے ذخائر کی تعمیر، ۱۵۰ میٹر گہرا کنواں، ۷۰۰۰ میٹر پائپ ۷۵ سولر پینلز کا کنکشن شامل ہے۔
- سرپل کے مرکز میں ۷۰ لاکھ افغانی سے زائد کی لاگت سے ۱۵ کلومیٹر سڑک کی کنکریٹنگ کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ آسیا آباد گاؤں سے لاٹی گاؤں تک ۱۵ کلومیٹر طویل اس سڑک کی تعمیر "آف چین" کمپنی کے مالی تعاون سے ۷۴ لاکھ افغانی کی لاگت سے کنکریٹ کی جا رہی ہے، جو ایک ماہ میں مکمل کر لی جائے گی۔
- کابینہ اجلاس میں خوست میں ہیلتھ کمپلیکس بنانے کے منصوبے کی منظوری دے دی گئی۔
- غور صوبے میں پولیس ہیلتھ سینٹر کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا گیا ہے۔ یہ ہیلتھ سینٹر وزارت داخلہ کے بجٹ سے ۱۶ ملین ۶ لاکھ ۳۳ ہزار افغانی کی لاگت سے تعمیر کیا گیا اور آج اسے محکمہ پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔
- ننگرہار کے ضلع رودات میں ۳۲ لاکھ ۶۰ ہزار افغانی کی لاگت سے آبپاشی کا ایک منصوبہ مکمل کر لیا گیا۔ اس پروجیکٹ میں ۱۰۰۰ میٹر لمبائی پر مشتمل زاخیل کینال، دو ڈیم، supper passage اور ۲۲۲ میٹر ریٹیننگ وال کی تعمیر شامل ہے۔ زاخیل کینال کی

تعمیر سے ۶ لاکھ ایکڑ زرعی اراضی کو پانی فراہم کیا گیا ہے اور نہر کے ارد گرد پہاڑیوں میں ۳۴۵ کنویں کھودے گئے ہیں۔

- پنجشیر میں گزشتہ دس ماہ کے دوران اس صوبے کے مرکز بازارک، شتل، عنابہ اور رخہ اضلاع میں فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کے مالی تعاون اور افغانستان کے لیے ناروے کمیٹی کے تعاون سے ۶ لاکھ ۶۶ ہزار ڈالر مالیت کے ۳۶ واٹر شیڈز اور چیک ڈیم مکمل ہو چکے ہیں۔
- وزارت امور و آباد کاری مہاجرین نے ایک غیر ملکی تنظیم کے ساتھ ۶ لاکھ ڈالر مالیت کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ وزارت کے نیوز لیٹر کے مطابق یہ رقم مارکیٹ کے جائزے، نوجوانوں کو ہنر مند بنانے، معاشی کیسز کے حل، تربیتی پروگراموں اور عوامی آگاہی پر خرچ کی جائے گی۔
- پروان صوبے میں ایک واٹر سپلائی پروجیکٹ کا کام ۶ لاکھ ۱۷ ہزار ۹۰۰ افغانی کی لاگت سے شروع کر دیا گیا۔ صوبے کے ضلع جبل السراج کے علاقے حاجی گوہر خان میں ۶ لاکھ ۱۷ ہزار ۹۰۰ افغانی کی لاگت سے واٹر سپلائی کے ایک پروجیکٹ شروع کر دیا گیا ہے جس کی تکمیل سے ۴۰۰ خاندانوں کو پینے کا پانی فراہم ہو گا۔
- بامیان میں ایک ملین یورو کی لاگت سے ۳ پیشہ ورانہ تربیتی مراکز کی تعمیر مکمل۔ ان پیشہ ورانہ تربیتی مراکز کے قیام سے ۲۰۰ لڑکیوں اور لڑکوں کو قالین بُنائی، سلائی اور کڑھائی سیکھنے کا موقع ملا۔
- غزنی کے مرکز اور ضلع اندڑ میں ۷ ملین افغانی کی لاگت سے پانی کے ۳ چیک ڈیموں کی تعمیر مکمل کر لی گئی۔ وزارت پانی و توانائی بارش کے پانی ذخیرہ کرنے اور سیلاب سے بچنے کے لیے ہر ضلع میں ایک چیک ڈیم بنانے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔
- قندوز صوبے کے مرکز اور اضلاع میں ۲۴۷ ملین افغانی کی لاگت سے ۷۰ سے زائد منصوبوں پر کام شروع کیا ہے۔ ان منصوبوں میں ذیلی اور مرکزی سڑکوں پر بجری بچھانا، ریٹیننگ والز، پلوں اور کلورٹس کی تعمیر شامل ہے۔
- ہرات میں زلزلہ متاثرین ریلیف کمیشن کے حکام کا کہنا ہے کہ ضلع رباط سنگی کے چار دیہات میں مزید ۷۵۴ مکانات تعمیر کے بعد زلزلہ متاثرین کے حوالے کیے گئے۔
- کابل شہر کے مختلف علاقوں میں وزارت پانی و توانائی کے حکام نے گزشتہ دس ماہ کے دوران کابل شہر کے زیر زمین پانی کی سطح بلند رکھنے کے لیے ۱۲۲۰ کنویں کھودے ہیں۔ ان کنوؤں میں بارشیں ہونے کی صورت میں ایک سال میں تقریباً ۹۷ ہزار ۱۷۷ کیوبک میٹر پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح بلند ہو گی۔
- قندھار میونسپلٹی نے پچھلے سال قندھار شہر میں ۲۶۲ ملین افغانی کی لاگت سے مختلف اہم ترقیاتی منصوبے مکمل کیے۔
- پکتیا کے تاریخی قلعہ بالا حصار کو تفریحی و سیاحتی مقام میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے وزارت ہاؤسنگ و شہری ترقی کے وفد نے پکتیا کے ضلع گردیز کے تاریخی قلعے بالا حصار کی تعمیر نو کے لیے سروے کا بقیہ ۲۰ فیصد مکمل کرنا شروع کر دیا ہے۔
- پکتیکا میں تقریباً ۲ ملین افغانی کی لاگت سے تکّی چیک ڈیم کی تعمیری کام مکمل کر دیا گیا کابل شہر کے مختلف علاقوں میں وزارت پانی و توانائی کے حکام نے گزشتہ دس ماہ کے دوران کابل شہر کے زیر زمین پانی کی سطح بلند رکھنے کے لیے ۱۲۲۰ کنویں کھودے ہیں۔ ان کنوؤں میں بارشیں ہونے کی صورت میں ایک سال میں تقریباً ۹۷ ہزار ۱۷۷ کیوبک میٹر پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح بلند ہو گی۔
- وزارت پانی و توانائی کا کہنا ہے کہ دریائے کونڑ پر دو ڈیموں کی تعمیر کے لیے تکنیکی سروے مکمل کر لیا گیا ہے اور بہت جلد دریا پر دو ڈیم بنانے کا آغاز ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان ڈیموں کی تعمیر سے ہزاروں ہیکٹر اراضی سیراب ہو گی اور بجلی بھی پیدا ہو گی۔
- صوبہ خوست کے ضلع تنڑی کو تقریبا ۱۶ ملین افغانی کی لاگت سے بجلی کی سہولت پہنچانے کا منصوبہ شروع کر دیا گیا ہے۔
- نیمروز صوبے کے ضلع دلارام میں ۲۰ کلومیٹر سڑک کی مرمت مکمل کر لی ہے۔
- دائیکنڈی کے ضلع پاتو میں ایک چکڈیم کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ اسکے علاوہ دائیکنڈی میں ایک لاکھ ۸۵ ہزار ڈالر کی لاگت سے ایک پل کی تعمیر مکمل۔
- ہلمند کے علاقے ناو میش میں ایک سکول کی عمارت مکمل۔
- ۱۷.۵ ملین افغانی کی لاگت سے جنرل ڈپارٹمنٹ آف کسٹمز کے لیے کنٹرول روم بنانے کا آغاز۔
- ہلمند میں ۲ ملین افغانی کی لاگت سے ایک چیک ڈیم کی تعمیر کا کام مکمل۔
- ملک میں پہلی دفعہ پولیو کی تشخیص کے لیے جدید لیبارٹری قائم۔
- کونڑ ضلع وٹہ پور کے چیپری علاقے میں پہلی دفعہ ہیلتھ سنٹر کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مستقبل قریب میں جلد ہی ہسپتال کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو جائے گا۔

بقیہ: پاک بھارت تعلقات اور جرنیلوں کے بڑھتے اثاثے

معاملہ یہیں نہیں رکتا بلکہ پاکستان میں سابق کشمیری کمانڈروں کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس پر پہلے تو پاکستان پر اسرار خاموشی اختیار کیے رکھتا ہے اور جب معاملہ میڈیا میں ہائی لائٹ ہوتا ہے تو ایک معذرت خواہانہ سا الزام لگا کر پھر خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

پاک بھارت تعلقات اور جرنیلوں کے بڑھتے اثاثے

حذیفہ خالد

ایک فون کال پر امریکیوں کے سامنے ڈھیر ہونے والے سابق صدر جنرل پرویز مشرف کے ملٹری سیکرٹری جنرل شفاعت کا پچھلے دنوں ایک بڑا اسکینڈل میڈیا کی زینت بنا۔ ان کی دوسرے فوجی افسران کی طرح پاکستان میں تو جائیدادیں ہیں ہی مگر انہوں نے لندن، دبئی اور نیویارک میں بھی فلیٹ خریدے اور تمام بیرون ملک جائیدادیں انہوں نے کیش میں ادائیگی کر کے خریدیں۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ادائیگی کی ہی نہیں گئی اور انہوں نے یہ جائیدادیں اپنی خدمات کے عوض وصول کی ہوں گی۔ عموماً امریکہ برطانیہ اور اب دبئی وغیرہ میں بھی رئیل سٹیٹ کے کاروبار میں رقوم کی ادائیگی کیش میں نہیں ہوتی لیکن بقول جنرل صاحب وہ ہر جگہ کیش ادائیگی کرتے رہے۔ دبئی کا فلیٹ تب ظاہر کیا جب دبئی لیکس آئیں جبکہ نیویارک والا فلیٹ کبھی ظاہر ہی نہیں کیا۔ یہ تہلکہ خیز سٹوری بریک کرنے والے فیکٹ فوکس سے جڑے صحافی عثمان منظور کہتے ہیں:

> ”سمجھ نہیں آتی پاکستانی جرنیل کون سا کاروبار کر کے ارب پتی بن جاتے ہیں اور ان کے بچے ۱۸ سال سے کم عمر میں ہی کروڑ پتی کیسے بن جاتے ہیں۔“

۲۰۲۱ء میں آئی سی آئی جے نے ایک کروڑ ۱۹ لاکھ دستاویزات پر مبنی پنڈورا پیپرز شائع کیے جس میں پوری دنیا کی بہت سی اہم شخصیات کے نام آئے کہ کیسے انہوں نے آفشور کمپنیز اور اثاثے دیگر ممالک میں بنائے جو بظاہر کالے دھن سے بنائے گئے ہیں۔ پنڈورا پیپرز میں ۷۰۰ پاکستانیوں کے نام شامل تھے جن میں سیاسی شخصیات کے ساتھ ساتھ گیارہ جرنیلوں اور ایک ائیر مارشل کا نام بھی شامل تھا۔ پنڈورا پیپرز کے مطابق جنرل شفاعت نے اپنی اہلیہ کے نام پر لندن میں فلیٹ خریدا ہے جو مشہور بھارتی ہدایت کار ’کے آصف‘ کے بیٹے نے جنرل صاحب کی اہلیہ کے نام پر منتقل کیا۔ یہ ڈیل ۲۰۰۷ء میں ہوئی۔ کے آصف ۲۰۰۴ء میں لندن میں مشرف سے ملاقات کر چکے تھے۔ اس ملاقات کا مقصد پاکستان میں بھارتی فلموں کی نمائش سے پابندی ہٹوانا تھا جو ۱۹۶۵ء سے برقرار تھی۔ اس ملاقات میں جنرل شفاعت بھی بطور ملٹری سیکریٹری موجود تھے۔ ۲۰۰۸ء میں یہ پابندی ہٹ جاتی ہے۔ جس وقت پراپرٹی جنرل شفاعت کی اہلیہ کے نام منتقل ہوتی ہے اس وقت جنرل شفاعت کور کمانڈر لاہور تھے۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ یہ فلیٹ پاکستان میں بھارتی فلموں کی نمائش سے پابندی ہٹانے کے عوض بطور معاوضہ لیا گیا۔ جنرل صاحب سے جب فیکٹ فوکس کے نمائندے نے وضاحت لینا چاہی تو ان کی جانب سے متضاد وضاحتیں سننے میں آئیں۔ جنرل صاحب کئی سالوں تک خریدے گئے فلیٹس کو ٹیکس فائل کرتے ہوئے چھپاتے رہے جس وقت اپنی آمدن ۶۷ ہزار ظاہر کر رہے ہیں اس وقت لندن میں اتنے مہنگے فلیٹ کے لیے رقم کہاں سے آئی۔ بتایا گیا کہ کراچی اور لاہور میں موجود پلاٹ کو بیچ کر رقم ادا کی۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کون سے پلاٹ کب بیچے۔ پھر بتایا گیا ان کے لیے رقم یہاں پاکستان میں ہی دی۔ اس کا مطلب ہے یہ رقم ہنڈی کے ذریعے لندن بھیجی گئی (اگر واقعی بھیجی گئی تھی) تو یہ بھی منی لانڈرنگ کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ آج فوج ہر دوسرے شخص پر جو اپنے حقوق کی بات کرتا ہے یا پھر فوج پر کسی بھی قسم کی تنقید کرتا ہے یا ان کے غیر قانونی کاموں پر سوال اٹھاتا ہے تو سب سے پہلا الزام یہی لگایا جاتا ہے کہ انڈین فنڈِڈ لوگ ہیں۔ لیکن مزے کی بات ہے کہ جب انڈین شہری کی جانب سے جنرل شفاعت کی اہلیہ کو فلیٹ منتقل ہونے کی خبریں چلیں تو فوج کی جانب سے اسے ’را‘ کی سازش قرار دے دیا گیا۔ بڑی ہی عجیب سازش ہے جس میں آپ کو دنیا کے مہنگے ترین علاقے میں قیمتی فلیٹ مل رہا ہے، اور اس سازش میں آپ مظلوم بن رہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے والے جنرل نیازی کے بھتیجے شیر افگن کو بھی جب یاد دلایا گیا کہ آرمی بیریکس میں یہ عام مقولہ ہے کہ ’جو مر گیا وہ شہید، جو بچ گیا وہ غازی اور جو بھاگ گیا وہ نیازی‘ تو شیر افگن نے جواب دیا کہ آرمی میں جنرل نیازی کے بارے میں کوئی منفی احساسات نہیں ہیں۔ ریٹائرڈ بریگیڈیئر شیر افگن نے کہا کہ یہ مقولہ آرمی بیریکس سے نہیں آیا بلکہ اس کا ذمہ دار انڈیا ہے، یہ کہاوت آل انڈیا ریڈیو کی پھیلائی ہوئی ہے جس کا مقصد جنرل نیازی کو بدنام کرنا تھا۔

کالم نگار محمد حمزہ چوہدری اپنے کالم میں جنرل شفاعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ”اگر آپ سچے ہیں تو پلاٹ اور فلیٹ کے کاغذات عوام کے سامنے رکھیں اور بینک ٹرانزیکشنز بھی پبلک کر دیں۔ ویسے آپ کی تنخواہ میں بیٹے کے تعلیمی اخراجات ادا کرنا مشکل کام ہے۔ اور یہ اس موجودہ حکومت پر بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ وہ کیا جنرل شفاعت جیسے کرداروں کو بھی کٹہرے میں کھڑا کر کے ان سے جواب طلبی کرے گی؟ یا ان جیسوں کے لیے قانون الگ ہے یا یہ مقدس گائے ہیں؟“

ویسے بیرون ملک تعلیمی اخراجات سے یاد آیا امریکی خفیہ ایجنسی کے ایک اہلکار نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا کہ ہم دوسرے ممالک میں لوگوں کو خریدنے کے لیے مختلف حربے اور ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، مگر جو ترکیب فائدہ مند، دیرپا اور قابل اعتماد ہے وہ ایسے لوگوں کو

ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے امریکہ میں بندوبست کروانے کی ذمہ داری لینا ہوتا ہے۔

جنرل شفاعت کے علاوہ اور بھی کئی اہم شخصیات کے بڑے مالیاتی سکینڈل منظر عام پر آتے رہے اور اسی عرصے میں پاکستان کی کشمیر پالیسی اور بھارت سے تعلقات میں یوٹرن کھل کر سامنے آتا رہا۔ پاکستانی جرنیلوں نے امریکی جنگ میں کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں جو دولت بنائی اس کے متعلق تو میڈیا میں باتیں ہوتی رہی ہیں البتہ کشمیر فروشی کی بنیاد پر کیا یہ جرنیل پس پردہ بھارت سے مالی مفادات بھی سمیٹتے رہے، یہ تحقیق طلب ہے اور اس مفروضے کو سچ ثابت کرنے کے لیے بہ ظاہر کافی مواد موجود ہے۔

جنرل گریسی کے بعد میرٹ کے لحاظ سے آرمی چیف بننے کے لیے جنرل افتخار کا نمبر تھا لیکن وہ ایک ہوائی حادثے میں ہلاک ہوگئے۔ ان کے بعد میرٹ پر تجربے کے لحاظ سے میجر جنرل اکبر خان تھے۔ چونکہ کشمیر جنگ میں ان کی منصوبہ بندی تھی اس لیے جنرل گریسی انہیں پسند نہیں کرتے تھے لہٰذا جنرل ایوب کو منتخب کرکے آئندہ کے لیے بھی جرنیلوں کے چیف بننے کا معیار طے کردیا گیا۔ جنرل اکبر خان کو سبق سکھانے کے لیے صرف اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ان پر اور چند اور دوسرے سینئر افسران پر سازش کا الزام لگا کر کیس بنادیا گیا جو پنڈی سازش کیس کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کو راستے سے ہٹانے کے بعد اس وقت کے ڈیفنس سیکریٹری سکندر مرزا نے فوراً امریکیوں کو مطلع کیا کے ناکام بغاوت کے ارکان پاکستان کو سوویت یونین کے حوالے کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ 'اکبر خان سو فیصد کمیونسٹ تھا'۔

اس کے بعد پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں ڈرامائی تبدیلی آنی شروع ہوئی ۱۹۵۱ء تک پاکستان کو چند کروڑ ڈالرز امریکی امداد ملتی تھی، سنہ ۱۹۵۳ء میں پچاس کروڑ سالانہ سے زیادہ ہوئی، سنہ ۱۹۵۵ء تک دو ارب ڈالرز اور سنہ ۱۹۶۳ء میں تین ارب ڈالرز کے قریب تھی۔ جنرل ایوب نے امریکی سی آئی اے کے ایک خفیہ منصوبے میں شمولیت اختیار کرلی۔ یہ یو-۲ جاسوس جہازوں کی پروازیں تھیں جن کا مقصد سوویت یونین سے فوجی معلومات جمع کرنا تھا۔ پاکستان سے یو-۲ کی پروازیں سنہ ۱۹۵۶ء سے سنہ ۱۹۶۰ء تک اڑتی رہیں یہاں تک کہ ایک کو روس نے گرالیا تھا۔ گرایا جانے والا یو-۲ پشاور سے اڑا تھا۔ سوویت لیڈر خروشچیف نے پاکستان کو دھمکی دی تھی کہ پشاور اب میزائلوں کے ہدف کی زد میں ہے۔

جنرل ایوب کے کارناموں میں سر فہرست پاکستان کے دریا بھارت کو بیچنا بھی ہے۔ جنرل ایوب کے دو بیٹے کیپٹن گوہر ایوب اور کیپٹن اختر ایوب کم عمری میں ہی فوج سے ریلیز لے کر کاروبار میں مشغول ہوئے۔ عام کمیشنڈ افسر کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کیونکہ ایک کیڈٹ کی تربیت پر اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے۔ جنرل موٹرز کے حصص خرید کر گوہر ایوب نے اپنے سسر لیفٹیننٹ جنرل حبیب اللہ خان خٹک کے ساتھ مل کر گندھارا موٹرز کی بنیاد رکھی۔ جنرل ایوب کے مقابلے میں فاطمہ جناح کو انتخابات میں کراچی سے ووٹ ملے تو ایوب کو مجبوراً دھاندلی کا سہارا لینا پڑا۔ ایوب جیت تو گیا لیکن کراچی میں اس کے خلاف فاطمہ جناح کو واضح اکثریت ملی تھی۔ فتح کے بعد فتح کے جشن کے لیے کراچی میں بسوں رکشوں اور جیپوں پر مشتمل قافلے کی قیادت گوہر ایوب نے کی۔ لوگ دھاندلی پر مشتعل تھے جس کے سبب یہ معاملہ لسانی فسادات کی شکل اختیار کر گیا جن میں کئی افراد جاں بحق ہوئے۔

بھارت کی جانب سے کشمیر سرحد پر باڑ لگانے کا دیرینہ مطالبہ مشرف نے پورا کیا اور ۲۰۰۴ء کے ستمبر تک اسے مکمل کیا جا چکا تھا۔ ایک موقع پر پرویز مشرف کا اس وقت کے بھارتی وزیر اعظم واجپائی سے غیر متوقع مصافحہ میڈیا پر بہت مشہور ہوا۔ سابق سیکریٹری خارجہ شمشاد احمد خان کہتے ہیں پرویز مشرف نے واجپائی سے صرف ہاتھ نہیں ملایا بلکہ ان کے گھٹنوں کو بھی ہاتھ لگایا جو کہ سفارتی طور پر مناسب بات خیال نہیں کی جاتی ہے۔ مشرف نے جو انداز اپنایا اس کے نتیجے میں وہ بھارت کے ساتھ تعلقات کو اس حد تک معمول پر لے آئے کہ بھارت کے ساتھ سمٹ لیول پر امن کی کوششیں ہوئیں۔ ان کے بقول مشرف نے مجھے کہا کہ کشمیر پر زیادہ بات نہ کریں، میں اس وقت اقوام متحدہ میں پاکستان کا سفیر تھا۔

پرویز مشرف کے دور میں ہی پاکستان نے پہلی مرتبہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے امکانات تلاش کیے اور پاکستان کے وزیرِ خارجہ خورشید قصوری نے اسرائیلی ہم منصب سے استنبول میں ملاقات کی۔ اس وقت کے اسرائیلی وزیر خارجہ سیلون شالوم نے اسلام آباد کو یقین دہانی کروائی تھی کہ اسرائیل نے پاکستان کے جوہری اثاثے ختم کرنے کے لیے بھارت کے ساتھ کبھی کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔

۱۹۹۹ء میں مشرف ملک کا چیف ایگزیکٹیو بنا تو بتایا گیا کہ ان کے اثاثوں میں چند پلاٹس ہی ہیں۔ جبکہ دی نیوز نے ان کے ارب پتی ہونے کا انکشاف ۲۰۱۲ء میں ہی کردیا تھا۔ فروری ۲۰۱۸ء میں دی نیوز کے سینئر صحافی انصار عباسی نے پرویز مشرف کے کئی بینک اکاؤنٹس اور ان میں موجود رقوم کی تفصیلات جاری کردیں جن کے مطابق پرویز مشرف اور اس کی بیوی صہبا مشرف کا مشترکہ اکاؤنٹ نمبر ۴۰۰۲۰۰۰۳۰۴ تھا، جس میں ایک کروڑ ۷۰ لاکھ اماراتی درہم تھے۔ اسی بینک میں ایک اور مشترکہ اکاؤنٹ نمبر ۴۰۰۲۰۰۳۱۵ تھا جس میں ۵ لاکھ ۳۵ ہزار ۳۲۵ امریکی ڈالرز تھے۔ ایک اور اماراتی درہم اکاؤنٹ میں، اسی بینک کے اندر پرویز مشرف اور صہبا مشرف کے تقریباً ۷۶ لاکھ اماراتی درہم تھے، جبکہ اکاؤنٹ نمبر ۴۰۰۳۰۰۶۷۰۰ ہے۔ یونین نیشنل بینک کے چوتھے اکاؤنٹ کا نمبر ۴۰۰۳۰۰۶۷۱۱ ہے، جبکہ پرویز مشرف اور اس کی بیوی کے اس اکاؤنٹ میں ۸۰ لاکھ درہم تھے۔ یونین نیشنل بینک کے پانچویں بینک اکاؤنٹ کا نمبر ۴۰۰۳۰۰۶۷۲۲ ہے، جس میں مشرف اور اس کی بیوی کے ۸۰ لاکھ امریکی ڈالرز تھے۔ چھٹے اکاؤنٹ نمبر ۴۰۰۳۰۰۶۷۳۳ میں پرویز مشرف اور اس کی بیوی کے ۸۰ لاکھ درہم تھے۔

یونین نیشنل بینک کا ساتواں اکاؤنٹ نمبر ۴۴۷۶۰۰۳۰۰۴ تھا، جس میں اس جوڑی کے ۸۰ لاکھ درہم تھے۔ اسی بینک کے آٹھویں اکاؤنٹ میں پرویز مشرف اور اس کی بیوی کے ۱۳ لاکھ امریکی ڈالرز تھے۔

فوج کے سابق سربراہ جنرل آصف نواز جنجوعہ کے بھائی شجاع نواز نے اپنی کتاب Battle for Pakistan میں انکشاف کیا ہے کہ امریکہ کے سابق صدر جارج بش نے سعودی عرب کے شاہ عبداللہ اور متحدہ عرب امارات کے شہزادے محمد بن زاید سے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کو ۴۰ لاکھ ڈالر دلوائے۔ شجاع نواز امریکہ کے ''تھنک ٹینک'' اٹلانٹک کونسل سے وابستہ ہیں۔

کتاب میں کیے گئے دعوے کے مطابق جنرل پرویز کو ۴۰ لاکھ ڈالر ایک ''ڈیل'' کے تحت مہیا کرائے گئے۔ امریکہ کی طرف سے ڈیل میں امریکہ کی قومی سلامتی کی مشیر کونڈالیزا رائس اور امریکہ و برطانیہ کے اعلیٰ اہلکار شامل تھے۔ پاکستان کی جانب سے آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل کیانی، جنرل پرویز مشرف کے چیف آف اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل حامد جاوید اور جنرل ندیم تاج نے اس ڈیل میں حصہ لیا۔ شجاع جنجوعہ کے بقول ڈیل کا مقصد جنرل پرویز کو بیرون ملک آباد کرنا اور اسے اس کے غیر آئینی اقدامات پر مواخذے سے بچانا تھا۔ زیر بحث ڈیل کیمپ ڈیوڈ میں طے پائی۔ جارج بش نے پرنس محمد بن زید سے کہا کہ ہمیں جنرل پرویز مشرف کے بیرون ملک جانے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ چنانچہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں نے دو دو ملین ڈالر دبئی اور لندن میں جنرل پرویز کے بینک اکاؤنٹس میں جمع کرادیے تاکہ جنرل پرویز چاہے تو لندن اور دبئی میں جائیداد خرید سکے۔ (دی نیوز کراچی، ۲۵ جنوری ۲۰۲۰ء)

جنرل کیانی نے سینکڑوں فوجیوں کے سامنے اعتراف کیا کہ کشمیر کی تحریک آزادی سے دستبرداری ہمارے مفاد میں ہے۔ جنرل کیانی ۲۰۱۳ء میں ریٹائر ہوا اور ۲۰۱۶ء میں ڈی ایچ اے کا ایک بڑا اسکینڈل منظر عام پر آتا ہے۔

تفصیلات کے مطابق ۱۶ ارب روپے مالیت کے ڈی ایچ اے کرپشن کیس میں گرفتار ہونے والے شخص حماد ارشد کی کمپنی گلو بیکو دراصل پہلے جنرل کیانی کے بھائی کامران کیانی کی ملکیت تھی۔ اس کمپنی نے ۲۰۰۹ء میں لاہور میں ڈی ایچ اے کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس کی رُو سے اسے ۲۵۰۰۰ کنال اراضی ڈی ایچ اے کو فراہم کرنا تھی۔ اس کمپنی نے ڈی ایچ اے سے فائلیں لے کر مارکیٹ میں بیچ دیں، اس طرح جمع ہونے والا اربوں روپے کا سرمایہ مبینہ طور پر دوسرے کاروباروں میں لگا لیا لیکن یہ کمپنی ڈی ایچ اے کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کے مطابق غیر متنازع، پوری اور ایک ساتھ زمین فراہم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جنرل کیانی پر جب الزامات کا سلسلہ بڑھا تو ایک معمر صحافی سے ٹیلی ویژن چینل پر کہلوایا گیا کہ انہوں نے تو ایک وقت کا کھانا ہی چھوڑ دیا ہے۔

سینئر صحافی حامد میر نے اپنے ایک انٹرویو میں دعویٰ کیا کہ سابق آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ اور عمران خان کو کشمیر میں مودی کے ۵ اگست ۲۰۱۹ء کے اقدامات کا مبینہ طور پر پہلے سے علم تھا اور وہ پارلیمان کو اعتماد میں لیے بغیر بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر بنانا چاہ رہے تھے۔ حامد میر کے بقول جنرل باجوہ نے ۲۵ صحافیوں کے سامنے کہا تھا کہ ''ہم جنگ لڑنے کے قابل نہیں ہیں، لہٰذا ہمیں بھارت سے صلح کر لینی چاہیے''۔ حامد میر کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ کشمیر کا سودا جنرل قمر جاوید باجوہ نے کیا جس کی تفصیلات قوم کے سامنے نہیں آئیں۔

انہوں نے کہا کہ کشمیر میں سیز فائر یعنی جنگ بندی کے اعلان کے بعد مودی نے پاکستان کا دورہ کرنا تھا۔ اس بارے میں شاہ محمود قریشی کو جب پتہ چلا تو انہوں نے اس وقت کے وزیر اعظم عمران خان سے بات کی۔ اس پر عمران خان نے انہیں بتایا کہ جنرل باجوہ اور آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل فیض اس بارے میں بھارتی قومی سلامتی کے مشیر اجیت دوول سے بات چیت کر رہے ہیں۔

حامد میر کے مطابق اس کے بعد عمران خان نے جنرل فیض کو کہا کہ وزارت خارجہ کو 'آن بورڈ' لیا جائے جس کے بعد جنرل باجوہ نے وزارت خارجہ میں ایک بریفنگ کا اہتمام کیا جس میں اس نے کہا کہ ہمارا جنگی سازوسامان بہت پرانا ہو چکا ہے اور ہم بھارت کے ساتھ جنگ نہیں لڑ سکتے۔ حامد میر نے نسیم زہرہ کو بتایا کہ جنرل باجوہ اس سے پہلے ایسی بریفنگ ہم صحافیوں کو بھی دے چکے تھے جس میں ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کی جنگی صلاحیت بھارت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

اینکر پرسن نسیم زہرہ نے کہا کہ عام طور پر ایسے بیان پر آرمی چیف کا کورٹ مارشل ہونا چاہیے۔

قمر باجوہ نے بطور آرمی چیف ۶ سال وقت گزارا اور جب وہ ریٹائر ہوئے تو ان کے اور ان کے اہل خانہ کے اثاثے ۱۲.۷ ارب روپے نکلے۔ یہ صرف وہ ہی اثاثے تھے جن کی تفصیلات میڈیا پر آسکیں۔ اس خبر کے منظر عام پر آنے کے بعد ایف بی آر کے تین ملازمین کو حراست میں لیا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے آرمی چیف کی ٹیکس معلومات شئیر کیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمام ٹی وی چینلز پر مذمتی بیانات چلائے گئے۔ اسے فوج کے خلاف سازش قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ ریکارڈ لیک ہونے سے قانون کی خلاف ورزی ہوئی۔

صحافی اسد طور کے مطابق آرمی چیف کے دو بہنوئی لاہور میں پیراگون سوسائٹی میں رہائش پذیر ہیں اور ذرائع کا کہنا ہے کہ صبح سے شام تک ان کی گلی میں پارکنگ کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ اتنے لوگ وہاں اپنے کام کروانے کے لیے فائلیں لے کر پھرتے تھے۔ وہاں مبینہ طور پر ڈیلز ہوتی تھیں۔ دوسری جانب ان کے سسر ریٹائرڈ میجر جنرل اعجاز احمد وہ بھی بڑے پیمانے پر بزنس ڈیلز

کر رہے تھے۔ ڈی ایچ اے کے لیے جو بھی زمین حاصل کی جاتی تھی اور جو ٹھیکیدار زمینیں لے کر دیتے تھے ان کو بھاری معاوضے ادا کیے جاتے تھے۔ وہ ٹھیکیدار ریٹائرڈ میجر جنرل اعجاز احمد کے قریبی روابط میں تھے اور مل بانٹ کر مہنگے داموں زمینیں لے کر دی جاتی تھیں اور اس طرح وہ پیسے بناتے رہے۔ اسد علی طور نے یہ بھی انکشاف کیا کہ جب بلوچستان میں حکومت تبدیل ہوئی جام کمال گئے اور قدوس بزنجو آئے، ذرائع کا کہنا ہے کہ قدوس بزنجو نے بلوچستان میں سرکاری کانٹریکٹرز کے ذریعے باجوہ صاحب کو ۴ ارب روپے کی ادائیگی کروائی۔ ۲ ارب پہلے اور ۲ ارب جام کمال کو ہٹوانے کے بعد ادا ہوئے۔

ماہ نور صابر نامی خاتون آرمی چیف قمر باجوہ کی بہو بننے سے ۹ روز قبل یکایک ارب پتی بن گئیں جب انہیں ڈی ایچ اے گوجرانوالہ میں ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو ۸ عدد پلاٹ گزشتہ تاریخوں میں الاٹ ہوئے اور ۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو یہ شادی کے بندھن میں بندھ گئیں۔ اسی روز یہ خاتون کانسٹی ٹیوشن ایونیو گرینڈ حیات ٹاور میں ۲۰۱۵ء کی تاریخوں میں ایک اپارٹمنٹ کی مالک بن گئیں۔ یہ وہی وقت تھا جب اور بھی کچھ سیاستدانوں کو اس ٹاور میں اپارٹمنٹ دیے گئے تھے اور پھر اس مشکوک عمارت کو چیف جسٹس ثاقب نثار نے قانونی قرار دے دیا تھا۔

بھارتی فوجی قیادت سے جنرل باجوہ کے ذاتی مراسم کا آغاز ان کے آرمی چیف بننے سے بہت پہلے ہو گیا تھا جب وہ کانگو میں اقوام متحدہ کے امن دستے میں شامل ہو کر بھارتی میجر جنرل بکرم سنگھ کے ماتحت خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس تعیناتی کے دوران سونے کی سمگلنگ کا سکینڈل بھی بنا۔ پاکستانی فوجی افسران سونے کے بدلے کانگو میں موجود متحارب گروپوں کو اسلحے کی منتقلی میں مدد دیتے رہے۔ ہیومن رائٹس واچ نے اس پر تفصیلی رپورٹ شائع کی اور پاکستانی فوجی افسران کو قصوروار ٹھہرایا۔ اس موقع پر حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستانی فوجی افسران کا بھرپور دفاع کیا گیا اور الزامات کو ماننے سے انکار کیا۔ چلیں وہاں ملک کی عزت کا مسئلہ تھا کم از کم واپس بلا کر ادارے کی سطح پر انکوائری ہوتی اور ذمہ داران کو سزا دی جاتی مگر ایسا بھی کچھ نہ ہوا۔

گزشتہ ماہ بھارتی جریدے ’دی پرنٹ‘ نے ایک خبر میں انکشاف کیا تھا کہ کشمیری مجاہد رہنما ذاکر موسیٰ شہید رحمہ اللہ کی بھارتی فورسز کے ہاتھوں شہادت کے جواب میں کشمیری مجاہدین ایک انتقامی کارروائی ترتیب دے چکے تھے۔ پلوامہ واقعے کے بعد سے پاکستان بھارت مذاکرات معطل تھے جبکہ اس وقت کے پاکستانی آرمی چیف قمر جاوید باجوہ لندن میں ایک انتہائی خفیہ اور سپر مذاکرات آئی ایس آئی اور را کے درمیان کامیاب بنانے کے لیے کوشاں تھے۔ اسی نیت سے مذکورہ حملے کی منصوبہ بندی کی انٹیلی جنس معلومات پاکستانی آئی ایس آئی نے بھارت کو پہنچائی۔ بھارت نے اس انٹیلی جنس معلومات کو سنجیدگی سے لیا اور مقبوضہ کشمیر میں بڑے پیمانے پر سرچ آپریشن کیا گیا۔ ایسی ہی ایک اطلاع بعد میں بھارتی ہائی کمیشن کو پہنچائی گئی۔

(بقیہ صفحہ نمبر 81 پر)

رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا

مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا شرعاً پسندیدہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حدیث کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں مومن کو زیادہ کھانا چاہئے اور میں اشارہ کا لفظ بھی احتیاطاً کہہ رہا ہوں ورنہ حدیث میں تقریباً اس کی صراحت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”شهر يزداد فيه رزق المومن“ (مشکوۃ) کہ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اب بتلاؤ یہ زیادتی کھانے کے واسطے ہے یا رکھنے کے واسطے؟

جب حق تعالیٰ ہی اس مہینہ میں رزق بڑھاتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ اس مہینہ میں اور مہینوں سے زیادہ کھایا جائے۔ نیز حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”هو شهر المواساة“ کہ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں خود بخود دل تقاضہ کرتا ہے کہ یار احباب اور دوستوں کو بھی کچھ بھیجا جائے۔ جس کے گھر میں کوئی نئی چیز پکتی ہے وہ افطار کے وقت اپنے دوستوں کو بھی کھلانا چاہتا ہے۔ کسی کے یہاں سے پھلکیاں آتی ہیں، کوئی جلیبی بھیجتا ہے، کوئی کباب بھیجتا ہے، کوئی پھل اور میوہ جات بھیجتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ کیا ان نعمتوں کو نہ کھائیں؟ جب خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں کھانے کے لئے بھیجی ہیں، ہم خود تو کسی سے مانگنے نہیں گئے تھے تو یہ صاف اس بات کی علامت ہے کہ حق تعالیٰ ہی نے ہمارے واسطے بھیجی ہیں تو کیا ان کو نہ کھائیں اور اٹھا کر رکھ دیں؟ حضرت! اگر کوئی بادشاہ آپ کو امرود دے اور آپ یہ کہیں کہ میں تو زاہد ہوں، میوے نہیں کھایا کرتا تو بادشاہ ناراض ہو گا۔ ایسے ہی یہاں بھی زہد و تقویٰ بگھارنا اور حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نعمتوں کو نہ کھانا ادب کے خلاف ہو گا۔ یہ زہد و تقویٰ آپ ہی کو مبارک ہو کہ حق تعالیٰ تو رمضان میں قسم قسم کی نعمتیں بھیجیں اور طرح طرح کے کھانے بھجوائیں اور آپ کہیں کہ میں تو زاہد ہوں، متقی ہوں، میں تو زیادہ نہیں کھا سکتا۔ جب حق تعالیٰ ہی رمضان میں رزق بڑھاتے ہیں اور نئے نئے کھانے بھجواتے ہیں تو ہم کو بھی اپنی خوراک بڑھانا چاہئے اور میں پورے انشراح واطمینان کے ساتھ کہتا ہوں سحری میں پیٹ بھر کر کھانے سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

ملفوظاتِ حکیم الامت، احکام رمضان، صفحہ ۱۴۵

معرکۂ میر علی (شمالی وزیرستان)

عزالدین مہاجر

غیرت مند قبائل کی سرزمین وزیرستان کے مجاہدین جیش فرسان محمد اور جیش عمری استشہادی فورس نے شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کے گاؤں خدی کے فوجی اڈے پر استشہادی حملہ کیا۔ حملے کے بعد دونوں جہادی گروپوں نے مشترکہ اعلامیہ جاری کرتے ہوئے کارروائی کی ذمہ داری قبول کی۔

> ”آج صبح مقامی وقت کے مطابق چھ بجے کے قریب حافظ گل بہادر حفظہ اللہ سے تعلق رکھنے والی جیش عمری استشہادی فورس اور جیش فرسان کے چھ مجاہدین نے شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کے گاؤں خدی کے فوجی اڈے پر مشترکہ فدائی حملہ کیا۔ حملے کا آغاز بارود سے بھری مزدا گاڑی کے دھماکے سے ہوا جسے ہمارے ایک فدائی مجاہد زرقاوی تقبلہ اللہ نے بڑی بہادری سے فوجی کیمپ کے دیوار کے نزدیک اڑادیا اور خود شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ دھماکے کے فوراً بعد ہمارے پانچ فدائی ساتھی جو کہ جدید آلات سے لیس تھے کیمپ کے اندر داخل ہوئے اور آمنے سامنے کی لڑائی شروع ہوئی۔ تقریباً سات گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں لیفٹیننٹ کرنل اور کیپٹن کی سطح کے کئی اعلیٰ فوجی اہلکار بھی شامل ہیں۔ فوجی اڈے میں محصور فوجیوں کی امداد کے لیے جانے والا قافلہ بھی حملے کی زد میں آگیا اوران کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لڑائی میں دشمن کے کل ۳۰ فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔ جبکہ ہمارے چار فدائی مجاہدین بھی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ نحسبهم كذالك والله حسيبهم اور ہمارے دو فدائی مجاہد ساتھی بحفاظت میدان جنگ سے نکل کر مجاہدین کے ساتھ آملے۔ الحمدللہ
>
> جیش فرسان محمد، ترجمان نصرت اللہ وزیرستانی
>
> جیش عمری استشہادی فورس، ترجمان ضرار داوڑ
>
> ۶ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ“

پاکستانی فوج کی جانب سے قبائل کی سرزمین پر آپریشن در آپریشن، مظالم در مظالم ڈھانے کے باوجود یہ مجاہد اور غیر تمند قوم فوج کے سامنے جھکی نہیں بلکہ اپنی آزادی کے لیے جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

باذن اللہ وہ دن دور نہیں جب مجاہدین کی جہادی ضربوں کی تاب نہ لا کر قبائل کی سرزمین سے یہ فوج شکست خوردہ ہو کر نکلے گی اور مجاہدین سرزمینِ وزیرستان کو ان کا کھویا ہوا وقار دوبارہ لوٹائیں گے۔ ان شاءاللہ!

کارروائی کے بعد پاکستانی فوج نے اپنے اہلکاروں کی ہلاکتوں کا ذمہ دار ان بے سروساماں مہاجرین وزیرستان کو قرار دیا جو اس فوج کے ظالمانہ آپریشن ضرب عضب سے سرحد پار افغانستان ہجرت کر چکے تھے۔ افغانستان کے سرحدی علاقوں صوبہ پکتیکا کے لمن اور صوبہ خوست کے علاقے پسہ میلہ میں ان کے گھروں کو جیٹ طیاروں سے نشانہ بنایا گیا جس میں معصوم بچے اور خواتین شہید ہوئے۔

مجاہدین اپنی ہی سرزمین سے پاکستان فوج کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ظالم فوج کے خلاف مجاہدین کی نصرت فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

گوانتاناموسے رہا ہونے والا افغان قیدی

"میری خواہش ہے کہ میرا پیغام اس امریکی تفتیشی افسر تک پہنچ جائے جس نے ایک دن مجھ سے پوچھا: "تم ہمیشہ آہستہ آہستہ کیا پڑھتے ہو؟"

میں نے کہا: "میں اللہ کو یاد کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں۔"

اس نے کہا: "تم عالمی طاقت کے ہاتھ میں ہو، اور خدا تمہیں رہا کر دے، یہ ممکن نہیں۔"

افغان قیدی:

"میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے جیل سے رہا کر دیا اور میں اپنے گھر اور اہل و عیال کے پاس صحیح سلامت لوٹ آیا ہوں، اس لیے تم اب اللہ کو مان لو اور ایمان لے آؤ۔"

(یقین میڈیا افغانستان)

عزت تو جہاد ہی سے ہے!

اسامہ مراد آبادی

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين، نبينا محمد و على آله وصحبه اجمعين۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرۃ:۱۱۴)

”اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگا دے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے، اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور انہی کو آخرت میں زبردست عذاب ہو گا۔“

اس آیت سے مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم نماز کے ذریعے مسجدوں کو محفوظ بنائیں اور جو مسجدوں کو ویران اور ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کو سبق سکھایا جائے۔ لیکن آج ہم دیکھ رہیں ہیں کہ ہندوستان کا مسلمان کافروں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق چلنے کی بات کرتا ہے......

میرے بھائی! ہندوستان میں حالات اچانک سے اتنے پیچیدہ نہیں ہوئے ہیں۔ یہ پچھلے کئی سالوں سے دھیرے دھیرے مسلمانوں کے خلاف ہوتے گئے ہیں، بس اس میں شدت پچھلے دس سالوں سے آئی ہے، جب سے ہندتوا طاقتوں کو اقتدار حاصل ہوا ہے، پچھلے خصوصاً ۱۰، ۱۵ سالوں میں آپ دیکھیں گے کہ مسلم قیادت حالات کے سامنے تقریباً سرنڈر کر چکی ہے۔ اسلامی تحریکات سے جڑے افراد بھی 'ویٹ اینڈ سی' کی پالیسی اپنانے میں ہی عافیت اور مصلحت سمجھنے لگے، اسلام مخالف قوتوں کو کھلا میدان مل گیا، جہاں کوئی بھی مزاحمت کرنے کی بھی ہمت نہیں کر پا رہا۔ اب وہ جو چاہیں کریں، کسی ردِ عمل کا کوئی خوف نہیں ہے۔ آج ہندوستان کے مسلمانوں کی جو صورتِ حال ہے نہایت ہی دردناک ہوتی جا رہی ہے، بے شک یہ دیکھ کر ہمارے دل اس پر دکھی ہیں، اور ہم اس حالت کو بدلنا چاہتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں جھانکنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی ہمیشہ نوجوان لایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابراہیم (علیہ السلام) کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا عظیم ترین کارنامہ تھا، جب انھوں نے سب سے بڑے بت خانے میں جا کر ایک کے سوا تمام بتوں کو توڑ ڈالا جس پر ان کی قوم نے غضب ناک ہو کر انھیں دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا، تو وہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (الانبیاء:۶۰)

”کچھ لوگوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں۔“

یعنی اس وقت سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) نوجوان تھے۔

پھر اصحابِ کہف کا مشہور واقعہ دیکھیں، سورۃ کہف کا نام ہی جن لوگوں کے غار پر رکھا گیا وہ بھی نوجوان تھے۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ساتھ دینے والے کون تھے؟ وہ بھی نوجوان تھے، اس طرح رسول کریم ﷺ کے اکثر اصحاب بھی نوجوان تھے، بس یہ نوجوان ہی ہیں جو تاریخ کو بدلنے کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں، کشمیر بھی اس بات کا گواہ ہے اور ان ماؤں کے لاڈلے جو شہید ہوئے ہیں وہ نوجوان تھے، اور آگے بھی یہ قربانیوں کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا......ان شاء اللہ۔

بابری مسجد و گیان واپی سے لے کر آج اتراکھنڈ اور اترپردیش، آسام، مہاراشٹر، کے مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں، آسام کے حالات بھی سب کے سامنے ہیں، وہاں بھی مسلمانوں کے گھروں اور مدارس کو زمیں بوس کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان کے دردناک حالات پر بس افسوس کر کے اپنا کام پورا کرنا ہی ہم فرض سمجھ بیٹھے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ کشتی جہاں جا رہی ہے، جانے دو اور حالات جیسے گزر رہے ہیں، بس برداشت کرو۔ ہندوستان کے نوجوانوں کو تیار ہونا ہو گا، اللہ کے راستے میں خوب محنت کرنی ہو گی، حالات کو بدلنا ہو گا، یاد رہے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ زندگی ہمارے لیے امتحان ہے۔

اب تک ہمارا جتنا نقصان ہو چکا ہے، جتنا ہم پیچھے جا چکے ہیں، اس کو ریکور کرنا دن بدن اور بھی زیادہ مشکل ہوتا جا رہا ہے، اگر اب بھی ہم ہندوستانی مسلمان سنبھل جائیں، اسلامی غیرت و اخوت کا جذبہ پیدا کریں، اسلام کے لیے جینے مرنے کا شوق پیدا ہو جائے، چاہے پھر جو انجام ہو، تیار رہیں۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو اور یہ ہو کہ ہمارا شمار حقیقی کامیاب لوگوں میں ہو۔

میرے بھائیو! آپ کو مزید اور انتظار نہیں کرنا چاہیے، اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا جائزہ لیں، آپ خود سوچیں، اپنے آپ سے سوال کریں، کیا جو آج حالات ہیں اس میں خاموش تماشائی بنا

گوارا ہے؟ جبکہ آپ کے ساتھ ہی کشمیر میں نوجوان مجاہدین بھائیوں نے جنت کے بہترین درجات میں جگہ بنائی ہے۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ. وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة:۱۵،۱۴)

”ان سے لڑو، اللہ انھیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

سورۂ توبہ کی مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے نتیجے میں حاصل ہونے والے چند دنیاوی فائدوں کا ذکر فرمایا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱. اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے کفار و مشرکین کو سزا دلوائے گا۔
۲. مسلمانوں کے ہاتھوں کفار و مشرکین کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔
۳. کفار و مشرکین کے انجام بد کی وجہ سے مسلمانوں کو سکون اور راحت پہنچائے گا۔
۴. کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا۔
۵. بعض کافروں اور مشرکوں کو جہاد کے نتیجے میں اسلام قبول کرنے کی توفیق بھی عطا ہو گی۔

عہدِ نبوی کے سب سے پہلے جہاد غزوۂ بدر کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کی جو حالت بتائی وہ یہ تھی:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (الانفال:۲۶)

”اور وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، تمہیں لوگوں نے (تمہاری) سرزمین میں دبا کر رکھا ہوا تھا، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے۔ پھر اللہ نے تمہیں ٹھکانا دیا، اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنا دیا، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

جنگ سے پہلے: مسلمان بے بس، بے زور اور ستم رسیدہ تھے کفار و مشرکین کے جبر و تشدد کا شکار تھے حتیٰ کے انہیں ڈر تھا کہ کفار ہمیں ملیا میٹ ہی نہ کر دیں۔

جنگ کے بعد: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جائے پناہ مہیا کر دی۔ اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں پاکیزہ رزق مہیا فرمایا تاکہ تم شکر گزار بنو۔ (یعنی جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا، عزت و عظمت عطا فرمائی، سیاسی اور معاشی، دونوں لحاظ سے مستحکم کر دیا۔

قرآن و حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے قرآن مجید کی چند آیات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱. اللہ تعالیٰ نے مجاہدین سے بلند درجات، مغفرت اور اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، (سورۃ نساء۹۶)
۲. اللہ کی راہ میں مرنے اور مارنے والوں کے لیے اجر عظیم ہے (سورۃ نساء۷۴)
۳. قتال کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے نہروں بھری جنت میں بہترین اور عمدہ گھروں کا وعدہ فرمایا ہے (سورۃ الصف ۱۲)

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت میں چند احادیث مبارکہ کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱. جہاد کی نیت سے چند گھنٹے سفر کرنا روئے زمین کی ساری دولت سے افضل ہے۔ (مسلم شریف)
۲. اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر جہاد کرنے والے پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (ترمذی)
۳. اللہ کی راہ میں ایک تیر چلانے کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)
۴. قیامت کے روز مجاہدین کے درجات سب سے بلند ہوں گے۔ (مسلم)
۵. مجاہد جب تک جہاد میں رہتا ہے اسے مسلسل روزے رکھنے، مسلسل قیام کرنے اور مسلسل رکوع و سجود کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (نسائی)
۶. شہداء کی روحیں دوبارہ دنیا میں آکر شہید ہونے کی تمنا کرتی ہیں۔ (مسلم)
۷. جنت میں سب سے زیادہ خوبصورت گھر شہداء کے ہوں گے۔ (بخاری)
۸. شہید قیامت کے روز اپنے عزیز و اقارب میں سے ستر افراد کی سفارش کر سکے گا۔ (ابن ماجہ)
۹. قیامت کے روز شہید تازہ خون کے ساتھ اللہ کے دربار میں حاضر ہو گا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہو گی۔ (بخاری)

قرآن و حدیث میں جہاد کی تعلیم و ترغیب کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ بات سو فیصد درست نظر آتی ہے جو رسول ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ (بقیہ صفحہ نمبر 91 پر)

خیالات کا ماہنامچہ

معین الدین شامی

کیا کوئی ہے جو تعریف کے لائق ہے سوائے اللہ کے؟ جس نے بے سہاروں کو سہارا دیا، گرے پڑوں کو اٹھایا، پھر اپنی معرفت و مغفرت کی راہیں ان کے لیے کھول دیں۔ ان بے سہاروں اور گمرہوں کے لیے پھر انہی میں سے ایک نبی مبعوث کیا، جس نے ہدایت کے راستے بتائے اور ایسی سنتیں جاری کیں جو غریب و امیر سبھی کے لیے قابلِ عمل، آسان اور سہل، صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر بھی کچھ اس دوڑ میں گرتے پڑتے رہے تو اسی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فرمایا کہ جب مشکل پڑا کرے تو کہا کرو 'يا حي يا قيوم! برحمتك أستغيث'[1]. اللهم صلِّ وسلم على نبينا محمد!

'حلوہ': سبب دین سے دوری ہے

اواخرِ فروری ۲۰۲۴ء میں، شہرِ لاہور کے اچھرہ بازار میں ایک ہجوم نے ایک عورت کو (مع اس کے خاوند کے) گھیر لیا جس نے ایک ایسے پرنٹ والا لباس پہن رکھا تھا جس پر عربی رسم الخط میں کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ہجوم نے اس خاتون پر توہینِ قرآن کا الزام لگایا اور اس کو مرنے مارنے پر تُل گئے۔

گستاخی کا الزام لگا کر پاکستان میں بہت سے لوگوں کو قتل کیا جا چکا ہے اور اس کا سبب معاشرے میں موجود 'جہالت' کا عنصر ہے جو یا تو یہ ہی 'judge' یا تمیز نہیں کر پاتا کہ گستاخی کیا ہے اور کیا نہیں ہے یا پھر جس طرح در جنوں دیگر قوانین و احکام کا غلط استعمال کر کے اپنے مخالفین کو دبایا جاتا ہے مسئلۂ گستاخی کو بھی اسی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں کلیدی لفظ 'جہالت' ہے، یعنی دین و احکامِ دین سے دوری۔ **البتہ یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ پاکستان اور اس طرح کے دیگر ممالک میں عربی رسم الخط کا ایک معلوم معنیٰ و مفہوم ہے اور اگرچہ کچھ لوگوں نے اس عورت کو گھیر کر اچھا اقدام نہیں کیا لیکن اس عورت کا ایسے پرنٹ والا لباس پہننا خود ایک غلط اقدام ہے!** دلیل ریاض کا کوئی بوتیک نہیں ہو سکتا کہ ریاض جس کا معنیٰ باغ ہے، آج اسلام کے لیے باغ نہیں جھاڑ جھنکاڑ ہے جہاں شیاطین کا اکٹھ ہوتا ہے!

ایک اور طبقہ سیکولر و لبرل لادین لوگوں کا ہے جو کسی بھی واقعے سے 'مذہبی جنونیت' کو ثابت کر کے دین و احکامِ دین کا سقوط معاشرے سے لے کر حکومت کے ہر ہر درجے پر چاہتے ہیں اور دینُ اللہ کی جگہ دینِ جمہور یا جمہور کی خواہشات کے دین کو یعنی مادر پدر آزادی کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔

تیسری طرف خود اہلِ دین کا طبقہ ہے۔ یہ طبقہ معاشرے میں مختلف اہم جگہوں پر موجودگی کے باوجود آج غالب نہیں ہے اور چونکہ آج کا زمانہ 'ٹرینڈز' کا زمانہ ہے تو خود اہلِ دین بھی بعض امور کا خیال رکھے بغیر انہیں ٹرینڈز کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مثال ہے کہ اہلِ دین نے خود جب اس واقعے میں ملوث لوگوں کا رد کیا تو انہیں مذہبی جنونی کہا یا جاہل مولوی، للأسف عربی ممالک میں گٹر کے ڈھکنوں پر لکھے عربی میں الفاظ کی تصاویر ڈال کر لکھا اور پوچھا گیا کہ 'کیا یہ گستاخی ہے؟'۔

اس موضوع پر علمائے کرام نے بہت کچھ بولا، لکھا اور صوتی و بصری طور پر ریکارڈ کروایا ہے۔ ہم یہاں صرف دو نقاط عرض کرنا چاہیں گے۔

- مذہبی لوگ جنونی نہیں ہوتے، کچھ جنونی یا ذاتی مفاد کے لیے کوشاں لوگ دین و مذہب کا لبادہ اوڑھ کر کچھ بے جا بلکہ ظلم پر مبنی حرکتیں کر جاتے ہیں۔ دین، مذہب، مولوی وغیرہ یہ سب خود محترم و مقدس الفاظ و اصطلاحات ہیں۔ دنیا میں آج کتنی ہی مائیں اور کتنے ہی باپ ایسے ہیں جو اپنی اولاد کے ساتھ ظلم کی بدترین شکلیں بلکہ بدکاری تک روا رکھتے ہیں، کیا یہ اصطلاحِ عام کی جانی چاہیے کہ جس کا مفہوم و معنیٰ یہ سمجھا جائے کہ ماں باپ ظالم و جنونی و بدکار ہوتے ہیں۔ دینُ اللہ کے معاملے میں 'جنونی' کہنا اور 'مولوی' کو بدنام کرنا دراصل تو اس مغربی جاہلی نظام کا شاخسانہ ہے جس میں ہزاروں نہیں لاکھوں سقم پائے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے معاشرے سے لے کر حکومت تک کے سبھی اداروں اور اشخاص کے جرائم کو یہ کہہ کر نظر انداز کرتا ہے کہ یہ ان کا ذاتی فعل ہے۔ اگر 'انسانی ساختہ' مغربی نظام جس میں جمہوریت و سیکولرازم بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں میں افراد کا ذاتی فعل اس نظام کی 'تقدیس' کو متاثر نہیں کرتا تو سات آسمانوں کے اوپر سے اترنے

[1] إذا أصابك كرب فقل: "يا حي ياقيوم برحمتك أستغيث"، فإنه بلغني عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول ذلك عند الكرب. (القسم: ٢. رسالة الإمام مالك لهارون الرشيد)

والے دینُ اللہ کے شعائر کو کیسے چند لوگوں کے افعال کے سبب رگیدا جا سکتا ہے؟ جنونیت کا مقابلہ اس کے میدان میں اتر کر نہیں، اپنے دین کے مفاہیم و احکام سے جڑ کر انہی مفاہیم و احکام کے مطابق کیا جائے گا۔ مولوی صاحب سے گٹر کے ڈھکن کی تصویریں دکھا کر اور 'مولوی' کی اصطلاح کی تکرار تو ہم اہلِ دین کے اپنے 'بیانیے' اور 'دعوت' کے لیے نقصان کا سبب ہے۔ کیا مسلم معاشرہ 'عالم' جس کا ایک اصطلاحی لفظ و نام 'مولوی' عام ہو گیا ہے کہ بغیر ایک لمحہ بھی باقی رہ سکتا ہے، بلکہ معاشرہ ہی کیا، اگر علمائے دین مفقود ہو جائیں تو شعورِ آخرت و رضائے الٰہی کیا کہیں بچے گا؟

- اصل بات یہ ہے کہ دین کی تعلیمات عام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دین ہمیں آدابِ نوم و طعام سے لے کر احکامِ حکومت و عدالت تک سے بہرہ ور کرتا ہے۔ دینُ اللہ کے قیام کی ایک ایسی محنت کی ضرورت ہے کہ جو ہماری گلیوں میں کسی گالی دینے والے کو آدابِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق بھی روکے اور حکومتوں کی سطح پر حاکم کو بھی پابند کرے کہ وہ شریعتِ الٰہی سے رتی برابر بھی ادھر اُدھر نہ ہو۔ معاشرے کی تعلیم و تربیت، تزکیہ و احسان اور اسی معاشرے کو ہر برائی کے مقابلے کے لیے تیار کرنا آج اربابِ دین کی مسئولیت ہے، آج کی مسئولیت وہی مسئولیت ہے جو کل بلکہ اس جہان میں روزِ اول سے مکلفیت تھی!

یاسر قاضی، نعمان علی خان اور عمر سلیمان جیسے حضرات کا 'مسئلہ'

لڑکپن اور ابتدائے جوانی کا ایک کافی حصہ امریکہ میں مقیم ایک داعی 'یاسر قاضی' کو سنتے ہوئے گزرا۔ بنیادی موضوع تزکیہ و احسان ہی ہوتا تھا۔ ہزاروں نوجوان یاسر قاضی کی طرف رجوع کرتے۔ پھر صفوفِ جہاد میں آ جانے کے بعد یاسر قاضی صاحب کا حال معلوم نہ رہا۔ اسی جہاد میں جب شہروں کی طرف دوبارہ پلٹنا ہوا اور امرائے جہاد نے دعوتِ جہاد کے لیے نئے 'میدانِ عمل' انٹرنیٹ پر کام کرنے کا حکم کیا تو اس نئے میدان میں تزکیۂ نفس کے لیے انٹرنیٹ ہی کو کھنگالا۔ اس زمانے میں ہمارے مرشد ظہیر بھائی (اسامہ ابراہیم غوری شہیدؒ) ہم ساتھیوں کو تزکیۂ نفس کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب (دامت برکاتہم العالیۃ) کی مجالس میں جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور لے جایا کرتے تھے۔ ہم اپنے حالات کے سبب حضرت مفتی صاحب سے بس زیادہ سے زیادہ مصافحہ کر پاتے تھے، نجی محفل وغیرہ میں بیٹھنے کا موقع ہمیں میسر نہ تھا، سو ان باصفا حضرات کو اپنا کیا حال بتاتے اور کیا اصلاح لیتے؟ بہر کیف امراضِ انٹرنیٹ کی دوا ہمیں نعمان علی خان اور عمر سلیمان جیسے حضرات کے دروسِ تزکیہ میں مل گئی، یہ حضرات چونکہ اس دلدلِ انٹرنیٹ اور انٹرنیٹ کی ٹیکنالوجی جس گہوارۂ تہذیب میں پیدا ہوئی کو قریب سے دیکھتے تھے تو اسے جانتے بھی بہتر تھے اور اس کے مسائل کا حل بھی ان کے پاس تھا۔ دل بڑا شکر گزار بھی ہوا اور ان کے بتائے اعمال وغیرہ سے اصلاحِ احوال میں بھی مدد ملی۔

پھر زمانہ بدلا، شہروں سے پہاڑوں میں پہنچے۔ پھر وقت بدلا تو پھر شہروں میں پہنچے۔ ۲۰۱۵ء کی بات ہے کہ ایک ساتھی نے یاسر قاضی کی ایک ویڈیو دی جس کا عنوان تھا 'Should we listen to Anwar al Awlaki?'، اور ویڈیو میں یاسر قاضی کی داڑھی جو کبھی لحیۂ مسنونہ ہوا کرتی تھی انچ سوا انچ کی رہ گئی تھی۔ یاسر قاضی کی بدلی صورت اور ان کا کلام دیکھ سن کر بہت افسوس ہوا اور ساتھ ہی سوچتا رہا کہ آخر ایسا کیا سبب ہے کہ یاسر قاضی صاحب کو اپنی دعوت کو ایک نیا رخ دینا پڑا۔ یاسر قاضی نے شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ کو جذباتی قرار دیا اور ان کے افعال یعنی امریکہ کے خلاف جنگ کو اسی طرح غلط بیان کیا جس طرح امریکی خارجہ سیاست غلط ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے شیخ انور کے ساتھ شہید ہونے والے برادر سمیر خان کی موتِ شہادت کو غیر مفید اور 'dying foolishly' قرار دیا۔

آج یاسر قاضی صاحب، نعمان علی خان صاحب، عمر سلیمان صاحب وغیرہ اس حد تک کیوں آ گئے ہیں کہ ان کے اقوال و افعال 'نتیجتاً' اسلام کے غلبے کا سبب نہیں بلکہ اسلام کی 'مغلوبیت' ہی میں ممد و معاون ہیں۔ اس بارے میں لاکھ حسنِ ظن بھی رکھے جا سکتے ہیں اور لاکھ بدگمانیاں بھی! راقم السطور یاسر قاضی، نعمان علی خان اور عمر سلیمان جیسے حضرات کو کبھی موضوعِ گفتگو نہ بناتا لیکن مغربی دنیا ہی میں رہنے والے ایک صاحب کی 'ٹویٹ' نے میری توجہ حاصل کر لی۔ یہ ٹویٹ ٹوئٹر (حالیہ ایکس) پر بھی موجود ہے اور راقم کے پاس اس کے سکرین شاٹ بھی محفوظ ہیں، لیکن بوجوہ ان کا حوالہ یہاں نہیں دیا جا رہا (گو کہ مستقبل میں بوقتِ ضرورت دیا جا سکتا ہے)۔ ان مذکورہ صاحب کی تحریر کا خلاصہ راقم اپنی معلومات کے ہمراہ پیش کر رہا ہے، نیز ان معلومات کا ایک حصہ وکی لیکس میں بھی آ چکا ہے، اس سے ہمیں مغرب میں موجود یاسر قاضی، نعمان علی خان اور عمر سلیمان جیسے حضرات کا معاملہ سمجھنے میں آسانی ہو گی:

فدائی مجاہد 'عمر فاروق عبد المطلب' جو شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور جنہوں نے امریکہ میں ایک امریکی ہوائی جہاز میں فدائی حملے کی کوشش بھی کی لیکن ایک تکنیکی خرابی کے سبب ان کا فدائی حملہ کامیاب نہ ہو سکا (قدر اللہ وما شاء فعل) اور جن کے حملے کے بعد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وہ مشہور الفاظ امریکیوں کو مخاطب کر کے کہے کہ 'اگر ہمارا پیغام تم امریکیوں تک الفاظ کے ذریعے پہنچ سکتا تو ہمیں اسے جہازوں میں سوار کر کے تم تک نہ پہنچانا پڑتا'۔ یہ عمر فاروق عبد المطلب (فک اللہ اسرہ) شیخ انور العولقی سے وابستہ ہونے اور یمن میں جہادی تربیت حاصل کرنے سے قبل امریکہ میں یاسر قاضی صاحب کے 'المغرب انسٹی ٹیوٹ' میں شاگرد تھے اور یاسر قاضی صاحب کے حلقۂ درس سے وابستہ تھے۔

عمر فاروق عبد المطلب کا حملہ جب ناکام ہوا اور وہ گرفتار کر لیے گئے تو امریکی سی آئی اے نے ان کے بارے میں تحقیقات کیں۔ ۲۰۱۰ء میں یاسر قاضی سے سی آئی اے نے رابطہ کیا۔ سی آئی اے نے یاسر قاضی کو 'مغرب میں ماڈریٹ (معتدل) اسلام' کے لیے جاری مہم میں نہایت

اہم مقام کی پیشکش کی۔ یاسر قاضی صاحب پہلے سے ہی ایک بااثر ورسوخ آدمی تھے لہٰذا سی آئی اے ان کے اثر ورسوخ کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کئی ماہ کے دباؤ اور بلیک میلنگ کے بعد سی آئی اے یاسر قاضی کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ سنہ ۲۰۱۲ء میں ہیکرز کے عالمی نیٹ ورک 'انانمس (Anonymous)' نے سی آئی اے کے سرورز سے ایک کروڑ بیس لاکھ ای میلز ہیک کر کے لیک کیں جنہیں وکی لیکس نے شائع کیا۔

انہی ای میلز میں سے یاسر قاضی کے متعلق ای میلز ثابت کرتی ہیں کہ یاسر قاضی کو دباؤ اور دھمکیوں کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی گئی اور ان کے ادارے کو 'انتہا پسند' قرار دیا گیا اور انہیں علی التمیمی کا ساتھی بتایا گیا، علی التمیمی جو امریکہ میں تادم مرگ کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ علی التمیمی بھی ایک اور مسلمان عالمِ دین ہیں لیکن انہوں نے یاسر قاضی کے بالعکس امریکی سی آئی اے کے دباؤ کو قبول نہیں کیا نتیجتاً انہیں غداری کے الزام اور طالبان کی حمایت کے الزام میں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی اہم ہے کہ جیسا کہ ہم نے شروع میں یاسر قاضی صاحب کی ایک ویڈیو 'Should we listen to Anwar al Awlaki?' کا حوالہ دیا تو اسی ویڈیو میں یاسر قاضی صاحب خود کہتے ہیں کہ میں انور العولقی کو جانتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یاسر قاضی صاحب انور العولقی کو صرف جانتے نہیں تھے بلکہ یہ دونوں ایک زمانے میں دوست بھی رہے تھے۔ جس طرح علی التمیمی اور یاسر قاضی کو دھمکیاں دی گئیں اور بلیک میل کیا گیا بالکل اسی طرح انور العولقی کے ساتھ بھی کیا گیا، جب انور العولقی نے سی آئی اے کی پیشکش ٹھکرا دی تو خود شیخ انور العولقی کے قلم سے ظاہر ہونے والی تحریر 'Spilling the beans' جو مجلہ 'Inspire' میں شائع ہوئی میں درج ہے کہ شیخ انور امریکہ میں ایک دن ایک سڑک کے اشارے پر سرخ بتی کے سبب رکے اور ساتھ ہی ان کی گاڑی کی پیسنجر سیٹ کی کھڑکی کے شیشے کو کسی نے کھٹکھٹایا، شیخ نے شیشہ نیچے کیا تو وہاں ایک طوائف کھڑی تھی اور اس نے شیخ سے بات کرنا چاہی اور اسی لمحے دوسری طرف کے شیشے پر انتظامیہ کے اہلکار یا پولیس آ گئی اور انہوں نے شیخ انور کو ایک طوائف کو پیسے دینے کا الزام لگایا اور قانونی کارروائی شروع کی (امریکہ میں طوائف گردی ایک قانونی جرم ہے)۔ اس سب کے بعد شیخ انور نے امریکہ میں سکونت ترک کر کے برطانیہ کا رخ کیا اور پھر وہاں سے یمن کی طرف ہجرت کر لی جو شیخ کا آبائی وطن بھی تھا۔ امریکی بعد میں بھی شیخ انور کو پھنسانے اور ورغلانے کی کوشش کرتے رہے اور ناکامی کے بعد شیخ انور العولقی کو ان کے ساتھی سمیر خان سمیت امریکی ڈرون حملے میں نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا، بلکہ امریکیوں نے اس پر اکتفانہ کیا بلکہ شیخ کے چودہ سالہ بیٹے عبد الرحمن اور بعد میں شیخ کی آٹھ سالہ بیٹی نوار کو بھی قتل کر دیا۔

جس زمانے میں یاسر قاضی صاحب کے افکار میں تبدیلی آئی اسی زمانے میں نعمان علی خان صاحب اور عمر سلیمان صاحب کے مواقف اور حلیوں (سنت مقدار سے داڑھیاں چھوٹی کرنا وغیرہ) میں بھی تبدیلی واقع ہو گئی، بلکہ بعض مقامات پر یہ حضرات ہم جنس پرستوں کی مبہم حمایت کرتے یا حمایت کرنے والوں کے ساتھ بھی پائے گئے۔

بے شک یاسر قاضی صاحب جس دباؤ اور دھمکیوں اور الزامات سے گزرے ہیں اس کا تصور بھی ہر شریف النفس شخص کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ لیکن کاش مسئلہ صرف یاسر قاضی صاحب کی ذات کا ہوتا، کاش یاسر قاضی صاحب مقتدیٰ و پیشوا نہ ہوتے، وہ استاد و امام نہ ہوتے، کہ ان کے موقف میں تبدیلی ان کی ذات کی حد تک اثر انداز ہوتی، لیکن آج ان کا جہاد سے لے کر داڑھی جیسے ذاتی فعل تک رائے اور فیصلہ لاکھوں مسلمانوں کو متاثر کر رہا ہے۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ یاسر قاضی صاحب کے لیے آسانی کریں اور وہ مغرب ہی میں زندگی گزارنے کے بجائے ہجرت کا راستہ اپنائیں یا ایسی گوشہ نشینی اختیار کر لیں جس کے نتیجے میں امت کے نوجوان مزید گھن چکروں اور بے منزل غلام گردشوں میں بھٹکنے کے بجائے کسی صحیح راہ کی طرف سفر کر سکیں۔ ہجرت، قید اور شہادت بلاشبہ آسان راستے نہیں لیکن سلمانِ فارسی سے صہیبِ رومی رضی اللہ عنہما اور احمد بن حنبل سے ابنِ تیمیہ رحمہما اللہ اور انور العولقی رحمہ اللہ تک کا راستہ اختیار کرنا اخروی لحاظ سے آسان ہے۔

اللہ پاک مغرب میں رہنے والے اہلِ ایمان کے لیے آسانیاں فرمائے اور انہیں اور ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ ان سطور کا مقصد تنقیدِ محض نہیں بلکہ چند چھپے پہلو سامنے لانا اور دردِ دل کا بیان تھا، وما علینا إلا البلاغ!

بقیہ: عزت تو جہاد ہی سے ہے!

> ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں پھر، زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔“

رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ محض امت کو جہاد کی ترغیب دلانے یا جہاد کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے نہ تھے بلکہ صادق المصدوق اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کریں۔

میرے نوجوان بھائیو! اب ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اگر ہمیں عزت سے جینا ہے، اگر ہمیں اللہ کی رضا درکار ہے، اگر ہم باقی امت کا درد محسوس کرتے ہیں تو راستہ ایک ہی ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا ہے۔ بس کچھ قدم تو آگے بڑھ کر دیکھیں اللہ تعالیٰ کی نصرت ضرور ملے گی۔

اسلام کا مسافر!

وارن وائن سٹائن سے اسحاق بن سڈنی تک

شہید کماندان نعیم نور خان رحمۃ اللہ علیہ

اسحاق صاحب کے روزمرہ معمولات

اسحاق صاحب عام طور پر اپنا سارا دن دین سیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ فجر کے وقت بیدار ہوتے ہیں، اپنے ساتھ موجود محافظ ساتھیوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، اور جو اذکار وہ اب تک یاد کر چکے ہیں انہیں پڑھ کر ہلکی پھلکی سی ورزش (سٹریچنگ اور واک وغیرہ) کرتے ہیں۔

ورزش کے دوران، وہ عام طور پر شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ کے لیکچرز 'سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سنتے ہیں۔ شیخ انور العولقی کی سیرت والا پورا دورہ وہ پہلے بھی ایک بار ختم کر چکے ہیں اور اب دوبارہ شروع کر چکے ہیں۔ سیرت شروع کرنے سے پہلے وہ 'الرحیق المختوم' کتاب بھی مکمل پڑھ چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ تقریباً ۹ بجے ناشتہ کرتے ہیں اور پھر عام طور پر عربی زبان سیکھنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے پاس عربی زبان کا ایک مکمل کورس ہے جو مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کی جانب سے (غیر عرب افراد) کے لیے تیار کردہ ہے۔

چچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قبولِ اسلام کے ابتدائی مہینوں ہی میں 'اللغة العربية لغير ناطقين بها' کا کورس مکمل کر لیا تھا۔ یہ کورس ویڈیو کلاسز پر مشتمل تھا جو کہ ٹورنٹو۔ کینیڈا میں عربی زبان کے مایہ ناز استاد پروفیسر آصف علی مہر نے کروایا تھا۔ یہ کورس انٹرنیٹ پر بہت عام ہے۔ چچا اسحاق کی بہت خواہش تھی کہ اگر میں اپنے وطن واپس گیا تو کینیڈا جاکر پروفیسر آصف علی مہر سے ضرور ملاقات کروں گا اور ان کا شکریہ ادا کروں گا کہ ان کی محنتوں کی بدولت میں عربی زبان اور اسلام کے بہت سے احکام سیکھ پایا۔ یہاں یہ بات مدِ نظر رہے کہ پروفیسر آصف علی مہر اور ان کے ادارے کا القاعدہ یا کسی بھی جہادی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ فقط اتفاقاً ایک مجاہد بھائی نے انٹرنیٹ پر عربی سیکھنے کی غرض سے سرچ کی تو انہیں ان محترم پروفیسر صاحب کے لیکچرز مل گئے، جنہیں وہ بھائی لے کر وزیرستان آگیا۔ مگر کچھ ہی عرصے میں ان کے لیکچرز مجاہدین کی صفوں میں اتنے 'وائرل' ہوئے کہ بیسیوں غیر عرب مجاہدین نے ان کی بدولت عربی زبان سیکھی۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

الحمدللہ، اسحاق صاحب نہ صرف عربی زبان سیکھتے ہیں، بلکہ اپنے اردگرد کے بھائیوں کو بھی سکھاتے ہیں! لہٰذا، یہ جگہ کسی تعلیمی ادارے کا تاثر دیتی ہے۔ پھر ظہر سے پہلے تھوڑا سا آرام کرتے ہیں اور پھر جماعت سے ظہر ادا کرتے ہیں۔ ظہر کے بعد تمام ساتھی اجتماعی تعلیم میں انگریزی زبان میں 'ریاض الصالحین' کا کچھ حصہ مطالعہ کرتے ہیں۔

چونکہ اسحاق صاحب کم از کم دو مرتبہ سیرت ختم کر چکے ہیں، اس لیے جیسے ہی کوئی ساتھی حدیث سناتا ہے تو اسحاق صاحب اکثر حدیث سے حاصل ہونے والے عملی اسباق پر گفتگو کرتے ہیں۔ تمام ساتھی پھر سے عربی زبان کی تعلیم میں لگ جاتے ہیں جو تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہتی ہے۔ اسحاق صاحب عام طور پر عصر سے پہلے کچھ آرام کرتے ہیں اور پھر جماعت سے نمازِ عصر ادا کرتے ہیں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے وہ سستانے کو لیٹ جاتے ہیں تو تب بھی کان میں مستقل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروس سنتے رہتے ہیں۔ اسی طرح روزمرہ کی واک (جو کہ وہ گھنٹوں کرتے ہیں) اس میں بھی وہ وقت سے استفادہ کرتے ہوئے مستقل دروس سنتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دن میں وہ کم از کم ایک مرتبہ ایک ساتھی کے سامنے (اونچی آواز سے) نماز پڑھتے ہیں تاکہ نماز میں اگر اب بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو دور ہو سکے۔ اپنی تلاوت بہتر بنانے کے لیے وہ اسی بھائی کو قرآن کا کچھ حصہ بھی پڑھ کر سناتے ہیں۔ تمام ساتھی مغرب اور عشاء کی نماز بھی باجماعت ادا کرتے ہیں۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد، وہ عام طور پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہوئے ایک یا دو گھنٹے پھر سے واک کرتے ہیں اور تقریباً ساڑھے دس بجے سو جاتے ہیں۔

ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد، ان کے اور ان کے اردگرد بھائیوں (محافظوں) کے درمیان تعلقات بہت دوستانہ اور محبت بھرے ہو چکے ہیں۔ ساتھی ان کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے ہیں اور اسحاق صاحب انہیں نصیحتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور وہ چیزیں سکھاتے رہتے ہیں جو عموماً معمر حضرات اپنی عمر کے تجربوں سے سیکھتے ہیں۔ بعض اوقات سب ساتھی مل کر اسحاق صاحب کے کمرے میں ان کی ہدایت کے مطابق کھانا بھی پکاتے ہیں۔ لہٰذا مجموعی طور پر بحمد للہ ان کا ماحول اچھا اور صحت مند ہے۔

یہ مزمل فیصل بھائی کا خط ہے جو انہوں نے چچا اسحاق کو رمضان کی آمد پر ان کی زندگی کا پہلا روزہ رکھنے کے موقع پر لکھا:

> "پیارے اسحاق بھائی! آپ کا پہلا روزہ کیسا ہے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے آسان بنائے گا۔ پیارے بھائی صبر کے بہت ثواب اور فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'۔ روزہ عبادت کی ایک ایسی قسم ہے جس میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، اور (اس کے بدلے) ہم اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہیں، جو سب کچھ دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ وہ آپ کو اس فانی دنیا میں اور آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں بہترین اجر سے نوازے۔ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
>
> آپ کے اسلامی بھائی"

اور یہ چچا اسحاق کی جانب سے اس خط کا جواب ہے:

"اے دین اسلام کے میرے بھائیو، میں آپ کے خط لکھنے کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا پہلا روزہ تقریباً مکمل ہونے والا ہے۔ الحمدللہ یہ بہت اچھا گزرا۔ میں روزے کے دوران مطالعہ اور تلاوت کے لیے اپنا قرآن اور اپنی عربی کتابیں ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ ابھی تک ہماری نئی جگہ پر نہیں لائی گئیں۔ اس جگہ پر کوئی کمپیوٹر بھی نہیں ہے اور میرا کمپیوٹر خراب پڑا ہوا ہے۔ ماشاءاللہ، یہ نئی جگہ... اُس جگہ سے بہت بہتر ہے جہاں ہم پہلے تھے۔ میرے کمرے میں ایک ایئر کنڈیشنر بھی ہے جو بجلی آنے پر کام کرتا ہے۔ اس سے میرے دمہ کے مرض میں کافی مدد ملتی ہے۔ اس کو میری خوش قسمتی کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے روزے کے لیے صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں روزانہ یاد کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو سنے گا اور ان کا احسن طریقے سے جواب دے گا کیونکہ ہم سب اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ آپ کا اسلامی بھائی اسحاق!"

یہ فیصل مزمل بھائی (عرف عثمان) کی طرف سے چچا اسحاق کے نام ایک اور خط ہے جس میں ان کی نئی جگہ پر شفٹنگ کے حوالے سے بات کی گئی ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیارے اسحاق بھائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو بتانے آیا تھا لیکن شاید آپ سو رہے تھے۔ ایک ساتھی نے آکر بتایا ہے کہ آج رات افطار کے بعد ہم اپنی نئی جگہ منتقل ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو پیکنگ کے لیے کوئی مدد درکار ہو تو یہ بھائی اور مجھ سمیت دیگر ساتھی موجود ہیں۔ والسلام... عثمان

جب میں ان سے ملنے گیا تو میں نے بھائیوں سے کہا کہ وہ میرا بستر اسحاق صاحب کے کمرے میں ہی لگا دیں اور یہ گیارہ راتیں میں ان کے کمرے میں ہی سوتا رہا۔ اپنے دن کا بڑا حصہ میں ان کے کمرے میں ہی گزارتا تھا۔

میں نے ان کے لیے ایک آسان سا ابتدائی نصاب بنایا ہے جو درج ذیل ہے:

- سیرت النبی ﷺ... از شیخ انور العولقی (جسے وہ ایک بار مکمل کر کے دوسری مرتبہ شروع کر چکے ہیں)۔
- ایک بھائی کو دن میں کم از کم ایک بار نماز پڑھ کر سنانا تاکہ ان کے نماز کے معیار کو بہتر بنایا جائے۔
- اسی بھائی کے ساتھ دن میں کم از کم ایک بار قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھنا... تاکہ تلاوت بہتر ہو سکے۔
- عربی زبان... جو وہ پہلے ہی سیکھ رہے ہیں۔ اور بحمد اللہ وہ بہت تیزی سے اس علم میں ترقی کر رہے ہیں۔

اسی طرح میں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت شروع کرنے کا بھی ان کو کہا ہے... دونوں شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں موجود ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ جلد ہی یہ دونوں سیرتیں بھی مکمل کر لیں گے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے کے لیے کیا نصاب بنانا ہے۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ اپنی تجاویز بھیجیں۔ انہوں نے صلاح الدین ایوبی کی تاریخ بھی پڑھ لی ہے جو میرے ملنے سے پہلے ہی کسی بھائی نے انہیں دی تھی۔

ان کی تربیت کے حوالے سے، میری خواہش ہے کہ ان کو تدریج کے ساتھ بڑھنا چاہیے۔ اس لیے شروع میں پیچیدہ اور بڑے درجے کی کتابیں ان کے سامنے رکھنے کی بجائے، میں انہیں بنیاد سے لے کر چلنا چاہتا ہوں۔ اور جس طرح وہ آگے بڑھ رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے مجھے امید ہے کہ ان شاءاللہ ہم جلد ہی ان کو ایسی کتابیں دینے کے قابل ہو جائیں گے جو جدید مسائل سے متعلق ہیں۔ ہم صرف اس وقت ان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ جدید دور کے مسائل پر ان کی گرفت بآسانی ہو سکے۔

ایک شبہ!

بھائیوں کے ذہنوں میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ 'کیا اسحاق صاحب یہ سب افعال اخلاص سے کر رہے ہیں؟' جیسا کہ میں نے اوپر بھی بیان کیا کہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ انسان کمزور ہے اور اس کی بصارت محدود ہے۔ اور سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ہم اپنی تمام صلاحیتوں، مشوروں اور استخاروں کے باوجود بھی صرف ایک محدود حد تک ہی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے ہدایت اور بصیرت کے طلب گار ہوتے ہیں اور اسی پر ہمیں توکل ہے۔ اس دنیا میں کوئی نہیں جان سکتا کہ کسی اور کے دل میں دراصل کیا پنہاں ہے؟! اسی لیے ہمیں لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہر کے مطابق پیش آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

لیکن چونکہ یہ ایک بہت ہی فطری سا سوال ہے اور مجھ سمیت ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے، اس لیے میں نے اس کے بارے میں گہرائی سے سوچا، اور جن دنوں میں اسحاق صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں رہ رہا تھا تو اس موضوع کی جانچ کے لیے میں بہت سی

چیزیں نوٹ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ان کے ساتھ مستقل رہنے والے ساتھیوں سے بھی کھل کر اس موضوع پر مشورے میں رہا۔ ان کے کمرے میں میرے قیام نے بحمد اللہ میری توجہ بہت سے امور کی جانب مبذول کروائی جنہیں میں بعد میں زیرِ تحریر لاؤں گا۔

سب سے پہلے، اب تک کے تمام مشاہدات اور پہلے سے طے شدہ تجزیوں کے بعد، میں نے ابھی تک کوئی ایک چیز بھی اتنی ٹھوس نہیں پائی کہ میں یہ دعویٰ کر سکوں کہ اسحاق صاحب کوئی چال چل رہے ہیں... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے! اور نہ ہی میں نے دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے سات گھنٹے روزانہ ان کے ساتھ رہنے والے بھائیوں کی زبانی کچھ بھی ان کے بارے میں ایسا سنا ہے جو مجھے شک میں ڈال دے۔

اس کے برعکس کئی چیزیں ایسی ہیں جو مجھے یہ یقین کرنے پر ابھارتی ہیں کہ اسحاق صاحب کے یہ افعال دھوکہ نہیں ہیں... اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کے دلوں سے باخبر ہے! ان میں سے کچھ چیزیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

پچھلے نومبر سے اسحاق صاحب کو بہت قریب سے دیکھ کر، ان سے بڑے پیمانے پر پوچھ گچھ کر کے اور تفتیشی سیشنوں کے دوران کے ان کے سابقہ رویے اور اس میں آنے والے تمام اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر، مجھے نہایت حیرت ہو گی اگر اسحاق صاحب یہ سب کچھ ہمیں دھوکہ دینے کے لیے کر رہے ہوں۔

انہوں نے راتوں رات اسلام قبول نہیں کیا! میں نے اسلام کے بارے میں ان کے رویے میں بڑھتی ہوئی ان تبدیلیوں کو باریکی سے دیکھا ہے، جن کا شروع میں کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ ان میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہوا کہ ان کے لوگ اخلاقی لحاظ سے نہایت پست درجے کے ہیں... ابھی مذہبی نقطہ نظر شروع نہیں ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے قرآنی آیات کو ذرا دلچسپی سے سننا شروع کر دیا۔ یہ دلچسپی رفتہ رفتہ بڑھتی گئی اور انہوں نے کچھ قرآنی آیات کا انگریزی ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر انہیں اچھا لگتا تھا جب ہم انہیں کچھ مخصوص قرآنی آیات پڑھ کر سناتے اور انگریزی مصحف سے ان کا ترجمہ پڑھ کر سناتے... یا اسی طرح جب ہم انہیں رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی قصہ سناتے تو اسحاق صاحب بڑے شوق سے سنتے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے خود انگریزی مصحف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ کبھی کبھی جب انہیں 'خدا/God' کے بارے میں کچھ بات کرنی ہوتی ہے تو وہ 'اللہ/ Allah' کہہ جاتے ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے وہ صرف 'God' کہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو کیا وہ اپنی اہلیہ اور خاندان کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے کہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہیں؟ پھر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان کے یہاں (یعنی قید میں) ہونے کی کوئی وجہ ہے اور وہ بہت سی چیزوں کے بارے میں فکر مند رہے۔ میں نے انہیں یہ قرآنی آیت دکھائی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

''کہہ دو کہ؛ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

میں انہیں مسلسل کہتا کہ اللہ سے اپنے لیے آسانیاں مانگیے اور وہ جواب دیتے کہ میں ایسا کر رہا ہوں اور قرآن بھی پڑھ رہا ہوں۔ ایک موقع پر (جو مجھے یاد ہے) میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ انہیں حق کو قبول کرنے میں اپنے گھر والوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کے گھر والے انہیں قیامت کی ہولناکیوں سے نہیں بچا سکتے۔ وہ ان تمام باتوں کو بڑی سنجیدگی سے سنتے تھے۔ اور آخری دن میں نے انہیں بہت دوٹوک الفاظ میں کہا کہ اگر اسلام قبول کیے بغیر آپ کو موت آ گئی تو سیدھا جہنم میں جائیں گے۔ اور اس سب کے آخر میں ان کا یہی تبصرہ تھا کہ 'مجھے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کی کوئی وجہ ہے'۔ وہ اپنی قید کے بارے میں بات کر رہے تھے۔

نوٹ: اگلے چند نکات وہ مشاہدات ہیں جو میں نے اسحاق صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں تقریباً گیارہ دن رہتے ہوئے کیے تھے۔

- جب میں نے (ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد) انہیں پہلی بار دیکھا تو میں نے کوئی بھی ایسی چیز ان میں نہیں دیکھی جس کی بنیاد پر میں یہ کہہ سکوں کہ انہوں نے دنیاوی فائدے کے لیے اسلام قبول کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہوا، میں نے جس چیز کا ان میں اضافہ دیکھا وہ ان کے چہرے پر ایمان کا نور تھا۔ اسحاق صاحب کے امور کے ذمے دار بھائی نے بھی اس بات کا مشاہدہ کیا تھا۔
- میں نے انہیں اپنی عبادتوں پر ڈٹنے والا پایا۔ مثال کے طور پر، میں نے انہیں کبھی نماز میں تاخیر کرتے نہیں دیکھا... اور شاید واللہ اعلم ایک بار بھی نہیں۔ جس لمحے بھائی اذان دیتے ہیں، اسحاق صاحب ہی شاید وہ پہلے شخص ہوتے ہیں جو اٹھ کر نماز کی تیاری شروع کرتے ہیں۔ بعض اوقات بھائی عربی کی کلاس کے اختتام پر آرام کا وقفہ کرتے ہیں۔ اسحاق صاحب بڑھاپے کی وجہ سے تھک جاتے ہیں اور تھوڑا سستا رہے ہوتے ہیں لیکن اذان سنتے ہی فوراً وہ اپنا بستر چھوڑ کر وضو کے لیے اٹھ جاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے رب کے حضور طویل دعائیں کر رہے ہوتے ہیں اور بظاہر وہ اس طرح اپنے ذہن کو اللہ کی طرف مرکوز کر رہے ہوتے ہیں۔ سبحان

اللہ، انہوں نے مجھے عالمِ غرب کے بعض نومسلموں کی یاد دلا دی ہے جن کا عبادت کے لیے اخلاص اور جذبہ ان پر پہلی نظر میں ہی نظر آ جاتا تھا۔

- میں نے انہیں کئی مرتبہ غیبت کے حوالے سے بہت محتاط دیکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ساتھ رہنے والے کسی محافظ بھائی کے بارے میں کوئی عمومی سی بات بھی بتا رہے ہوتے ہیں تو اس میں بھی اس کا نام نہیں لیتے کہ کہیں یہ جملہ غیبت میں نہ چلا جائے۔ کم از کم میری عقل میں، کوئی شخص جتنا تصنع بھی کر لے اپنے گفتار میں اتنی احتیاط نہیں کر سکتا۔
- میں نے انہیں بہت سے مواقع پر بھائیوں کی عملاً مدد کرتے دیکھا ہے... مثلاً نماز کی چادر بچھانے...اسے لپیٹنے میں، بستر یا میز کو اپنے کمرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہوئے وغیرہ۔ میں نے ان میں سخاوت بھی پائی... وہ اپنی کھانے کی چیزیں بزور ساتھیوں کو دیتے ہیں، جس طرح خاندانوں میں بوڑھے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔
- انہوں نے مجھے ایک بار بتایا کہ کبھی کبھار جب انہیں لگتا ہے کہ وہ چیزوں کو بہت جلد بھول جاتے ہیں (مثلاً بھول کر بائیں ہاتھ سے کھانا پینا وغیرہ) تو وہ اللہ سے شرمندگی سے سوال کرتے ہیں کہ 'یا اللہ کیا مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے؟ مجھے امید یہی ہے کہ آپ مجھ سے ناخوش نہیں ہوں گے!' اور انہوں نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور مجھے دکھایا کہ وہ ایسے کرتے ہیں۔ سبحان اللہ، وہ جو کچھ کہہ رہے تھے اس میں بہت سچے نظر آ رہے تھے... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے!
- انہوں نے کبھی بھی مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے اپنی رہائی کے موضوع کو قبولِ اسلام سے نہیں جوڑا۔ اس کے برعکس میں نے انہیں کئی مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنا سب کچھ اللہ کو سونپ دیا ہے۔
- میں نے ایک بار ان سے پوچھا کہ اگر وہ اُس رات (قبولِ اسلام کے بعد) فوت ہو جاتے تو کیا وہ خود کو کامیاب سمجھتے؟ اور انہوں نے مضبوطی سے اثبات میں جواب دیا؛ جی ہاں! میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کو موت کا کوئی خوف ہے، تو کہنے لگے؛ نہیں!
- جب میں ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی جگہ سے رخصت ہو رہا تھا، تو میں نے شیخ انور العولقی کے چند ویڈیو کلپس ساتھیوں کو دیے تھے کہ یہ وارن وائن سٹائن کو دکھایئے۔ بعد میں اسحاق صاحب نے مجھے بتایا کہ جن چیزوں نے انہیں اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرنے پر اکسایا ان میں سے ایک شیخ انور العولقی کا وہ ویڈیو لیکچر تھا جس میں انہوں نے کسی انسان کی زندگی میں پیش آئے اس موقع کے بارے میں بات کی تھی جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی بندے کو "کسی نیک عمل کی توفیق" سے نوازتا ہے۔ یہ لمحہ اس کی زندگی اور اس کی دنیا کو مکمل طور پر بدل دیتا ہے! سبحان اللہ، میں بخوبی سمجھ گیا کہ اسحاق صاحب کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں کیونکہ میں ایک ایسے بھائی کو جانتا ہوں جس نے اپنی زندگی کے ایک مرحلے پر یہی لیکچر سن کر زندگی بدلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسحاق صاحب نے اس کلپ کو میری اور ان کے درمیان اوپر درج گفتگو کے فوراً بعد دیکھا۔ پس یہ کلپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے رحمت ثابت ہوا۔ (یہ کلپ اس رپورٹ کے ساتھ ہی میں بھیج رہا ہوں) براہ کرم اسے '۸:۳۰' سے '۱۹:۳۰' تک دیکھیں۔ اور کچھ لمحے کے لیے خود کو اسحاق صاحب کی جگہ رکھ کر تصور کریں کہ کس طرح اس کلپ کا ان پر اثر پڑا ہو گا اور اسلام قبول کرنے کے لیے ان کا دل کس حد تک اس کلپ سے کھلا ہو گا۔
- انہوں نے مجھے عمومی گپ شپ میں یہ بھی بتایا کہ انہوں نے (اسلام قبول کرنے کا) فیصلہ انتہائی احتیاط سے کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ کبھی اس فیصلے کو بدلیں گے تو وہ (اللہ کی پکڑ میں آ کر) بڑی مصیبت میں جا پڑیں گے۔
- ایک دفعہ میری غیر موجودگی میں کئی دنوں تک ان کے دانت میں شدید درد رہا۔ انہوں نے اس درد کی شدت کو ساتھیوں کے سامنے نہایت معمولی سے انداز میں بیان کیا۔ بعد میں جب میں ان سے ملنے گیا تو (ان کے بولنے کے انداز سے) مجھے معلوم ہوا کہ درد بہت شدید تھا اور ان کے مطابق یہ ان کی زندگی کے چند انتہائی تکلیف دہ دن تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں صبر کر رہا ہوں۔
- ایک دفعہ وہ کچھ باتوں پر پریشان تھے اور کھانا بھی نہیں کھا رہے تھے۔ بارش کا دن تھا اور ایک بھائی ان کی جگہ سے کچھ دور گیا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ بھائیوں نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اس بھائی کو ان کے (یعنی اسحاق صاحب کے) کسی کام یا اس طرح کے کام کے لیے بھیجا ہوا ہے۔ اسحاق صاحب کو بہت دکھ ہوا اور بھائیوں سے پوچھا کہ انہوں نے اس بارش کے موسم میں اسے کیوں بھیجا وہ کسی مصیبت میں پڑ سکتا ہے! اسحاق صاحب نے یا تو اللہ

سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی بحفاظت واپسی کی دعا کی یا پھر ارادہ کیا کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بھائی کو بحفاظت واپس لے آئے تو کھانا شروع کر دیں گے۔ اور چند منٹوں میں بھائی آ گیا۔ اسحاق صاحب بہت خوش ہوئے اور آج تک اس واقعہ کو اپنی دعا کی قبولیت کے طور پر (بڑے جوش سے) بیان کرتے ہیں۔ اس چھوٹے سے واقعے سے اسحاق صاحب کا دل بہت مطمئن اور پُر سکون نظر آتا ہے، اور ان کو اپنے رب سے گمان ہے کہ اللہ ان کے ساتھ اپنا خاص کرم فرما رہا ہے۔

- ایک بار ہمارے قریب کے علاقے میں طاغوتی فوجوں کی طرف سے مارٹر کی گولہ باری شروع ہو گئی اور ہمیں معلومات ملیں کہ بہت سے لوگ اس میں شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے کچھ بھائیوں سے جو عمومی روٹین کی گفتگو میں مصروف تھے کہا کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں بہنوں کے لیے دعا کریں… کیونکہ حالات اب بھی کشیدہ تھے اور گولہ باری کا سلسلہ وقفے وقفے سے جاری تھا۔ بھائیوں نے شاید بعد میں دعا شروع کر لی ہو گی لیکن میں نے سرِ دست تو ان کے رویے میں فوراً کوئی تبدیلی نہیں دیکھی۔ مگر جب میں نے اسحاق صاحب سے علیحدہ سے دعا کی درخواست کی… اور وہ اس وقت بیت الخلاء جا رہے تھے… تو ادھر ہی رک گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کے دربار میں محوِ دعا ہو گئے۔
- وہ قرآن کی مختصر سورتیں حفظ کر رہے ہیں، اس لیے میں کبھی کبھی نمازِ مغرب میں بالقصد وہ سورتیں پڑھ لیتا تھا جو وہ اس وقت سیکھ رہے تھے۔ تاہم میں نے ان سے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ ایک دن جب میں ان کی جگہ سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے اس عمل پر میرا شکریہ ادا کیا اور مجھے ’جزاک اللہ خیرا‘ کہنے کے لیے خاص (اپنے کمرے سے) آئے۔
- اسحاق صاحب کا اسلام قبول کرنے سے پہلے کمرہ نہایت اندھیرا اور بیت الخلاء کا منظر نہایت ناگوار ہوتا تھا! اب الحمدللہ یہ کمرہ بالکل کسی بھی اور کمرے کی طرح ہے۔ بیت الخلاء بھی صاف ستھرا اور مرتب ہے۔ بھائی ضرورت پڑنے پر ان کا بیت الخلاء بھی استعمال کر لیتے ہیں… جبکہ اس سے پہلے بہت سے لوگ اس کام کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے! تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں اسلام سے نوازا۔
- ایک بار عمومی بات چیت میں، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سوچ رہے ہیں کہ وہ امریکہ واپس جاتے ہوئے ہوائی جہاز میں اپنی نمازوں کے اوقات کا انتظام کیسے کریں گے۔ اتنے لمبے سفر کی بابت بھی ان کی سب سے اول فکر نماز کے اوقات کے بارے میں تھی۔ ایک بار وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا میرے لیے ان کے گھر کے قریب کی مسجد کو جاننے کے لیے انٹرنیٹ پر سرچ کرنا ممکن ہے پھر خود ہی کہنے لگے کہ میں رہا ہو کر یہ کام خود ہی کر لوں گا۔ (اصل الفاظ اب مجھے یاد نہیں تاہم،) یہ جان لیں کہ انہوں نے ان باتوں کا اظہار صرف ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران کیا تھا اور مجھے نہیں لگتا کہ یہ سوچے سمجھے کسی پلان کے تحت تھا۔
- میں نے انہیں ایک بہت ہی خوبصورت ویڈیو نشید (اپنے کمپیوٹر پر) دکھایا جس میں منشد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت و حمد بیان کر رہا ہے۔ نشید عربی میں انگریزی سب ٹائٹلز کے ساتھ تھا۔ اسحاق صاحب کو یہ بہت پسند آیا اور انہوں نے بعد میں مجھ سے کہا کہ میں انہیں بھی یہ ویڈیو نشید کاپی کر دوں۔

یہ چند نکات اور مشاہدات تھے… ان کے قبل از اسلام اور اس کے بعد کے… جو ہمیں ان کی سچائی کے کچھ اشارے دیتے ہیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی یہ نہیں جان سکتا کہ کسی اور کے دل میں کیا بات ہے اور ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ ظاہری بنیادوں پر لوگوں کا فیصلہ کریں۔ ان شاء اللہ میں آپ بھائیوں کو وقتاً فوقتاً اسحاق صاحب اور ان کے معمولات سے باخبر رکھوں گا۔ میرا آپ حضرات کے لیے مشورہ ہے کہ بعض سمجھدار اور تجربہ کار بھائیوں کو پانچ سات دن کے لیے اسحاق صاحب کی جگہ پر بھیجیں تاکہ اسحاق صاحب اور ان کی زندگی کا مشاہدہ کیا جا سکے۔ میرے خیال میں محب اللہ (جعفر) یا عزام مناسب ہوں گے۔ کیونکہ یہ اسحاق صاحب کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

یہ ہمارے آپس میں باہمی مشورے کے لحاظ سے بھی ان شاء اللہ مفید ہو گا جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ اور ان (اہلِ ایمان) کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

الحمدللہ! مجاہدین کی قیادت نے اس معاملے کو سنجیدگی سے لیا اور چچا اسحاق سے مجاہدین قیادت کی ملاقاتوں کا انتظام کیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 106 پر)

کتابِ عظیم

سبیل سالک

جرمنی روانہ کرنے کے لیے اس کے تمام گھر والے ایئر پورٹ پر آئے تھے۔ حسینہ خاتون اور دادو تو اس کو الوداع کہتے ہوئے زار و قطار رو رہی تھیں۔ حماد عمر نے بھی انہیں نم آنکھوں سے الوداع کہا۔ وہ سب جانتے تھے... وہ جس دنیا میں جا رہا تھا... وہاں کی چکا چوند دیکھ کر کم کم لوگ ہی واپس آپاتے تھے۔ وہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روشن مستقبل کے حوالے کر رہے تھے۔

وہ سب اداس تو تھے... مگر خوش اور مطمئن بھی تھے۔ اگر ان میں سے کوئی خوش اور مطمئن نہ تھا تو وہ عماد عمر کی دادو اور عماد عمر خود تھا۔ کچھ دن پہلے والا جوش و خروش اب عماد عمر میں ناپید تھا۔ اس کا دل یورپ اور خصوصاً جرمنی سے بہت برا ہو گیا تھا۔

جہاز میں بھی سارا وقت وہ بجائے اپنی نئی زندگی کے بارے میں سوچنے کے کچھ اور ہی سوچتا رہا تھا۔ پورے دن کے سفر کے بعد جب وہ ہیمبرگ کے ایئر پورٹ پر اترا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ ایک تو شاید اس کا جرمنی سے کچھ خاص ہی دل کھٹا تھا یا پھر جرمن اصل میں ہی بہت اکھڑ قوم تھی۔ ایئر پورٹ سے باہر نکل کر اپنے ہوٹل تک پہنچنے میں وہ جرمن لوگوں سے مزید بے زار ہو چکا تھا۔

یہ حالت چند دن ہی برقرار رہی۔ وہ جلد ہی جرمنی اور یونیورسٹی لائف میں سیٹل ہو گیا۔ چند ماہ میں ہی وہ یہاں کے کلچر اور یہاں رہنے سہنے کے رواج سے بھی واقف اور اس کا عادی ہو گیا۔ ویسے بھی یہاں زندگی پاکستان کی نسبت بہت آسان اور پر کشش تھی۔ دنیا اپنے ہاتھ پھیلائے ہر ایک کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے بے چین کھڑی تھی۔

دن یوں ہی گزرتے رہے۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے۔ چار سال کا عرصہ پلک جھپکتے ہی گزر گیا۔ عماد عمر اس دوران ہر سال پاکستان کے چکر لگاتا رہا۔ دادو اس کو دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھیں۔ جرمنی جا کر وہ دین سے دور ہونے کی بجائے گناہ اور دنیا کی دوڑ میں کھوکھلا معاشرہ دیکھ کر اپنے دین کے مزید قریب ہو گیا تھا۔ نمازیں تو وہ پاکستان میں بھی باقاعدگی سے پڑھتا تھا مگر جرمنی جا کر تو اس نے داڑھی بھی رکھ لی تھی اور ہمبرگ کے ایک اسلامک سینٹر سے مستقل طور پر وابستہ ہو گیا تھا۔ وہاں پر ہونے والے دروس اور سٹڈی سرکلز میں وہ باقاعدگی سے شریک ہوتا تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ اس کے ساتھ جرمنی جانے والے دیگر نوجوانوں کی برعکس اس نے اپنا دینی و ملی تشخص ہاتھ سے جانے نہ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

فروری کی اس ٹھنڈی صبح عماد عمر کو اپنے ہاسٹل سے باہر نکلنا پڑ گیا تھا۔ اس کا روم میٹ ایک پاکستانی تھا جس کو گزشتہ رات سے بہت سخت بخار ہو رہا تھا۔ فجر کی نماز کا وقت داخل ہونے ہی والا تھا کہ یکایک اس کی حالت مزید بگڑ گئی تھی۔ عماد عمر کی طرح جرمنی میں علی کا بھی کوئی رشتہ دار نہیں تھا اس لیے اس کا دینی اور ملی فرض تھا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ہسپتال لے کر جائے۔

آج وہ یونیورسٹی بھی نہ جا سکا تھا۔ ہسپتال پہنچے تو علی کو ایڈمیٹ کر لیا گیا۔ اس کی حالت کافی خراب تھی۔ عماد عمر کو دوا لینے بھیج دیا گیا۔

ہسپتال کی فارمیسی میں دوا ختم تھی یا پھر فارمیسی والے نے پاکستانی مسلمان دیکھ کر جھوٹ بول دیا تھا کہ دوا ختم ہے... عماد جان نہ سکا۔ وہ وہاں سے نکل کر قریبی بازار کی جانب بڑھ گیا۔ جرمنی میں ایسے واقعات ہو جانا ایک عمومی بات تھی۔ وہ جب سے آیا تھا نجانے کتنی بار مسلمانوں سے نفرت کرنے والے لوگوں کا نشانہ بنا تھا۔ کئی دفعہ دکاندار جان بوجھ کر اس کو انتظار کروائے رکھتے جبکہ وہ بہت سے لوگوں سے پہلے کا وہاں کھڑا ہوتا۔ کئی دفعہ راہگیر اس کا اسلامی حلیہ دیکھ کر اسلام کے خلاف کوئی سخت جملہ بول کر جاتے۔ نفرت بھری نگاہیں اور مسلمانوں کو گالیاں بک کر جانا تو اب گویا ان کے لیے ایک عمومی چیز بن چکا تھا۔ کئی دفعہ تو یونیورسٹی کیمپس میں بھی مسلمانوں پر اسلام دشمن گینگز حملہ کر چکے تھے۔

مگر ان سب چیزوں کا اب وہ عادی ہو گیا تھا۔ شروع میں عماد عمر کو بہت غصہ آتا تھا، بہت سخت توہین کا احساس ہوتا تھا مگر آہستہ آہستہ اس کو اس رویے کی عادت ہوتی چلی گئی تھی۔

یخ بستہ اس صبح سڑکوں پر بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے۔ دکانیں بھی ابھی کھلنا شروع ہی ہوئی تھیں۔ اچانک عماد عمر بری طرح چونکا۔ ہسپتال کے دائیں جانب کو بنے فٹ پاتھ پر ایک برقعہ پوش خاتون دس سالہ بچے کا ہاتھ پکڑے بس سٹاپ کی جانب بڑھتی نظر آ رہی تھیں۔ ان دونوں ماں اور بیٹے میں کوئی عجیب بات تو نہ تھی مگر ان دونوں کے تعاقب میں آتے ایک دیوہیکل جرمن نے اس کو رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ گوراچٹا جرمن سر پر گرم ٹوپی اور چہرے کے گرد مضبوطی سے مفلر باندھے ہوئے تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نہ تھا۔ مگر اس کے چلنے کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ وہ ان دونوں مسلمان ماں بیٹے کی جانب کسی اچھی نیت سے نہیں بڑھ رہا۔

اس سے پہلے کہ عماد عمر کچھ سمجھتا جرمن مرد برقعہ پوش خاتون کے سر پر پہنچ گیا اور پوری قوت سے ان کو ایک بھرپور لات سر پر رسید کی جس سے وہ کسی کٹے ہوئے تنے کی طرح سڑک پر دور جا گریں۔ ایک آدھ راہگیر نے اچٹتی سی نگاہ اس حادثے پر ڈالی اور آگے روانہ ہو گیا۔

یہ منظر دیکھ کر عماد عمر کا دماغ غصے کی شدت سے کھول گیا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، دوائی لینا تک بھول گیا اور اس جرمن کی طرف اندھا دھند دوڑ پڑا۔ جرمن اب اس مسلمان بچے کی جانب متوجہ تھا۔ آندھی طوفان کی طرح ارد گرد کی پروا کیے بغیر دوڑتا اور چیزوں کو پھلانگتا عماد عمر اس جرمن کے سر پر پہنچ گیا اور اس سے پہلے کہ وہ متنبہ ہوتا ایک زوردار ہاتھ اس کے سر اور گردن پر جڑ دیا۔ وہ اس کے لیے قطعاً تیار نہ تھا۔ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ جیسے ہی اس کی نظر عماد عمر پر پڑی اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور اس نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔

”ہماری عورتوں بچوں کے سامنے ہی بہادری دکھا سکتے ہو؟“ عماد عمر اس کے پیچھے لپکا۔

مگر تب تک وہ شخص دوڑتا ہوا ایک گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ راہگیر بھی ایک مسلمان کو جرمن کے پیچھے بھاگتا دیکھ کر اس جانب متوجہ ہو گئے اور ہر کوئی عماد عمر کو روکنے لگا۔

عماد عمر نے بھی جرمن کا پیچھا چھوڑا اور ان مسلمان خاتون کی طرف لپکا۔ ان کو شاید اتنی بری چوٹ آئی تھی کہ ان کے حواس ہی باقی نہ رہ سکے تھے۔ وہ زمین پر بے ہوش پڑی تھیں۔ ان کو اٹھا کر وہ جلدی سے ہسپتال کی طرف دوڑا۔ ان کا بیٹا بھی حیران و پریشان عماد عمر کے پیچھے چلا آیا۔

وہ مسلمان خاتون کو فوراً طبی امداد کے لیے ہسپتال لمحوں میں پہنچ گئے تھے مگر شاید ان کو چوٹ ایسی حساس جگہ پر لگی تھی کہ وہ لمحوں میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں۔ عماد عمر جب ان کو لے کر ہسپتال پہنچا تو نرس نے افسوس سے بتایا کہ یہ تو شاید پہلی ضرب کے ساتھ ہی فوت ہو گئی تھیں۔

ایسی سفاکیت بڑے بڑے کا دل توڑ سکتی ہے۔ اور یہ تو اس کی مسلمان بہن کا معاملہ تھا۔ اشتعال اور نفرت کا عماد عمر کے اندر طوفان اٹھا تھا۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ اس جرمن کا گلا مروڑ دیتا۔

وہ خاتون شاید کہیں قریب ہی گھروں میں رہتی تھیں۔ عماد عمر نے ان کے بیٹے کو اپنی ماں کی وفات کا نہ بتایا تھا بلکہ اس کے والد کا نمبر پوچھ کر ان سے رابطہ کیا۔ اس کے والد فوراً پہنچ گئے۔ مسلمان خاتون کی میت اور ان کے بچے کو ان کے رشتے دار آکر لے گئے تو عماد ہسپتال کے ویٹنگ روم میں ہی آکر بیٹھ گیا۔

ہسپتال میں اس وقت ایک عجیب سی فضا تھی۔ سوگواری، خوف، نفرت اور وحشت نے عماد عمر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھامے سر جھکائے بیٹھا رہا۔

نجانے کتنی دیر وہ یوں ہی بیٹھا رہا...

آج اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا... اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ...

وہ اپنا فیوچر دیارِ کفر میں نہیں بنانا چاہتا تھا!... وہ اپنی آئندہ نسل یہاں پروان نہیں چڑھانا چاہتا تھا... اس کو اپنے مسلمان ملک واپس جانا تھا!... اس کو اپنے دین کے لیے کچھ کرنا تھا!... اس کو اپنے دین اور اس کے پیروکاروں کو اس کمزوری کی حالت سے نکالنا تھا!

☆☆☆☆☆

اس واقعے نے ہیمبرگ میں موجود مسلمان کمیونٹی میں آگ لگا دی تھی۔ غم، غصہ اور خوف ہر سو پھیل گیا تھا۔ عورتیں اور بچے گھر سے نکلنے سے ڈر محسوس کرنے لگے تھے۔

اگلا دن جمعہ کا تھا اور امام صاحب نے جمعے کے خطبہ کے بعد اسی واقعے کی مناسبت سے چند باتیں کی تھیں۔ عماد کو ان کی سب باتوں سے اتفاق تو نہ تھا مگر کچھ باتوں نے اس کے دل پر اثر کیا تھا۔

”میرے مسلمان بھائیو! ہمیں اس قسم کے واقعات سے خوفزدہ اور پریشان نہیں ہونا چاہیے!... یہ واقعات ہمارا امتحان لینے کے لیے ہوتے ہیں... ہمیں چاہیے کہ ہم حلم اور تدبر کو ہاتھ سے جانے نہ دیں... کہ ہم سے کوئی غیر مناسب فعل سرزد ہو جائے... ہمیں چاہیے کہ ہم مسلمان ان کفار کے لیے ایسا نمونہ بن جائیں کہ یہ ہمیں دیکھ کر مسلمانوں سے نفرت کی بجائے ان سے محبت کرنے لگیں!...“

عماد عمر خاموشی سے ان کی بات سنتا رہا۔ وہ ایسا حلم و تدبر نہ رکھتا تھا اور نہ ہی رکھنے کا قائل تھا جیسا کہ مسجد کے امام صاحب کہہ رہے تھے۔ اس کو تو بچپن سے یہی سکھایا گیا تھا کہ وہ ایک غیرت مند مسلمان ہے اور غیرت مند مسلمان کے ہوتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی عزت، ناموس اور ان کا مال محفوظ ہوتا ہے۔

”ہم نے اپنے دین کو بھلا دیا ہے... اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ کفار ہم پر جری ہو گئے ہیں... ہم نے اپنے قرآن کو بھلا دیا ہے... ہم میں سے کتنے ہیں جو مہینوں قرآن کو کھول کر بھی نہیں دیکھتے!... قیامت والے دن یہ قرآن ہمارے لیے حجت بنے گا!... ہمارے نبی ہمارے خلاف گواہ ہوں گے!... اے میرے مسلمان بھائیو! اپنے دین کی طرف پلٹ آؤ!“

وہ چونکا۔ واقعی اس کو خود بھی تو کئی کئی دن گزر جاتے تھے قرآن کو کھولے ہوئے۔ گوکہ وہ بہت کوشش کرتا تھا کہ روزانہ ایک سپارہ ضرور تلاوت کرے مگر مصروفیات کی وجہ سے وہ اکثر اس سے قاصر رہ جاتا تھا۔

نماز ادا ہو گئی تو وہ بھی دیگر نمازیوں کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آیا۔ مسجد کے اکثر نمازیوں کو معلوم تھا کہ ان خاتون تک پہنچنے والا سب سے پہلا عماد عمر ہی تھا اس لیے اکثر لوگ اس سے اس واقعے کی تفصیلات پوچھتے رہے اور اس پر مختلف قسم کے تبصرے کرتے رہے۔

”ہوں!... ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی خواتین کو اکیلے گھر سے باہر نہ بھیجیں!“ کوئی کہہ رہا تھا۔

”میرے خیال میں تو ہمیں مسلمانوں کو اپنے آپ کو معاشرے میں اتنا واضح ہی نہیں کرنا چاہیے کہ ہمیں دیکھ کر کوئی اسلام دشمن نشانہ بنا سکے!“ کوئی دوسرا کہہ رہا تھا۔

”ہاں! اور ہمیں چاہیے کہ ایسے واقعات کے بدلے میں ہم تحمل کا مظاہرہ کریں... کسی قسم کا کوئی violent response مت دیں!... کیونکہ وہ یہی تو چاہتے ہیں... کہ اسلام بدنام ہو جائے!“

عماد عمر کا دماغ چکرا رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس کو کسی کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ چکراتے اور گھومتے سر کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آیا۔

اس کو اس وقت ذہنی سکون کی ضرورت تھی۔ وہ مسجد سے سیدھا ہاسٹل جانے کی بجائے ہیمبرگ کی سڑکیں ناپنے لگا۔ مگر آج کچھ بھی تو اچھا نہ لگ رہا تھا۔ بس ایک ہی بات اس کے کان میں بھنور کی طرح گھومے جا رہا تھا۔

وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِى اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا (٢٧) يٰوَيۡلَتٰى لَيۡتَنِىۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيۡلًا (٢٨) لَقَدۡ اَضَلَّنِىۡ عَنِ الذِّكۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِىۡ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا (٢٩) وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا (٣٠)

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔ اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“

آج جمعہ کے خطبے میں امام صاحب نے ان آیات پر درس دیا تھا۔ ان آیات میں سے آخری آیت عماد عمر کے دماغ کو گھمائے دے رہی تھی۔

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا (٣٠)

اس نے بھی تو قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ تبھی تو یہ کفار اتنے مزے سے دندناتے ہوئے جو چاہتے تھے مسلمانوں سے سلوک روا رکھتے تھے جبکہ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی کافر مسکرا کر بھی ان سے بات کر لیتا تو اسی پر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔

اس کا دل گویا انگاروں پر پلٹ رہا تھا۔ اس کا دل کیا کہ وہ واپس ہاسٹل نہ جائے۔ وہاں پر کسی بھی جرمن سے اس کا سامنا نہ ہو۔ مگر اتنی ٹھنڈ میں وہ گھوم بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنے ہاسٹل کی جانب بڑھنے لگا۔

وہ ہاسٹل گراؤنڈ میں ابھی پہنچا ہی تھا کہ ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ گراؤنڈ میں اس کے اپنے کلاس فیلوز کھڑے ایک عجیب سا کرتب دکھا رہے تھے۔ یونیورسٹی کے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ارد گرد کھڑے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس مجمعے کے عین وسط میں سرخ بالوں اور گہری سبز آنکھوں والا رابرٹ فورڈ نامی ایک جرمن لڑکا کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی جو وہ لہرا لہرا کر سب کو دکھا رہا تھا۔

رابرٹ فورڈ کا تعلق یونیورسٹی کے ایک Islamophobic کلب سے تھا۔ یہ کلب یونیورسٹی میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت رکھنے میں مشہور تھے۔ اس کلب کا اول مقصد پوری یونیورسٹی میں مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی اور ان کے خلاف اشتعال انگیزی تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ وہ یونیورسٹی میں فساد پھیلانے میں بھی بہت ماہر تھے۔ لوگوں میں نفرتیں پھیلانا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور اسی وجہ سے اکثر یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس اس کلب اور اس سے منسلک افراد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عماد عمر نے تو اس گروپ کے Satanist church سے منسلک ہونے کے بارے میں افواہیں بھی سن رکھی تھیں۔

مجمع کو دیکھ کر عماد عمر بھی رک گیا۔ جمعہ کی نماز ادا کر کے واپس پہنچنے والے چند دیگر مسلمان طلباء بھی وہاں آ کر رکتے گئے۔ یہاں تک کہ اچھا خاصہ مجمع اکٹھا ہو گیا۔

عماد عمر ابھی تک سمجھ نہ سکا تھا کہ رابرٹ فورڈ اور اس کے دیگر ساتھی کیا کرنا چاہتے ہیں۔

اچانک عماد عمر کی نظر رابرٹ کے ہاتھ میں پکڑی اس کتاب کی طرف گئی۔ سنسنی کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں پھیل گئی۔ وہ جان گیا کہ رابرٹ کیا کرنا چاہتا تھا۔

”محمود! یہ رابرٹ کیا کر رہا ہے؟“ دفعتاً اس کے برابر میں ایک فلسطینی عرب آ کر رکا تھا۔ اسی کے پیچھے ایک ترک مسلمان بھی آ کر کھڑا ہو گیا۔

”پتہ نہیں... کچھ نظر نہیں آ رہا عبود!“ اس ترک نے جواب دیا۔

عماد عمر ان کو بتانا چاہتا تھا کہ رابرٹ کا کیا ارادہ ہے مگر وہ کچھ بول نہ سکا۔

اچانک رابرٹ کے ارد گرد کھڑے مجمع میں سے لڑکوں نے سیٹیاں بجائیں اور لڑکیاں تالیاں پیٹنے لگیں۔ رابرٹ فورڈ ہاتھ میں کتاب کو پکڑے خوفزدہ نگاہوں سے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے قریب ہی کھڑے اس کے کلب کے ممبر نے اس کا کندھا تھپتھپا کر اس کو حوصلہ دلاتے ہوئے کچھ کہا تھا جس پر رابرٹ نے ایک گہرا سا سانس کھینچا اور...

...اگلے ہی پل وہ ہوا جو عماد عمر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس کا دماغ چکرایا اور قریب تھا کہ وہ دھڑام سے گر جاتا کہ ساتھ کھڑے اس عرب اور ترک نے اس کو سہارا دیا۔

رابرٹ فورڈ نے ان سب کی آنکھوں کے سامنے قرآن کے ایک نسخے کو نظر آتش کر دیا تھا!!!

لڑکے سیٹیاں بجا رہے تھے۔ لڑکیاں تالیاں پیٹ رہی تھیں۔ اور ارد گرد کھڑے مسلمان صرف چیخ چلا رہے تھے۔ ان میں سے چند آگے بڑھ کر رابرٹ کو روکنا چاہتے تھے مگر رابرٹ کے ساتھی ان کو روکے ہوئے تھے۔ مسلمان لڑکے مشتعل ہو کر رابرٹ کے ساتھیوں پر حملہ آوار ہو گئے۔ لمحوں میں یونیورسٹی گراؤنڈ میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ چند ثانیہ پہلے خوشی سے تالیاں بجاتے اور سیٹیاں بجاتے لڑکے اور لڑکیوں کا مجمع فوراً چھٹ گیا اور ہر کوئی اپنی جان بچاتا ادھر اُدھر بھاگنے لگا۔

عماد عمر سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے واپس پلٹا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' محمود نامی اس ترک لڑکے نے پوچھا۔ ''آؤ آگے چل کر رابرٹ کو مزہ چکھائیں!''

''نہیں! اس مجمع میں ہم اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے!'' وہ بولا اور مجمع کو چیرتا یونیورسٹی کے ہاسٹل کی جانب دوڑا۔ جبکہ وہ فلسطینی اور ترکی رابرٹ پر جھپٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف عماد عمر اتنا تیز دوڑا تھا کہ آج تک کبھی اتنی رفتار سے نہ دوڑا ہو گا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا۔ اور الماری میں سے اپنی تمام چیزیں نکال نکال کر باہر پھینکنے لگا۔ اس کو ایک چیز کی تلاش تھی جو اس نے آج سے چار سال پہلے جرمنی پہنچتے ہی خریدی تھی... اور اسی کام کے لیے خریدی تھی مگر اس کو کوئی موقع نہ مل سکا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنے کمرے کی چیزوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ کمرے میں ہر چیز چوپٹ ہو گئی مگر اس کو مطلوبہ چیز نہ مل سکی۔ اس نے اپنے روم میٹس سے چھپا کر رکھنے کے چکر میں وہ چیز نجانے کہاں چھپا دی تھی۔

آخر اس نے جب بیڈ کے نیچے جھانکا تو بیڈ کے نیچے بالکل آخری کونے میں اس کو لوہے کی ایک چیز نظر آئی۔ وہ جلدی سے بیڈ کے نیچے گھس گیا۔

اسی چیز کی اس کو تلاش تھی!... اس کی باچھیں کھل گئیں!

اس نے وہ چیز اٹھائی اور اپنی جیب میں ڈال کر کمرے سے نکل کر گراؤنڈ کی طرف دوڑ پڑا۔ مگر جتنی دیر میں وہ وہاں پہنچا ہاسٹل کی انتظامیہ مجمع چھٹوانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ اب وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ عماد عمر بھی رابرٹ کو نہ پا کر پیچ و تاب کھاتا واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔

☆☆☆☆☆

''بالکل ٹھیک! ہم دونوں تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے!''

رات کی تاریکی میں ہاسٹل گراؤنڈ میں مدھم سی لائٹ کے نیچے تین سائے کھڑے تھے۔

''ٹھیک ہے... عبود اور محمود! آپ دونوں کا بہت شکریہ!'' یہ عماد عمر کی آواز تھی۔

''اس میں شکریہ کی بات نہیں عماد!... یہ ہم سب کا دینی فرض ہے... مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ رابرٹ ایسی حرکت اتنی دلیری سے کیسے کر سکتا ہے؟'' محمود غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا تھا۔ اس کے چہرے کے تمام نقوش اس وقت تناؤ کا شکار لگ رہے تھے۔

''ٹھیک ہے عماد!... مجھے جیسے ہی لگا کہ رابرٹ اکیلا ہے... میں تمہیں اور محمود کو اشارہ دے دوں گا... پھر میں اور محمود پہرہ دیں گے اور تم اس کے کمرے میں گھس جانا!'' عبود سرگوشی میں بولا۔

''بالکل ٹھیک!''

اچانک رات کے سناٹے میں کسی کے برف پر چلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ تینوں چونکے۔ ان کا تو خیال تھا کہ اتنی سخت ٹھنڈ میں باہر آنے کا کوئی بھی نہیں سوچے گا۔

''سائڈ پر ہو جاؤ!''

''اپنے اپنے کمرے میں پہنچو!''

وہ تینوں جلدی سے ادھر اُدھر بکھر گئے۔

عماد عمر بھی تیزی سے ہاسٹل کی بلڈنگ کی طرف بڑھا مگر بیچ میدان میں ٹھٹک کر رک گیا۔ دو لڑکے آپس میں باتیں کرتے ان کی طرف آتے نظر آئے تھے۔ ان میں سے ایک کوئی اور نہیں ان کا شکار رابرٹ فورڈ تھا۔

''محمود! عبود!'' اس نے جلدی سے دونوں کو پکارا۔ ''وہ دیکھو رابرٹ اور میلن آ رہے ہیں!''

یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ محمود اور عبود تب تک دور ہو چکے تھے اور شاید ان تک اس کی آواز نہ پہنچی تھی۔ عماد عمر نے ان کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ دھیرے دھیرے رابرٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ چاپ پیدا کیے بغیر چلے مگر پورے گراؤنڈ میں پڑی سخت اور پرانی برف پر یہ ناممکن تھا۔ وہ جیسے ہی رابرٹ کے قریب پہنچا دونوں لڑکے خوفزدہ ہو کر اس کو دیکھنے لگے۔

''اوہ... عماد تم؟'' عماد کو دیکھ کر دونوں نے سکون کا سانس لیا۔

''کیوں؟ کیا ہوا؟ کیا ڈر گئے تھے؟'' عماد عمر نے انتہائی معصومیت سے پوچھا۔

''ن... ن... نہیں!'' رابرٹ ہکلایا۔ اس کے چہرے کا رنگ بالکل پیلا ہو گیا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے رابرٹ؟ خیریت ہے؟'' عماد عمر نے پھر بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''ک... ک... کچھ... ن... نہیں!''

’’تو اتنی ٹھنڈ میں باہر کیا کر رہے ہو؟‘‘ کہتے ہوئے وہ دو قدم اس کے قریب آ گیا۔

عماد عمر کا انداز اتنا جارحانہ تھا کہ رابرٹ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

’’وہ...رابرٹ اپنے گھر جارہا ہے...آج ہماری پارٹی تھی ...اس کو چند مسلمانوں نے خراب کر دیا...انہوں نے ہم سب کو خوب مارا پیٹا ہے...دراصل آج صبح......‘‘ رابرٹ کے ساتھ کھڑے لڑکے نے صبح کا واقعہ دوہرانا چاہا مگر رابرٹ نے اس کے ہاتھ کو زور سے دبا کر اس کو خاموش کروادیا۔ وہ کیوں بھول گیا تھا کہ عماد عمر بھی تو مسلمان تھا۔ وہ اس کو قرآن کی توہین کا واقعہ فخر سے کیسے بتا سکتا تھا۔

’’ہاں ہاں! مجھے پتہ ہے کہ آج صبح کیا ہوا تھا...میں اسی سلسلے میں تم سے ملنے آنا چاہتا تھا...‘‘ عماد عمر بولا ’’تم فکر کیوں کرتے ہو... تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا!‘‘

’’آں...شکریہ‘‘ رابرٹ نے اس کے مبہم سے جملے پر دھیان نہ دیا۔

’’کیونکہ...تمہیں تو میں نقصان پہنچادوں گا!‘‘ عماد عمر کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے بجلی کی سرعت سے اپنی پینٹ کی جیب سے چاقو نکال لیا اور رابرٹ پر پے در پے وار کرنے لگا۔

اس اچانک افتاد کے لیے وہ دونوں لڑکے تیار نہ تھے۔ دونوں ہی بوکھلا کر برف پر گر گئے۔

عماد عمر دیوانوں کی طرح رابرٹ پر چاقو کے وار کر تا رہا۔

رابرٹ کے ساتھ والا لڑکا اپنی جان بچا کر ’’مدد! مدد!‘‘ پکار تا بلڈنگ کی طرف بھاگا۔

عماد عمر نے یہ چاقو اسی نیت سے خریدا تھا کہ وہ کسی اسلام دشمن کو اس سے قتل کرے گا۔ وہ کئی سالوں سے اس موقع کا منتظر تھا۔ وہ چاقو چلانے کی تربیت خفیہ طور لیتا رہا تھا۔

ملعون رابرٹ نے اپنے آپ کو چاقو کے وار سے بچانے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا کر برف پر گر گیا۔ عماد عمر اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور چاقو کے وار تب تک کرتا رہا جب تک رابرٹ نے مزاحمت چھوڑ نہ دی۔ رابرٹ جب بے حس و حرکت ہو گیا تو عماد عمر اس کو چھوڑ کر خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

اس کو بھیانک انجام تک پہنچانے کے بعد عماد عمر کا دل ٹھنڈا ہو گیا تھا!

رابرٹ خون میں تر بتر برف پر پڑا تھا۔ اس کے ارد گرد برف بالکل سرخ ہو چکی تھی اور عماد عمر کے کپڑے بھی خون سے رنگین ہو چکے تھے۔

’’خبردار! تم نرغے میں ہو!...ہاتھ اوپر اٹھادو!‘‘

اچانک ایک چلاتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ عماد عمر نے مڑ کر بولنے والے کی جانب دیکھا۔ وہ جرمن پولیس تھی۔

عماد عمر کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مگر اس نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے۔

’’میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ!‘‘ پولیس والا دوبارہ چلایا تھا اور عماد عمر روشنی میں نہا گیا۔

’’میں نے کوئی جرم نہیں کیا!‘‘ عماد عمر پوری قوت لگا کر چلایا، ’’جرم تم نے کیا ہے ہماری کتاب کو جلا کر!...میں پوری دنیا کے کفار کو بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو مردہ مت سمجھو!‘‘

’’میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھاؤ...ورنہ گولی ماردوں گا!‘‘

’’اے کافرو! جب تک مسلمان اس زمین پر بستے ہیں قرآن کی بے حرمتی کرنے کا نہ سوچنا!...‘‘ عماد عمر گلا پھاڑ کر چلایا۔

ہاسٹل کی بلڈنگ کی کھڑکیاں کھلنے لگی تھیں۔ اس یخ بستہ رات میں بھی لوگ کھڑکیاں کھول کر باہر جھانکنے لگے تھے۔ باہر کا منظر دیکھ کر ہر آنکھ دہشت زدہ رہ گئی تھی۔ کسی کو بھی اپنی بصارت پر یقین نہ آیا تھا۔ سامنے گراؤنڈ میں پولیس کھڑی تھی اور زمین پر رابرٹ اپنے ہی خون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے پہلو میں عماد عمر ہذیانی سی کیفیت میں چیخ رہا تھا۔

’’مسلمانوں کے زندہ ہوتے ہوئے آئندہ ہمارے مقدسات کو پامال نہ کرنا!...‘‘ وہ چیخا، ’’عماد عمر کے زندہ ہوتے ہوئے کبھی قرآن کو نجس ہاتھ لگانے کی ہمت نہ کرنا!‘‘

اسی لمحے پولیس والے کی بندوق سے ایک گولی نکلی اور عماد عمر کا سینہ چیرتی ہوئی پار ہو گئی۔ عماد عمر کو جھٹکا لگا اور وہ الٹ کر پیچھے جاگرا۔ پولیس والے اس کو گرتا دیکھ کر رابرٹ کی طرف بھاگے۔ وہ شاید ابھی تک اس کے زندہ ہونے کی امید کر رہے تھے۔

’’بدبختو! میں نے اس کو مار دیا ہے!...‘‘ وہ کراہتے ہوئے ہنسا ’’اور آئندہ بھی کسی نے یہ ناپاک کوشش کی تو اس کا یہی انجام ہو گا!... آج میں نے یہ کام کر دیا...کل کو کوئی اور عماد عمر ہو گا!...ہم مسلمانوں کی غیرت جب تک زندہ ہے ہم اپنے نبی، اپنے دین اور اپنی کتاب کا دفاع کرتے رہیں گے!‘‘

اس کو بولتے ہوئے سخت دقت ہو رہی تھی۔ کسی کو اس کی آواز سنائی بھی نہ دے رہی تھی مگر اس کو اکھڑتے سانس کے ساتھ بھی یہ بولنے میں لطف آرہا تھا۔ ایسا لطف... کہ لفظوں میں اس کو بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔

پولیس والے جب عماد عمر تک پہنچے اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ اور اس کے جسم سے مسحور کن خوشبو اٹھ رہی تھی۔

"اٹھاؤ اس کو اور چلو!...شکر ہے مر گیا!...کم بخت کتنے متعصب ہوتے ہیں یہ مسلمان!" ایک عورت غصے سے بولتی اپنے پولیس اہلکاروں کو ہدایات دینے لگی۔

☆☆☆☆☆

حسینہ خاتون اور حماد عمر دونوں سکتے کی سی کیفیت میں تھے۔ ان کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ یہ سب ہو گیا تھا۔ عماد عمر نے یہ کر دیا تھا۔ سب کچھ کتنا نا قابل یقین تھا!

دوسری طرف اپنے اس کمرے میں جہاں عماد عمر ان کے ساتھ گدا بچھا کر زمین پر سویا کرتا تھا ...دادو آنکھوں میں آئے آنسوؤں کے ساتھ اپنی محبوب ترین شے کو ہاتھ میں لیے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے قرآن پاک کے مصحف کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگا کر آنسو بہانے لگیں۔

"عماد عمر! مجھے تم پر فخر ہے!...اسی دن کے لیے تو تجھے ہم نے پالا تھا...جب مجھے یہ خبر ملی کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک طالب علم عماد عمر نے قرآن کی گستاخی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار کر خود بھی جام شہادت نوش کر لی ہے...تو میرا انگ انگ خوشی سے سرشار ہو گیا۔ فخر سے میرا سر بلند ہو گیا!...مسلمان مائیں اپنے بچے اسی لیے جنتی ہیں کہ وہ اسلام کا دفاع کر سکیں! یہی اصل کامیابی ہے عماد عمر!...مجھے بہت خوشی ہے کہ میں نے جیسی امید تم سے لگائی تم نے پوری کر دی!...عماد عمر! تم نے قرآن سے اپنی محبت کا ثبوت دے دیا!...اور یہ ثابت کر دیا کہ ابھی مسلمان زندہ ہیں!"

☆☆☆☆☆

"میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا راحول...کوئی فائدہ نہیں!...اس قوم کی غیرت مرنے والی نہیں ہے!" میخائل برائٹ افسردگی سے اپنا سر ہلا رہا تھا۔

راحول برائٹ بھی غم اور غصے کی داستان بنا سر جھکائے بیٹھا تھا۔ رات کا وقت تھا اور موم بتی کی موم پگھل پگھل کر اپنے اختتام کو پہنچنے والی تھی۔ آخری ہچکیاں لیتی موم بتی کمرے کو روشن کرنے میں ناکام دکھائی دے رہی تھی۔

"ابا یہی تو وہ چاہتے ہیں کہ...لوگ ان سے ڈر جائیں...دوبارہ ایسے کام کرنے کی ہمت نہ کریں" راحول غصے سے بول رہا تھا۔

"راحول!...لوگ ان سے خوفزدہ ہو گئے ہیں...اور ہم کچھ نہیں کر سکتے!"

"یہ نہیں ہو سکتا ابا!...اس طرح تو وہ کامیاب ہو جائیں گے!"

"راحول! مسلمان تب تک کامیاب ہوتے رہیں گے جب تک ان کے اندر دینی غیرت زندہ رہے گی" بوڑھا یہودی مایوس لگ رہا تھا۔ "اور ہمیں نہیں پتہ کہ وہ کب اتنے بے غیرت ہو جائیں گے کہ اپنے دین کی توہین کو برداشت کر سکیں"۔

"ہوں!...تم صحیح کہہ رہے ہو ابا...مسلمان اپنے دین سے بہت محبت کرتے ہیں" راحول نے بھی مایوسی سے سر کو ہلایا۔

کمرے میں جلتی موم بتی ایک ہوا کے جھونکے کے ساتھ بجھ گئی اور کمرے میں تاریکی پھیل گئی۔

یہ روشن دیا جلائے رکھنا!

غزہ یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر ڈاکٹر رفعت العریر آج کل میں شہید ہو گئے۔

شہادت سے پہلے ٹویٹر پہ شیئر کی گئی ان کی آخری نظم کا اردو ترجمہ:

اور اگر میں مر جاؤں — تم میری خاطر زندہ رہنا
مجھ پر جو کچھ بیت چکا وہ — دنیا کے لوگوں سے کہنا
میری چھوڑی چیزیں لے جا — ان کے ہاتھوں بیچ کے آنا
اور اس کے بدلے میں لینا — کپڑے کی اک چھوٹی دھجی
اور کچھ ڈوریں — دودھ کی رنگت جیسی دھجی
ڈوروں سے دمدار بنانا — نیل گگن کی سمت اڑانا
تاکہ دور کہیں غزہ میں — رہنے والا کوئی بچہ
روشن آنکھوں کی کھڑکی سے — گردوں کی جانب تکتا ہو
اپنے پیارے باپ کا رستہ
باپ جو اس کو چھوڑ گیا تھا — آگ اور خون کی برساتوں میں
جاتے دم کا آخری بوسہ — تک جو اس کو دے نہ سکا تھا
سوختہ تن کا ماس اور ہڈی — ساتھ وہ اپنے لے نہ سکا تھا
آنکھ کا روشن دیا جلائے — جب یہ بچہ
تیری ڈور، پتنگ، یہ دھجی — دور سے اڑتے دیکھے گا
اک لمحے کو یوں سمجھے گا — شاید کوئی پاک فرشتہ
اس کی "جنت" کو لوٹانے — دنیا کی جانب آتا ہے
دیکھ مرے ہمدم، ہر صورت — یہ امید بچائے رکھنا
اور اگر میں، مر بھی جاؤں — اس کی ننھی آنکھوں کا
یہ روشن دیا جلائے رکھنا

بشکریہ: نجمہ ثاقب

پاکستان کی نئی حکومت کو کتنی جلد آئی ایم ایف سے رجوع کرنا پڑے گا؟

پاکستان اس وقت آئی ایم ایف کے جس پروگرام پر عمل کر رہا ہے وہ ختم ہونے والا ہے۔ ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اسے اپنی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے دوبارہ آئی ایم ایف کے پاس جانا ہو گا۔ پاکستان کی گزشتہ مخلوط حکومت نے عام انتخابات میں جانے سے قبل آئی ایم ایف سے تین ارب ڈالر کا ایک معاہدہ کیا تھا جس سے ڈیفالٹ سے بچنے میں مدد ملی۔ پاکستان کے زر مبادلہ کے ذخائر اس وقت تقریباً ۸ ارب ڈالر ہیں جو اس کی بمشکل دو ماہ کی درآمدی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ پاکستان کو دو ماہ میں ایک ارب ڈالر کے بانڈز کی ادائیگی کرنی ہے جس سے اس کے زر مبادلہ کے ذخائر مزید کم ہو جائیں گے۔

پاکستان کے آئی ایم ایف کے ساتھ ابھی تک ۲۳ پروگرام ہوئے اور پہلا پروگرام دسمبر ۱۹۵۸ میں طے پایا جس کے تحت پاکستان کو ڈھائی کروڑ ڈالر دینے کا معاہدہ طے ہوا۔ پاکستان پر قرضوں کا بوجھ اس کی مجموعی قومی پیداوار کے ۷۰ فی صد سے زیادہ ہے۔ آئی ایم ایف اور کریڈٹ ریٹنگ اداروں کا تخمینہ ہے کہ پاکستان کو اپنی آمدنی کا ۵۰ سے ۶۰ فی صد حصہ قرضوں کے سود کی ادائیگی پر خرچ کرنا ہو گا جو دنیا کی کسی بھی بڑی معیشت کے لیے بدترین شرح ہے۔ پاکستان پر قرضوں کا بوجھ ٹیکسوں اور ایندھن کی قیمتوں میں اضافے اور روپے کی قدر میں زبردست کمی کے ساتھ افراط زر کی شکل میں متاثر کر رہا ہے جو اس وقت ۳۰ فی صد کے لگ بھگ ہے۔ سابق وزیر خزانہ مفتاح اسماعیل کا کہنا تھا کہ ”موجودہ صورت حال میں حکومت بنانا زہر کا گھونٹ پینے کے مترادف ہے“۔ دوسری جانب پاکستان تحریک انصاف کے رہنما بیرسٹر علی ظفر نے ایک بیان میں کہا کہ بانی پی ٹی آئی عمران خان الیکشن میں ہونے والی دھاندلی کے معاملے پر آئی ایم ایف کو خط لکھیں گے۔ بظاہر اس کا مقصد آئی ایم ایف کو قرض کی قسط جاری کرنے سے روکنا ہے، جب تک کہ الیکشن میں ہونے والی دھاندلی کی تحقیقات نہیں ہو جاتیں۔ دوسرا حکومت اور فوج پر پریشر ڈلوانا تھا۔ ڈائریکٹر کمیونی کیشن آئی ایم ایف جولی کوزیک نے اس ایشو پر وضاحتی بریفنگ میں کہا کہ وہ پاکستان میں میکرو اکنامک استحکام کو یقینی بنانے کے لیے نئی حکومت کے ساتھ پالیسیوں پر کام کرنے کے منتظر ہیں۔ اس جواب سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آئی ایم ایف کا جھکاؤ عمران خان کے مخالفین کی جانب ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ آئی ایم ایف اور امریکہ اسی سیاسی حکومت کو سپورٹ کرنے کے لیے تیار ہیں جسے فوجی اسٹیبلشمنٹ پسند کرے۔

فوج صرف دفاع کا کام کرے، کاروبار نہیں: چیف جسٹس پاکستان

سپریم کورٹ میں دفاعی زمینوں پر کمرشل سرگرمیوں کے خلاف کیس کی سماعت کے دوران چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے ریمارکس دیے کہ ’فوج نے دی گئی زمین پر شادی ہالز اور دیگر کام شروع کر رکھے ہیں‘۔ چیف جسٹس نے اٹارنی جنرل سے مکالمہ کرتے ہوئے کہا کہ ’یقین دہانی کرائیں کہ کاروبار نہیں کریں گے تو ٹھیک ہے، سب کو اپنے مینڈیٹ میں رہنا چاہیے، فوج اپنا کام کرے عدالتیں اپنا کام کریں۔‘ بعض مبصرین چیف جسٹس کی جانب سے فوج کے تجارتی اداروں پر تنقیدی ریمارکس کو نورا کشتی بھی قرار دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چیف جسٹس کی جانب سے بعض جانبدارانہ فیصلوں سے اس تاثر کو تقویت ملی ہے کہ قاضی فائز عیسیٰ بھی جرنیلوں کے لیے سہولت کاری کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان نام نہاد ریمارکس سے اس تاثر کو زائل کرنا مقصود ہے۔ فوج جس بڑے پیمانے پر تجارت میں ملوث ہے اس کے خلاف ان ریمارکس کی کیا حیثیت ہے اس کا اندازہ چند سال قبل کے ایک عدالتی حکم نامے پر فوج کے ردعمل سے لگایئے جب سپریم کورٹ نے فوج کو دفاعی مقاصد کے لیے دی جانے والی زمینوں کے کمرشل استعمال کے عمل کو 'شرمناک' قرار دیا تھا۔ اور اپنے حکم نامے میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ تمام کنٹونمنٹ زمینیں جو وفاقی یا صوبائی حکومت نے الاٹ یا لیز کر کے دی ہیں وہ صرف دفاعی مقاصد ہی کے کام میں استعمال میں لائی جا سکتی ہیں اور ان کا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کنٹونمنٹ ایکٹ ۱۹۲۴، لینڈ ایڈمنسٹریشن کنٹرول رولز ۱۹۳۷ اور آئینی دفعات کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ اگلے ہی روز پاکستان کے شہر کراچی کی مصروف ترین شاہراہ فیصل پر سفر کرنے والوں نے ایک مضحکہ خیز منظر دیکھا جب ڈرگ روڈ فلائی اوور کے قریب کئی برسوں سے زیرِ تعمیر ’فالکن شاپنگ مال‘ پر ’ایئر وار کالج انسٹی ٹیوٹ‘ لکھا ہوا نظر آیا جس پر پاکستان کی فضائیہ کا لوگو بھی موجود تھا۔

یوکرین کے لیے پاکستانی اور سعودی امداد

سعودی پریس ایجنسی کے مطابق، یوکرینی عوام کے لیے امداد لے کر جانے والا سعودی امدادی طیارہ جنریٹر اور بجلی کے آلات سمیت ۵۸ ٹن سامان لے کر روانہ ہوا۔ سعودی

عرب کی امدادی ایجنسی KSrelief کی زیر نگرانی یہ اب تک مملکت کی طرف سے یوکرین کو بھیجا جانے والا چھٹا امدادی طیارہ تھا۔ مجموعی طور پر سعودی عرب نے ۳۵۰ ٹن سے زیادہ امداد بھیجی ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو، سعودی عرب نے یوکرین کے لیے ۴۰۰ ملین ڈالر کی انسانی امداد کا وعدہ کیا، جس میں KSrelief اور یوکرین کے اشتراک سے ۱۰۰ ملین ڈالر کی انسانی امداد فراہم کرنے کے لیے مشترکہ تعاون کا پروگرام شامل تھا۔ یہ امداد ایسے وقت میں یوکرین کو بھیجی جا رہی ہے جب غزہ میں پیدا ہونے والے خوراک کے بحران اور بچوں کی اموات نے پوری دنیا کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ امدادی سامان کی کھیپ پاکستان بھی یوکرین کو بھیجتا رہا ہے لیکن جو ایشو پاکستان اور یوکرین کے متعلق میڈیا میں زیر بحث آیا وہ یوکرین کو گولہ بارود کی فراہمی ہے۔ پاکستان تاحال اس کی تردید کرتا رہا ہے۔ بی بی سی کے پاس موجود دستاویزات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگست ۲۰۲۲ء میں پاکستان نے دو پرائیویٹ امریکی ملٹری کمپنیوں کے ساتھ ۳۶۴ ملین ڈالر کے اسلحے کی فروخت کے معاہدے کیے جس کے تحت ان کمپنیوں کو پاکستان کی جانب سے ۱۵۵ ایم ایم گولے بیچے گئے۔ ۲۵ فروری کو امریکی محکمہ خارجہ کی اردو زبان کی ترجمان مارگریٹ مکلاوڈ نے ایک تبصرے میں کہا ہے کہ یوکرین کو ہتھیاروں کی سپلائی پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ پاکستان کس ملک کو ہتھیار دے گا اور کسے نہیں؟ یہ فیصلہ اسے خود کرنا ہے۔

پاکستان سپر لیگ ۹ کے دوران مقبوضہ فلسطین کے حق میں نعروں اور بینرز پر پابندی

سکیورٹی اہلکاروں نے میچ دیکھنے آنے والی خاتون کو گیٹ پر روک دیا کیونکہ انکے ہاتھوں میں موجود بینرز پر فلسطین کے حق میں نعرے درج تھے۔ خاتون نے سوشل میڈیا پر غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس طرح روکا گیا جیسے میں ساتھ ہتھیار لائی ہوں۔ سکیورٹی اہلکاروں نے خاتون کو سمجھایا کہ کیونکہ یہ سیاسی و متنازع پیغام ہے، کچھ لوگ برا مانتے ہیں۔ اگر اندر جانا ہے تو یہ بینرز باہر چھوڑ دیں۔ خاتون نے کہا کہ سکیورٹی گارڈز کے رویے سے میرے چھوٹے بہن بھائی خوفزدہ ہو گئے جو میرے ساتھ آئے تھے۔ میں نے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سکیورٹی گارڈز سے جو کہا گیا تھا، انہوں نے وہی کیا اور یہی ان کا کام بھی ہے۔ یہ واضح رہے کہ پی ایس ایل میں کے ایف سی کو بطور سپانسر لینے کے سبب پی ایس ایل کے بائیکاٹ کی مہم کئی روز تک ٹوئٹر پر ٹاپ ٹرینڈ رہی۔ اب اتنی سوشل میڈیا کیمپین کے باوجود حکومت اور انتظامیہ کی یہ حالت ہے کہ انہیں میچ کے دوران فلسطینیوں کی حمایت کے لیے نعرہ بھی متنازع معلوم ہوتا ہے۔

دیوالیہ ہوتے پاکستان کے نئے سمندری گشت کے جہاز، مگر کس کی فرمائش پر؟

آئی ایس پی آر کے مطابق جہاز کے افتتاح کی تقریب کا انعقاد رومانیہ کے ڈامن شپ یارڈ میں ہوا، جس میں وائس چیف آف نیول اسٹاف وائس ایڈمرل اویس احمد بلگرامی مہمانِ خصوصی تھے جنہوں نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ پی این ایس یمامہ جدید ترین ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی سے لیس ہو گا، اس جہاز کی شمولیت سے میری ٹائم سکیورٹی کے لیے صلاحیت بڑھے گی۔ انہوں نے کہا کہ بحریہ سمندر میں تجارتی راستے محفوظ بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ آئی ایس پی آر کے مطابق پہلے یرموک کلاس جہاز کے بعد پی این ایس تبوک پاک بحریہ میں شامل ہوا تھا۔ یرموک کلاس کے آخری ۲ جہاز پی این ایس حنین اور پی این ایس یمامہ ہیں۔ اب یہ غور و فکر کا مقام ہے کہ پاکستان دیوالیہ ہونے سے بچنے کے لیے آئی ایم ایف اور دوسرے ممالک سے امداد کے راستے تلاش کر رہا ہے، ایسے وقت میں بحریہ نئے بحری جہازوں کی لانچنگ کیوں کر رہی ہے؟ اس کے لیے ہمیں گزشتہ ماہ ترجمان امریکی محکمہ خارجہ مارگریٹ میکلاوڈ کا بیان دیکھنا ہو گا جنہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان یمن میں حوثیوں سے نمٹنے کے لیے تعاون کرے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نیوی انٹرنیشنل کمبائن میری ٹائم فورس کی مؤثر رکن ہے۔ حوثیوں کے حملوں سے خطے کی تجارت متاثر ہو رہی ہے خطے کے دیگر ممالک حوثیوں کے خلاف ٹاسک فورس میں شامل ہوں تو خوش آمدید کہیں گے۔ اسرائیل سمیت خطے کے تمام ممالک کو غذائی قلت سے بچانا چاہتے ہیں۔ بحری جہازوں کی آمد و رفت کو محفوظ بنانے کیلئے یمنی گروپ کے خلاف آپریشن کر رہے ہیں، خطے کے تمام ممالک بشمول پاکستان کو امریکہ اور برطانیہ کی نئی ٹاسک فورس کے تحت قائم کیے جانے والے خوشحالی محافظ آپریشن کا ساتھ دینا چاہیے۔ بس امریکیوں نے خواہش کا اظہار کیا اور افواج پاکستان نے فوری عملدرآمد کیا۔ یہ وہی فوج ہے جس کا جرنیل کچھ عرصہ قبل دو درجن صحافیوں کو بلا کر بریفنگ دے رہا تھا کہ بھارت کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تو ٹینکوں کے لیے ڈیزل بھی نہیں ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں پولیس کی شروع کی گئی عجیب و غریب ’مردم شماری‘

”دو ہفتے قبل مقامی تھانے سے ایک ٹیم گھر میں داخل ہوئی۔ انہوں نے ایک رجسٹر میں میرے اور دیگر افرادِ خانہ کے نام، عمر، پیشہ اور آدھار کارڈ (شناختی کارڈ) کے نمبر اور دیگر تفصیلات لکھیں۔ اس کے ساتھ ہی میرا موبائل فون نمبر اور ہم سب کے باقی کوائف درج کر لیے۔ میرے پاس گاڑیوں کی تعداد اور ان کے نمبر پوچھے اور جاتے جاتے ہمارے گھر کی تصویر بھی کھینچی۔“ سرینگر کے شہری مدثر میر (نام تبدیل کیا گیا ہے) نے نشریاتی ادارے کو یہ تفصیلات بتاتے ہوئے یہ بھی اضافہ کیا کہ انہیں مقامی مسجد کی انتظامیہ نے پولیس کی طرف سے جاری کیا گیا ایک

’سروے‘ فارم دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے پُر کرکے ایک ہفتے کے اندر اندر مقامی تھانے میں جمع کرانا ہے۔ بھارت کی طرح جموں و کشمیر میں بھی باقاعدہ مردم شماری شروع نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ملکی سطح پر ہونے والی مردم شماری میں اتنی باریک بینی سے تفصیلات جمع کی جاتی ہیں۔ لیکن پولیس کی شروع کی گئی ’مردم شماری‘ میں کئی باتیں مختلف ہیں۔ اس کے دوران پولیس اور فوج کے اہل کار گھر کے تمام افراد کی تصویریں جمع کرنے، موبائل فون نمبر پوچھنے کے علاوہ عسکریت پسندوں کے ساتھ روابط کے بارے میں بھی سوالات کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ جموں و کشمیر میں مقامی آبادی پر ریاست کی گرفت کو مضبوط تر بنانے کی ایک کوشش ہے جس میں لوگوں کی نجی زندگی میں دخل اندازی ہو رہی ہے۔ پولیس کے دیے گئے فارم میں کنبے کے ہر فرد کے نام، عمر، پیشے اور دیگر کوائف درج کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے سوالات بھی شامل کیے گئے ہیں کہ آیا خاندان کا کوئی فرد عسکریت پسندوں کے ساتھ رابطے میں رہا ہے یا نہیں؟ وہ سکیورٹی فورسز اور عسکریت پسندوں کے ساتھ ہوئے کسی مقابلے یا انکاؤنٹر میں کسی طرح ملوث تو نہیں رہا ہے؟ خاندان کے ہر فرد کے غیر ملکی سفر کی تفصیلات بھی فارم میں درج کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اگر خاندان کا کوئی فرد بیرون ملک مقیم ہے تو یہ بتانا بھی لازم ہے کہ وہ وہاں کس مقصد کے تحت قیام پذیر ہے۔ گھر میں سی سی ٹی وی لگا ہوا ہے تو اس کے اندراج بھی فارم میں ضروری ہے۔ مدّثر میر کا کہنا ہے: ”مجھے اس فارم نے فکر میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ مجھے ہمارے گھرانے کے خواتین کی تصویریں اور موبائل فون نمبر پولیس کے ساتھ شئیر کرنے چاہییں یا نہیں کیوں کہ اس کی کوئی گارنٹی نہیں دی جارہی کہ ان کا غلط استعمال نہیں ہوگا۔“ بھارتی فوج نے اس سے پہلے ۲۰۱۹ء میں جموں و کشمیر کے کئی علاقوں اور بالخصوص لائن آف کنٹرول کے قریب واقع آبادیوں میں اس طرح کے سروے یا ’مردم شماری‘ کا آغاز کیا تھا اور حالیہ ہفتوں میں اس کی یہ سرگرمی پھر مشاہدے میں آرہی ہے۔ فورسز کے اہل کار ہر گھر کو ہندسوں کے ساتھ نشان زد کر رہے ہیں اور خاندان کے تمام افراد کی تفصیلات طلب کرکے گھر کو جیو ٹیگ کرتے ہیں۔

گوگل ایغور مسلمانوں کے ایشو پر تنقید کی زد میں

ایک رپورٹ کے مطابق گوگل سرچ میں جب آپ انگریزی زبان میں ایغور مسلمانوں کے متعلق کچھ سرچ کرتے ہیں تو آپ کو ایغور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے متعلق خبروں اور ویڈیوز پر مبنی بہت سا مواد مل جاتا ہے لیکن جب آپ چینی مینڈرین زبان میں کچھ سرچ کرتے ہیں، تو آپ کے سامنے ہنستے مسکراتے رقص کرتے ایغور مسلمانوں کی تصویریں ہی سامنے آتی ہیں۔ چینی حکومت بھی ایغور مسلمانوں پر مظالم کے حوالے سے خود پر لگنے والے الزامات کے جواب میں یہی پراپیگنڈہ ویڈیوز پھیلاتی ہے کہ دیکھیے ایغور مسلمان تو بہت خوش ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا گوگل چین میں اپنے تجارتی مفادات کو بچانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے؟ اور چین میں وہی سرچ رزلٹس دکھا رہا ہے جس پر چینی حکومت کو اعتراض نہ ہو۔

ایغور مسلمانوں کی جبری مشقت میں ملوث کمپنیاں

ہیومن رائٹس واچ نے ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ جنرل موٹرز، ٹیسلا، بی وائی ڈی، ٹویوٹا اور ووکس ویگن سمیت عالمی کار ساز ادارے اپنی ایلومینیم سپلائی چینز میں ایغور جبری مشقت کے استعمال کے خطرے کو کم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ نے آن لائن چینی سرکاری میڈیا آرٹیکلز، کمپنی کی رپورٹس، اور حکومتی بیانات کا جائزہ لیا اور اس بات کے قابل اعتماد شواہد ملے کہ سنکیانگ میں ایلومینیم تیار کرنے والے مزدوروں سے جبری مشقت لی جارہی ہے۔ ۲۰۲۳ء میں، چین میں ملکی اور غیر ملکی صنعت کاروں نے کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ کاریں تیار کیں اور برآمد کیں۔ ۲۰۱۷ء سے، چینی حکومت نے سنکیانگ میں انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہے، جن میں من مانی حراست، جبری گمشدگیاں، اور ثقافتی اور مذہبی ظلم و ستم شامل ہیں، اور سنکیانگ کے اندر اور باہر ایغوروں اور دیگر ترک مسلم کمیونٹیز کو جبری مشقت کا نشانہ بنایا ہے۔ چینی حکومت نے سنکیانگ کو ایک صنعتی مرکز بنانے کی کوشش کی ہے اور ایغوروں کے خلاف بدسلوکی کو بڑھایا ہے۔ سنکیانگ کی ایلومینیم کی پیداوار ۲۰۱۰ء میں تقریباً ایک ملین ٹن سے بڑھ کر ۲۰۲۲ء میں چھ ملین ٹن ہو گئی ہے۔ چین میں پیدا ہونے والے ایلومینیم کا ۱۵ فیصد سے زیادہ، یا عالمی سپلائی کا ۹ فیصد، اب اس خطے سے آتا ہے۔ ایلومینیم درجنوں آٹوموٹیو پرزوں میں استعمال ہوتا ہے، انجن کے بلاکس اور گاڑیوں کے فریموں سے لے کر پہیوں اور الیکٹرک بیٹری کے ورق تک۔ اسے چین میں مینوفیکچررز استعمال کرتے ہیں اور عالمی کار سازوں کو برآمد کرتے ہیں۔

سنکیانگ پولیس لیکڈ فائلز

لیک ہونے والی پولیس فائلوں کے نئے تجزیے میں ۴۰۰ سے زائد خواتین کے ڈیٹا کا تجزیہ کیا گیا ہے جن میں سے کچھ کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی جن کو چینی پولیس نے مذہبی لباس پہننے اور مذہبی علم حاصل کرنے یا پھیلانے کے جرم میں سزا سنائی تھی۔ زیادہ تر کو قرآن کا مطالعہ کرنے پر سزا سنائی گئی، امریکہ میں قائم ایغور ہیومن رائٹس پروجیکٹ کے محققین نے کہا، جنھوں نے فائلوں کے تجزیے سے یہ معلوم کیا کہ ممکنہ طور پر لاکھوں خواتین کو حراست میں لیا گیا تھا۔ ۲۰۱۷ء میں ۷۰ سالہ پتھان امین کو چھ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اس کے ’جرائم‘ میں اپریل اور مئی ۱۹۶۷ء کے درمیان قرآن کا مطالعہ کرنا، ۲۰۰۵ء

اور ۲۰۱۴ء کے درمیان قدامت پسند مذہبی لباس پہننا، اور ایک الیکٹرانک قرآن پڑھنے والی ڈیوائس کو گھر میں رکھنا شامل تھا۔ ایک اور خاتون، ایزگل میمت، پر فروری ۱۹۷۶ء میں، جب وہ محض پانچ یا چھ سال کی تھیں، تین دن تک اپنی والدہ کے ساتھ غیر قانونی طور پر قرآن کا مطالعہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ اسے ۶ جولائی ۲۰۱۷ء کو حراست میں لیا گیا اور اسے ۱۰ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ پولیس فائلوں کو ابتدائی طور پر بی بی سی سمیت متعدد میڈیا اداروں نے ۲۰۲۲ء میں شائع کیا تھا، لیکن یہ پہلا موقع ہے جب محققین نے اویغور خواتین مذہبی رہنماؤں کے ساتھ سلوک کا تجزیہ کیا ہے۔ سنکیانگ کے کیمپوں میں قید خواتین کی پچھلی شہادتوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ انہیں چینی حکومت نے مبینہ طور پر جبری نس بندی، اسقاط حمل، جنسی زیادتی اور جبری شادی کا نشانہ بنایا ہے۔ ریکارڈ کی گئی سب سے طویل سزا ۳۵ سالہ عطیلا روزی کو سنائی گئی، جنھیں ۲۰۰۷ء میں اندرون چین میں کام کرتے ہوئے قرآن پڑھنا سیکھنے کے ساتھ ساتھ ۲۰۰۹ء کے درمیان خواتین کے ایک چھوٹے سے گروپ کے ساتھ قرآن پڑھانے اور پڑھنے کے لیے ۲۰ سال کی سزا سنائی گئی۔ اور ۲۰۱۱ء کی رپورٹ میں کہا گیا کہ دیگر الزامات میں "غیر قانونی مذہبی لباس" پہننا، مذہبی کتابیں خریدنا یا گھر میں رکھنا، "غیر قانونی مذہبی اجتماعات" میں شرکت کرنا، اور یہاں تک کہ موسیقی کے بغیر شادی کا اہتمام کرنا بھی جرم تصور کیا جاتا ہے، اور سرکاری طور پر مذہبی انتہاپسندی کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: طوفان الاقصیٰ کی کاروائیوں کا مختصر جائزہ

- ۲۶ فروری ۲۰۲۴ء کو غزہ کے جنوب میں واقع خان یونس کے مشرق میں عبسان الکبیرہ کے علاقے میں صہیونی فوجی ایک گھر کے اندر چھپے ہوئے تھے، مجاہدین نے اس عمارت کو بارودی مواد سے اڑادیا جس کے نتیجے میں ۱۵ فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- ۲۸ فروری ۲۰۲۴ء مجاہدین نے جنوبی لبنان سے ۷۶۹ویں مشرقی بریگیڈ کے ہیڈ کوارٹر، "غیبور کیمپ" اور شمالی مقبوضہ فلسطین میں "بیت ھلل ہوائی اڈے" کی بیرکوں پر میزائل برسائے۔
- ۴ مارچ ۲۰۲۴ء مجاہدین نے خان یونس شہر کے مغرب میں واقع الامال محلے میں ۴ صہیونی ٹینکوں اور دو فوجی بلڈوزروں کو جوال یاسین ۱۰۵ سے نشانہ بنایا۔
- ۷ مارچ ۲۰۲۴ء مجاہدین نے ۲۰ سے زائد صہیونی فوجیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا اور حماد ٹاؤن کے ایک اپارٹمنٹ میں متعدد بارودی مواد کو اڑادیا جس کے نتیجے میں اکثر فوجی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: چھلنی

معلوم ہوا کہ اس پوری جنگ میں اسرائیل کو تازہ پھل وسبزی و دیگر غذائی اجناس سب سے بڑی مقدار میں فراہم کرنے والا ترکی ہی ہے۔ نیز اسی اردگان نے اس شدید وقت میں مصر کو ڈرون طیارے فراہم کرنے کا معاہدہ بھی کیا...... یہ جانتے بوجھتے کہ یہ ڈرون طیارے اسرائیل کے خلاف تو ہرگز استعمال نہیں ہوں گے۔

وہ یو این کے جس نے غزنی میں دو قاتلوں سے قصاص لینے کے معاملے پر پرزور احتجاج کیا...... وہی یو این غزہ میں ہونے والے قتل عام پر نا صرف خاموش ہے بلکہ اس قتل عام کے "شواہد کی تلاش" کی وجہ سے اس نے فلسطین کے لیے اپنی تمام امداد بھی بند کر دی ہے۔

ورلڈ فوڈ آرگنائزیشن کہتی ہے کہ ہم غزہ کے لیے اپنی غذائی امداد بند کر رہے ہیں...... ساتھ متنبہ کرتی ہے کہ غزہ میں لاکھوں لوگ بھوک سے موت کا شکار ہو سکتے ہیں.........

نفاق کی مثالیں اس قدر ہیں کہ ان کی نہ کوئی حد ہے نہ شمار۔ مگر کیا ان سب باتوں کا کوئی حل بھی ہے؟ کیا کوئی راہ عمل اس نظام میں اہل ایمان کے لیے موجود بھی ہے؟

نہیں! اس لیے کہ ہم اس نظام کی خرابیوں کو درست نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نظام تو سر تا پا خراب ہے...... اس کی جڑ بنیاد ہی خراب ہے۔ البتہ ہمیں طیب اور مضبوط بنیادوں پر قائم ایک بالکل مختلف نظام چاہیے جو ہمہ پہلو رہنمائی بھی دے اور دین اور دنیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھنا اور چلانا سکھائے اور ایسا نظام سوائے رب کائنات کے کوئی نہیں دے سکتا۔ شریعت کی پناہ میں آیئے کہ اس سے زیادہ قابل اعتبار اور مضبوط پناہ اور کوئی نہیں؛ اس رب کی پناہ میں آیئے کہ جس کے پاس ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

بقیہ: اسلام کا مسافر

ڈاکٹر ابو خالد باقاعدگی سے ان کے پاس میڈیکل چیک اپ کے لیے جاتے اور علاج معالجے کے بعد ان کی آپس میں اسلام، یہودیت اور عیسائیت، امریکی حکومت کی پالیسیاں، اسرائیل اور عالم غرب کے بارے میں طویل گفتگو ہوتی۔ دونوں حضرات گھنٹوں اس قسم کے مسائل پر بحث کرتے۔ استاد احمد فاروق کو بھی ان موضوعات پر اچھی گرفت حاصل تھی۔ آپ بھی چچا اسحاق سے ملنے جاتے اور تزکیۂ نفس، تعلق باللہ، اور دیگر سیاسی موضوعات پر گفتگو کرتے۔ چچا اسحاق کا یہ سن کر استاد احمد فاروق سے عجیب لگاؤ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بھی نیویارک میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل کرے!

(جاری ہے، ان شاء اللہ!)

☆☆☆☆☆

جان بیٹا خلافت پہ دے دو!

شفیق رامپوری

بولیں اماں محمد علیؔ کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہیں شوکتؔ علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
گر ذرا سست دیکھوں گی تم کو
دودھ ہرگز نہ بخشوں گی تم کو
میں دلاور نہ سمجھوں گی تم کو
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
غیب سے میری امداد ہوگی
اب حکومت یہ برباد ہوگی
حشر تک اب نہ آباد ہوگی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
کھانسی آئے اگر تم کو جانی
مانگنا مت حکومت سے پانی
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا
کلمہ پڑھ پڑھ خلافت پہ مرنا
پورے اس امتحاں میں اترنا
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ہوتے میرے اگر سات بیٹے
کرتی سب کو خلافت پہ صدقے
ہیں یہی دین احمدؐ کے رستے
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
حشر میں حشر برپا کروں گی
پیش حق تم کو لے کے چلوں گی
اس حکومت پہ دعویٰ کروں گی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

نظام حق کی کامیابی کا واحد راستہ

اگر دعوت اسلامی کا قافلہ اس انداز سے روانۂ سفر نہ ہوتا، اور دوسرے تمام جھنڈوں کو پھینک کر صرف اسی جھنڈے یعنی لا الہ الا اللہ کے پرچم توحید کو بلند نہ کرتا، اور اس راہ کو اختیار نہ کرتا جو ظاہر میں دشوار گزار اور جان گُسل راہ تھی مگر حقیقت میں آسان اور برکت بداماں تھی تو اس مبارک اور پاکیزہ نظام کا کوئی جز بھی اتنے بلند معیار کے ساتھ ہرگز بروئے عمل نہ آسکتا تھا۔ اسی طرح اگر یہ دعوت اپنے ابتدائی مراحل میں قومی نعرہ بن کر سامنے آتی، یا اقتصادی تحریک کے لبادہ میں ظاہر ہوتی، یا اصلاحی مہم کا قالب اختیار کرتی یا ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے شعار اور نعرے بھی شامل کر لیتی تو یہ پاکیزہ و مبارک نظام جو اس دعوت کے نتیجے میں قائم ہوا کبھی خالص ربانی نظام بن کر جلوہ گر نہ ہوسکتا۔

قرآن حکیم کا مکی دور اسی شان وشوکت کا حامل ہے۔ یہ دور قلوب و اذہان پر اللہ کی الوہیت کا نقش ثبت کرتا ہے، انقلاب کے فطری راستے کی تعلیم دیتا ہے خواہ اس میں بظاہر کتنی ہی دشواریوں اور صعوبتوں کا سامنا ہو، اور دوسری پگڈنڈیوں پر جانے سے منع کرتا ہے خواہ عارضی طور پر انہیں اختیار کرنے کا ارادہ ہو، وہ ہر حال میں صرف فطری راستے پر گامزن رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

(معالم فی الطریق از سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ)